98

ذکرٰے

مؤلفہ

DATA ENTERED

خواجہ محمد عبدالحیؔ فاروقی

سابق استاذِ تفسیر جامعہ ملیہ دہلی

ناشر

احسن برادرز

چوک انارکلی لاہور

(پاکستان)

Marfat.com

DATA ENTERED
۲۹۷۶۱۴
۳۲۴
9113

سنہ ۱۹۵۲ء

بارِ دوم

تعداد - ۱۰۰۰

قیمت چار روپے

شیخ محمد نصیر ہمایوں نے تعمیر پرنٹنگ پریس راولپنڈی سے چھپوا کر قومی کتب خانہ
ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

Marfat.com

فہرست مضامین

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
مکی اور مدنی سورتوں کی تقسیم	۱۳	ارباب تقوےٰ	۳۳
اس کی حکمت	۱۵	جنت کی حقیقت	۳۴
رسول کی ضرورت	۱۵	کس روز	۳۶
قلب القرآن	۱۶	رجوع الی المقصود	۳۷
النباء		**النازعات**	
موضوع سورۃ	۱۸	موضوع سورت	۳۹
جزائے اعمال پر زور	۱۸	رفع استبعاد	
یوم الفصل		اقسام القرآن	۴۲
عظیم الشان خبر	۲۱	رجوع الی المقصود	۴۴
ایک نکتہ	۲۴	فرشتوں کی خصوصیت	۴۵
تشریح الفاظ	۲۵	اظہار تعجب	۴۶
مناظر قدرت سے استدلال	۲۶	فرعون کی ہلاکت	۴۷
قیامت کا دن	۲۷	عبرۃ لمن یخشیٰ	۴۹
آثار وقرائن	۲۸	نتائج اعمال	۵۱
پہاڑوں کے مختلف حالات	۲۹	قیامت کی تاریخ	۵۲
نتائج اعمال	۳۱	دنیا کی زندگی	۵۴
عذاب کا سبب	۳۱		

Marfat.com

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
عبس		تطابقِ اقسام	۷۷
تخلیص مضامین	۵۶	بعض خصوصیات	۷۸
مساواتِ عمومی		عالمگیر تعلیم	۷۹
عبداللہ بن اُمِ مکتوم	۵۸	**الانفطار**	
یہ عتاب نہیں	۵۹	تخلیص مضامین	۸۱
عصمتِ انبیائے کرام	۶۱	مالک یوم الدین	
غلط فہمی کا ازالہ	۶۲	حادثۂ قیامت	۸۲
خصوصیاتِ قرآن	۶۲	آخر یہ کیوں	۸۳
اعتبار	۶۴	محافظ موجود ہیں	۸۴
انسان کی ناشکرگزاری	۶۵	ظہورِ نتائج	۸۶
ابتدا و انتہا	۶۶	مالک یوم الدین	۸۶
درمیانی زندگی	۶۷	**التطفیف**	
اسلام کی خصوصیت کبرٰے	۶۷	تخلیص مضامین	۸۸
غرورِ نسل بے کار ہے	۶۹	القسطاس المستقیم	
عمل کی قاہرانہ قوّت	۷۰	تاجروں کی مثال	۹۰
التکویر		امثال القرآن	۹۱
تخلیص مضامین	۷۱	تذکیر بما بعد الموت	۹۲
وحی والہام		جداگانہ نتائج	۹۳
واقعاتِ قیامت	۷۳	انکار کا سبب	۹۴
خمسۂ متحیّرہ	۷۶	ارباب تقوٰے	۹۵

Marfat.com

مضامین	نمبر صفحہ
مقربین اور ابرار	۹۷
تقسیم کی اصلی غرض	۹۸
باہمی تقابل	۹۸
الجزاء من جنس العمل	۹۹
الانشقاق	
تلخیص مضامین	۱۰۱
یا یہا الانسان انک کادح	
ہلاکت و بربادی	۱۰۳
اصحاب الیمین	۱۰۴
مجرمین کے نتائج	۱۰۵
مناظر قدرت	۱۰۶
اعتبار	۱۰۸
البروج	
تلخیص مضامین	۱۰۹
مخالفین اسلام یقیناً برباد ہوں گے	
اقسام ثلثہ	۱۱۰
والسماء ذات البروج	۱۱۱
الیوم الموعود	۱۱۱
شاہد و مشہود	۱۱۲
شہادت کی تفصیل	۱۱۲
جرم کی نوعیت	۱۱۴

مضامین	نمبر صفحہ
الہامات انبیائے کرام	۱۱۵
اگر عذاب میں تاخیر ہو	۱۱۶
تاریخی شہادت	۱۲۰
کفار کا انکار	۱۲۰
یہ فیصلہ اٹل ہے	۱۲۱
لوح محفوظ	۱۲۲
الطارق	
تلخیص مضامین	۱۲۴
یوم الدین	
الطارق	۱۲۵
طریق استشہاد	۱۲۶
انفسی شہادت	۱۲۷
بعث بعد الموت	۱۲۸
نشأۃ ثانیہ	۱۲۸
مزید مہلت	۱۲۹
الاعلیٰ	
تلخیص مضامین	۱۳۱
ضرورت الہام	
الحمد للہ رب العالمین	۱۳۳
اعتبار	۱۳۵
حیوانات کی نگہداشت	۱۳۵

Marfat.com

مضامین	نمبر صفحہ
وحی والہام	۱۳۶
اِلّا ماشاء اللہ	۱۳۷
جہر وخفی	۱۳۷
باہمی تطبیق	۱۳۸
تبلیغ قرآن	۱۳۹
راہ نجات	۱۴۰
دینِ قیّم	۱۴۱
غاشیہ	
تلخیص مضامین	۱۴۲
اصولِ کامرانی	
ناکام لوگ	۱۴۳
اربابِ ایمان	۱۴۴
طبعِ انسانی کا خاصہ	۱۴۵
سادگی طبع	۱۴۷
بلندیٔ مقصد	۱۴۸
استقلال	۱۵۰
فروتنی	۱۵۱
ایک مثال	۱۵۲
فرضِ تبلیغ	۱۵۳
الفجر	
تلخیص مضامین	۱۵۵
جزائے اعمال	
اقسام کی تفصیل	۱۵۶
ہماری رائے	۱۵۷
جفت اور طاق	۱۵۸
واللیل اذا یسر	۱۵۹
عبرت وموعظت	۱۶۰
تذکیر بایّام اللہ	۱۶۰
انفرادی احتساب	۱۶۲
اس کا اصلی سبب	۱۶۴
آخری احتساب	۱۶۵
ظہور نتائج	۱۶۶
البلد	
تلخیص مضامین	۱۶۸
لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم	
طریق استشہاد	۱۶۹
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	۱۷۰
فرزند آدم	۱۷۰
غلط مصرف	۱۷۱
اصلی راہ	۱۷۲

Marfat.com

مضامین	نمبر صفحہ
فک رقبہ	۱۷۳
مساکین و یتامیٰ	۱۷۴
اصحاب المیمنہ	۱۷۴
بدبخت	۱۷۵
الشمس	
تلخیص مضامین	۱۷۶
کامران و خسران	
مناظر قدرت	۱۷۷
طریق استدلال	۱۷۸
نفس انسانی	۱۷۹
جواب قسم	۱۸۰
تاریخی شہادت	۱۸۰
قرآن کا منصب اعلیٰ	۱۸۲
اللیل	
تلخیص مضامین	۱۸۴
ان سعیکم لشتیٰ	
اختلاف اعمال	۱۸۵
کامیاب لوگ	۱۸۶
بخط مستقیم مخالف	۱۸۶

مضامین	نمبر صفحہ
ابتداء و انتہا	۱۸۸
ارباب تقویٰ	۱۸۹
الضحیٰ	
تلخیص مضامین	۱۹۱
واما بنعمۃ ربک فحدث	
شان نزول	۱۹۲
دن اور رات کی شہادت	۱۹۳
دائمی وعدہ	۱۹۴
ماضی کی تذکار	۱۹۵
ارحموا من فی الارض	۱۹۷
تبلیغ قرآن	۱۹۸
الانشراح	
تلخیص مضامین	۲۰۰
رفع موانع	
شرح صدر	۲۰۱
بوجھ کا ہلکا ہونا	۲۰۲
رفع ذکر	۲۰۳
رنج و راحت	۲۰۴
انابت الی اللہ	۲۰۴
التین	

Marfat.com

مضامین	نمبر صفحہ
خلاصۂ مضمون	۲۰۷
فما یکذبک بعد بالدین	
تین اور زیتون	۲۰۸
بقیہ اقسام	۲۰۹
استشہاد کا مقصد	۲۱۰
احسنِ تقویم	۲۱۰
بدترین خلائق	۲۱۱
ایک استثناء	۲۱۲
جزائے اعمال	۲۱۲
العلق	
تلخیص مضامین	۲۱۵
دشمنانِ اسلام کی بربادی	
شوقِ عبادت	۲۱۶
آپ کا خوف زدہ ہونا	۲۱۷
ما انا بقاری	۲۱۸
ابتدائی الہام	۲۱۹
رجوع الی المقصود	۲۱۹
احسانات خداوندی	۲۲۰
انسان کی سرکشی	۲۲۰
مخالفت کی انتہا	۲۲۱

مضامین	نمبر صفحہ
تباہی کا اعلان	۲۲۲
تاخیر کا سبب	۲۲۴
القدر	
تلخیص مضامین	۲۲۷
العروۃ الوثقیٰ	
شب قدر کی بزرگی	۲۲۸
نزولِ قرآن	۲۲۹
خصوصیات شب	۲۳۰
تنبیہ و اعتبار	۲۳۰
البیّنہ	
تلخیص مضامین	۲۳۲
نبی الانبیاء کی ضرورت	
تقسیم مذاہب	۲۳۳
رسول من اللہ	۲۳۴
اختلاف کیوں ہوا	۲۳۶
کیا تعلیم تھی	۲۳۷
مخالفین کا انجام	۲۳۸
رضی اللہ عنہم	۲۳۸
الزلزال	
تلخیص مضامین	۲۴۰

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
واقعاتِ قیامت	۲۴۱	کثرۃِ طلبی	۲۵۷
زلزلہ	۲۴۱	حقیقتِ اعمال	۲۵۸
حکمِ خداوندی	۲۴۲	رجوع الی المقصود	۲۵۹
مختلف گروہ		اگر حقیقت پیش نظر رہتی	۲۶۰
العادیات	۲۴۴	نعمت کا مطلب	۲۶۱
تلخیص مضامین	۲۴۴	العصر	۲۶۲
اِنّ الانسان لربہٖ لکنود	۲۴۵	تلخیص مضامین	۲۶۲
گھوڑوں کی شہادت	۲۴۵	کلید کامرانی	۲۶۳
انسان کی ناشکری	۲۴۶	زمانہ کی شہادت	۲۶۳
مرض کا سبب	۲۴۸	طرقِ تذکیر	۲۶۴
غلط فہمی کا ازالہ	۲۴۹	کامیاب لوگ	۲۶۴
تذکیر مابعد الموت	۲۵۰	الہمزہ	۲۶۸
القارعہ	۲۵۲	تلخیص مضامین	۲۶۸
تلخیص مضامین	۲۵۲	اخلاق اور دولت	۲۶۹
یوم التغابن	۲۵۳	باہمی تصادم	۲۶۹
تباہیٔ عالم	۲۵۳	گمانِ باطل	۲۷۰
نتائجِ اعمال	۲۵۴	نتیجہ	۲۷۲
التکاثر	۲۵۶	الفیل	۲۷۲
تلخیص مضامین	۲۵۶	تلخیص مضامین	۲۷۳
حقیقتِ اعمال	۲۵۷	شعائرِ الٰہیہ	۲۷۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ
واقعہ کی تفصیل	۲۷۴
قانون تعذیب امم	۲۷۶
تشریح الفاظ	۲۷۵
ضروری تشریح	۲۷۸
نتائج وعبر	۲۷۸
عیسائی اور مسلمان	۲۸۰
القریش	۲۸۲
تمہید	۲۸۲
صوفیائے کرام وعلمائے عظام	۲۸۳
شوقِ تجارت	۲۸۳
بصائر وحکم	۲۸۴
الماعون	۲۸۷
تمہید	۲۸۷
مالی قربانی	۲۸۸
زبانی دعوے	۲۸۸
حقیقت نماز سے غفلت	۲۸۹
ماعون	۲۹۰
الکوثر	۲۹۱
تمہید	۲۹۱
حیاتِ نبی	۲۹۲

مضمون	صفحہ
کوثر کا مطلب	۲۹۲
شکرِ نعمت	۲۹۳
اس کا نتیجہ	۲۹۴
الکافرون	۲۹۷
تمہید	۲۹۷
انقطاعِ تعلقات	۲۹۸
ناممکن	۲۹۸
دائمی فیصلہ	۳۰۰
آخری اعلان	۳۰۱
ادوارِ ثلثہ	۳۰۱
یہ اعلانِ جنگ ہے	۳۰۲
لکم دینکم ولی دین	۳۰۴
النصر	۳۰۵
تمہید	۳۰۵
فتح وظفر کا اعلان	۳۰۶
نصرتِ الٰہیہ کا اظہار	۳۰۶
اعلانِ وفات	۳۰۷
دوسری توجیہ	۳۰۸
اللہب	۳۱۰
تمہید	۳۱۰

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کفار کی ہزیمت	۳۱۱	جسمانی مضرات سے تعوذ	۳۲۰
ابولہب	۳۱۱	توطیہ و تمہید	۳۲۰
درسِ عبرت	۳۱۳	رجوع الی المقصود	۳۲۱
الاخلاص	۳۱۴	خلافِ فطرت سے پناہ	۳۲۱
تمہید	۳۱۴	ضروریاتِ زندگی فراہم ہوں	۳۲۲
توحیدِ خالص	۳۱۵	ناگہانی آفات	۳۲۲
اللہ کی وحدانیت	۳۱۵	حاسد سے بچا	۳۲۳
احد اور واحد	۳۱۵	الناس	۳۲۴
اللہ الصمد	۳۱۶	تمہید	۳۲۴
برابری کا دعوے	۳۱۷	روحانی مضرات سے تعوذ	۳۲۵
نتیجہ	۳۱۷	شدید ترین دشمن	۳۲۵
الفلق	۳۱۹	صفاتِ الٰہیہ	۳۲۶
تمہید	۳۱۹	پناہ کی طلب	۳۲۷

ابتدا اور انتہا۔
۳۲۷

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

مکّی اور مدنی تقسیم

مفسّرین کرام نے قرآن حکیم کی سورتوں کو دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے ایک کا نام مکّی ہے اور دوسرے کو مدنی کہتے ہیں۔ دونوں حصوں کی بعض نمایاں اور ممتاز خصوصیات حسب ذیل ہیں :-

مکّی سورتیں

(۱) ان میں زیادہ تر جذبات کا لحاظ کیا گیا ہے۔

(۲) دعوت و تبلیغ اسلام پر زور ہے۔ طرز خطاب میں نرمی اور ملاطفت پیش نظر ہے اور جہاد کا ذکر نہیں۔

(۳) فواصل کا لحاظ رکھا گیا ہے اور وہ بھی چھوٹے چھوٹے۔

(۴) الفاظ پُر عظمت اور شاندار ہیں۔

(۵) توحید۔ قیامت اور عبرت و موعظت پر مشتمل ہیں۔

(۶) اعمال و عبادات کا مطالبہ بہت کم ہے۔ زیادہ تر عقاید سے بحث کی گئی ہے۔

(۷) یہود و نصاریٰ سے کوئی جھگڑا نہیں۔

Marfat.com

(۸) چھوٹی چھوٹی آیتیں اور چھوٹی چھوٹی سورتیں ہیں۔

مدنی سورتیں

(۱) خیالات میں گہرائی اور عمق ہے

(۲) نشرواشاعتِ اسلام کے ساتھ ساتھ جہاد کا بھی حکم ہے۔

(۳) فواصل کی طرف توجہ نہیں کی گئی اور جو ہیں تو وہ بڑے بڑے۔

(۴) قانونی الفاظ ہیں۔

(۵) احکام اور قوانین ہیں۔

(۶) اعمال اور عبادات کا سب سے زیادہ مطالبہ ہے۔

(۷) اہلِ کتاب سے باقاعدہ مناظرہ ہے۔

(۸) بڑی بڑی آیتیں اور بڑی بڑی سورتیں ہیں۔

اسی فرق کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں:۔

انما نزل اول ما نزل منه سورة من المفصل فيها ذكر الجنة والنار حتى اذا ثاب الناس الى الاسلام، ثم نزل الحلال والحرام، ولو نزل اول شیٔ لا تشربوا الخمر، لقالوا لا ندع الخمر ابداً، ولو نزل لا تزنوا، لقالوا لا ندع الزنا ابداً، لقد نزل بمكة وانا جارية العب بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر، وما نزلت سورة البقرة والنساء الا وانا عنده (بخاری) ابتدا میں سور مفصل نازل ہوئیں جن میں جنت اور دوزخ کا ذکر تھا۔ پھر جب لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے تو احکام کا نزول شروع ہوا۔ اور اگر پہلے ہی روز شراب اور زنا ترک کرنے کو کہا جاتا تو لوگ صاف انکار کر دیتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر، تو میں اس وقت مکہ کی گلیوں میں کھیلا کرتی تھی اور سورہ بقرہ و نساء کا نزول اس وقت ہوا جب میں خود رسول اللہ کے پاس موجود تھی۔

Marfat.com

اس کی حکمت

مدنی سورتوں میں تدبیر منزل سیاست مدن اور خلافت کبریٰ کے احکام و ضوابط اور اُمت کی تشکیل و تنظیم کے اصول و قوانین پر بحث کی گئی ہے اور مکی سورتوں میں توحید، قیامت، رسالت اور اخلاق فاضلہ پر زور دیا گیا ہے یہ نمایاں امتیاز اس لئے ہے کہ اگر ابتدا ہی میں اہل عرب کو اعمال فاسقہ کو چھوڑنے اور مدنی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا تو بہت کم لوگ اس صدا پر لبیک کہتے۔ اس لئے ان لوگوں کی اصلاح و تہذیب کے لئے یہ حکیمانہ صورت اختیار کی گئی کہ شروع میں انہیں جزائے اعمال کی طرف توجہ دلائی گئی اور یہ بتا دیا گیا کہ ایک ایسی قوت قاہرہ بھی موجود ہے جو تمہارے ایک ایک عمل حیات کو گہری نظر سے دیکھ رہی ہے وہ تمہارے کسی کام کو ضائع نہیں ہونے دے گی۔ تمہیں اس کا بدلہ ضرور مل کر رہے گا اور اس وقت کوئی بڑی سے بڑی قوت بھی تمہاری مدد نہ کر سکے گی۔ بلکہ ہر شخص اپنے اعمال کا آپ ذمہ دار اور جواب دہ ہوگا۔

رسول کی ضرورت

جب ایک شخص خدا کے وجود اور اپنی ذمہ داری و مسئولیت کو دل کے ساتھ یقین کر لے تو اب وہ خود بخود اس امر کی ضرورت محسوس کرے گا۔ کہ اسے اخلاق فاضلہ اور جرائم کا علم ہو تاکہ وہ معاصی سے پرہیز کر کے نیکی کی راہ اختیار کر سکے۔ مگر خود انسان کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ماحول سے متاثر ہو کر اپنی فطرت صالحہ کے صاف و شفاف آئینہ کو گرد آلود کر لیتا ہے، حجاب طبع، حجاب رسم، اور حجاب سوء معرفت اس کے قلب سلیم کو بالکل تاریک و مظلم بنا دیتے ہیں: ظلمت بعضها فوق بعض، اور وہ اس طرح راہ حق سے منحرف ہو جاتا ہے، اس لئے قدم قدم پر اس کو ایک ہادی اور رہبر کی ضرورت ہے

Marfat.com

جو اسکو نیکی اور بدی کی راہ دکھائے اور راستہ کے تمام نشیب و فراز سمجھا دے یہی وجہ ہے کہ ہر مسلم تا انت دن میں پانچ وقت اللہ کے حضور میں کھڑا ہو کر اھدنا الصراط المستقیم کی دعا مانگتا ہے۔

پس قرآن کریم نے فطری طریق تعلیم اختیار کیا جب خدا کے وجود اور اپنی ذمہ داری کو وہ لوگ سمجھ گئے تو انہیں بتایا گیا کہ اس اللہ کے ساتھ رشتہ قایم کرنے کے لئے وہ اپنا رسول بھیجتا ہے اس کے پاس اس کے احکام و فرائض ہوتے ہیں تمہارا فرض ہے کہ اس کا اتباع کرو تاکہ راحت پاسکو۔ فاما یاتینکم منی ھدی، فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون، والذین کفروا وکذبوا بایٰتنا، اولئک اصحاب النار ھم فیھا خلدون (۲: ۳۸ : ۳۹) "جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو اس کی پیروی کرو، تو جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی، ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہونگے اور جنہوں نے اس کو قبول نہ کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ وہ دوزخ میں جانے والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"

قلب القرآن

چنانچہ اگر آپ مکی سورتوں کو مدنی حصہ سے الگ کرلیں تو آپ پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی۔ کہ ان سورتوں میں زیادہ تر توحید، رسالت اور جزائے اعمال پر زور دیا گیا ہے، اگر اعمال کی طرف توجہ کی گئی ہے تو بہت کم۔ اس لئے کہ عمل نتیجہ ہے۔ عقاید صالحہ اور یقین و اذعان کا جب تک ایک خیال آپ کے دل میں مستحکم و استوار نہ ہوگا۔ اس سے داعیہ عمل کے پیدا ہونے کی کوئی صورت نہیں، اس لئے عملاً قانونی زندگی مدینہ منورہ ہی سے شروع ہوتی ہے۔

دنیا میں جس قدر انبیاء و رسل مبعوث ہوئے ان سب میں اصول و کلیات کے

Marfat.com

اعتبار سے ذرّہ برابر بھی فرق نہیں۔ سب کے سب انہیں عقاید و تعلیمات کی دعوت دیتے ہیں۔ جن پر تمام مذاہب و ادیان متفق ہیں اور وہ یہی توحید، رسالت اور قیامت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ یٰسین کو حدیث میں قلب القرآن کہا گیا۔ کیوں کہ اس میں ان ہی اہمات مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ سورۂ اخلاص میں صرف توحید کا ذکر تھا۔ اس لئے لسانِ نبوّت نے اس کو ثلث قرآن فرمایا۔

اس تمہید کو پیش نظر رکھ کر اگر آپ تیسویں پارہ میں درس و فکر کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس کی اکثر سورتوں میں یہی تین چیزیں زیر بحث و نظر ہیں مگر ہر ایک سورۃ کا طریق استدلال و استشہاد دوسری سے بالکل جداگانہ ہے۔ اور ہر جگہ انداز گفتگو نرالا۔ جاذبِ قلوب و انظار، اور پُر از عبرت و بصیرت ہے۔

Marfat.com

النّبا (۷۸)

(رکوع ۲ - آیات ۴۰)

موضوع سورت

اس وقت سورۃ النّبا آپ کے سامنے ہے، اس کا موضوع اثبات قیامت ہے یہی مقصد اور بھی کئی ایک سورتوں کا ہے۔ مگر اس کا طریق بحث و نظر سب سے الگ ہے اس میں کاشتکاروں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان ہی چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو کھیتی باڑی کے لئے ضروری ہیں، ظاہر ہے کہ کسان جس قدر محنت کرتا ہے، اسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ کھیتی تیار ہو جانے کے بعد اس کو کاٹ لے، اور غلّہ الگ کر کے بھوسا جانوروں کے آگے ڈال دے، پس جس طرح ہر کاشتکار کے نزدیک فصل کاٹنے کا دن مقرر ہے، ایسے ہی انسانوں کے فنا کرنے کا بھی ایک وقت معیّن ہے، اس روز اچھّوں اور بُروں میں تمیز ہو گی، اور ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ پائے گا، اس دن کا نام یوم الفصل ہے اور اسی دن کی چند خصوصیات بیان کر کے آخر سورۃ میں اسی کا اعادہ کیا کہ یہی اس سورۃ کا موضوع ہے:

جزائے اعمال پر زور

قرآن مجید کا بڑا حصہ اسی کے بیان پر مشتمل ہے، اور اس پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے

Marfat.com

وجہ یہ ہے۔ کہ کفار و معاندین اسلام کو سب سے زیادہ اسی کے متعلق تشکیک و شبہات ہیں کوئی یہ کہتا ہے: من یحی العظام وھی رمیم (۳۶ : ۷۸) "جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو انہیں کون زندہ کرے گا" کسی کا یہ خیال ہے: وما اظن الساعۃ قائمۃ (۱۸ : ۳۶) "اور نہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت برپا ہو" بعض کی یہ رائے ہے ماھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیٰ وما یھلکنا الا الدھر (۴۵ : ۲۴) "ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے۔ کہ ہمیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے" ایک جماعت کے خیالات یہ ہیں: واذا قیل ان وعد اللہ حق، والساعۃ لا ریب فیھا، قلتم ما ندری ما الساعۃ ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین (۴۵ : ۳۲) "اور جب کہا جاتا تھا کہ خدا کا وعدہ سچا ہے، اور قیامت میں کچھ شک نہیں، تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے ہم اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں آتا" کبھی یوں سوال کرتے متیٰ ھذا الوعد (۳۶ : ۴۸) یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟

غرض یہ کہ مخالفین اسی قسم کے خیالات اس عقیدہ صالحہ کے متعلق ہمیشہ سے ظاہر کرتے آئے ہیں۔ اس میں غلط فہمی پیدا ہونے کی وجہ سے کسی نے تناسخ کی پناہ لی۔ نصاریٰ نے کفارہ کو اپنے گناہوں کی آڑ بنا لیا اور بعض لوگ تو سرے ہی سے اس کا انکار کر بیٹھے۔ گویا انہوں نے اپنی ذمہ داری اور مسئولیت کو بالکلیہ فراموش کر دیا، اور اگر یہی عقیدہ لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ دنیا صرف کھیل کود کا گھر بن جائے گی۔ کسی کو بھی نیکی کی طرف توجہ نہ ہو گی۔ زمین گناہ سے سنگار لُٹ جائے گا۔ ہر طرف فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ اور اکثر فرزندان آدمؑ مجسمہ ملعونیت و شیطنت بن جائیں گے۔

عیسائی اقوام کی حالت تمہارے سامنے ہے جو انسانوں کی صورت میں درندوں

Marfat.com

اور بھیڑیوں کی طرح اپنے ہی بھائیوں کو چیرتے اور پھاڑتے ہیں : وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (۱۸ : ۱۰۴) "اور وہ اپنی غلط فہمی سے اس خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں" یہ کفارہ کے نتائج ہیں اور حریت فاسقہ کے ثمرات۔

پس اس شر و طغیان کو روکنے کے لئے جزائے اعمال پر زور دیا گیا کہ ہر ایک انسان اپنی ذمہ داری کا احساس کرے اور اپنی مسئولیت کا خیال کر کے ہر کام میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اس کے نتائج و ثمرات میں اچھی طرح غور و فکر کر لے۔

Marfat.com

یوم الفصل

عظیم الشان خبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ (۱) عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ (۲) عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ (۳) اَلَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۔

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں کیا بڑی خبر کی نسبت جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ۔

نبا عظیم سے کیا مراد ہے اس میں علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں، قتادہ کی رائے ہے کہ اس سے مراد قیامت ہے۔ اسی طرف ضحاک گئے ہیں اسی کو رازی اور ابن کثیر نے ترجیح دی ہے اور اسی کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا: قل ھو نبؤا عظیم انتم عنه معرضون (۳۸ : ۶۷ و ۶۸)۔ "کہہ دو کہ یہ ایک بڑی ہولناک چیز کی خبر ہے جس کو تم دھیان میں نہیں لاتے۔" دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا: الا یظن اولئك انھم مبعوثون لیوم عظیم، یوم یقوم الناس لرب العالمین (۸۳ : ۴ تا ۶) "کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اٹھائے بھی جائیں گے یعنی ایک بڑے سخت دن میں جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔" اس کے علاوہ سورۃ کا انداز بیان، طریق استدلال اور خواتیم آیات اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کر دیتی ہیں کہ اس میں صرف مسئلہ قیامت پر بحث کی گئی ہے اور اسلئے نبا عظیم سے مراد قیامت ہے۔

Marfat.com

قرآن نے اس موضوع پر نہایت تفصیل سے بحث کی ہے اور ہر جگہ مختلف طریق سے اس پر نظر ڈالی ہے کہ اس کے تمام پہلو سامنے آ جائیں، اسلئے کہ یہی ایک مسئلہ ہے جس کی نسبت لوگوں میں سب سے زیادہ اختلاف ہے یہودیوں کے بعض فرقے اس کا کلیۃً انکار کرتے ہیں، نصاریٰ صرف معاد روحانی کے قائل ہیں۔ ہندو تناسخ کی صورت میں جزا سزا تسلیم کرتے ہیں مشرکین عرب ازراہ تعجب کہا کرتے تھے: ءاذا متنا وکنا ترابا، ذلک رجع بعید (۵۰ : ۳) "بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو پھر زندہ ہوں گے یہ زندہ ہونا بعید از عقل ہے۔" کبھی وہ یوں کہتے: "ءانا لمردودون فی الحافرۃ، ءاذا کنا عظاما نخرۃ (۷۹ : ۱۰ و ۱۱) "کیا ہم الٹے پاؤں پھر لوٹیں گے۔ بھلا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے؟"

اس شدید اختلاف کی وجہ سے قرآن نے بھی اس پر نہایت ہی جامع اور حاوی بحث کی۔ ایک جگہ اس نے اثبات قیامت پر یوں استدلال کیا: وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ، قال من یحی العظام وھی رمیم، قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ، وھو بکل خلق علیم (۳۶ : ۷۸ و ۷۹) "اور ہمارے بارہ میں مثالیں بیان کرنے لگا۔ اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا کہ جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی۔ تو کون زندہ کرے گا۔ کہہ دو کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا، اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔" سورۂ بنی اسرائیل میں نہایت ہی لطیف پیرایہ میں اس پر روشنی ڈالی وقالوا ءاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون خلقا جدیدا، قل کونوا حجارۃ او حدیدا، او خلقا مما یکبر فی صدورکم، فسیقولون من یعیدنا قل الذی فطرکم اول مرۃ، فسینغضون الیک رؤسھم ویقولون متی ھو، قل عسی ان یکون قریبا (۱۷ : ۴۹ تا ۵۱) "اور کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر بوسیدہ ہڈیاں اور چورچور ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا ہو کر اٹھیں گے، کہہ دو کہ خواہ تم پتھر

۹۱۱۳

Marfat.com

ہو جاؤ، یا لوہا، یا کوئی اور چیز جو تمہارے نزدیک پتھر اور لوہے سے بھی بڑی سخت ہو جیٹ کہیں گے کہ بھلا ہمیں دوبارہ کون جلائے گا۔ کہہ دو کہ وہی جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا۔ تو تعجب سے تمہارے آگے سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا۔ کہہ دو۔ امید ہے کہ جلد ہوگا۔"

کہیں یوں جواب دیا: افعیینا بالخلق الاول، بل هم فی لبس من خلق جدید (۵۰ : ۱۵) "کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ یہ از سر نو پیدا کرنے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔" ایک مقام پر انسانی پیدائش سے یوں استدلال کیا: الم یک نطفۃ من منی یمنی، ثم کان علقۃ فخلق فسوی فجعل منه الزوجین الذکر والانثی، الیس ذلک بقدر علی ان یحیی الموتی (۷۵ : ۳۷ تا ۴۰) "کیا وہ منی کا جو رحم میں ڈالی جاتی ہے ایک قطرہ نہ تھا پھر لوتھڑا ہوا، پھر خدا نے اس کو بنایا، پھر اس کے اعضاء کو درست کیا، پھر اس کی دو قسمیں بنائیں (ایک مرد اور ایک عورت، کیا اس خالق کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو جلا اٹھائے"؛

ایک موقع پر یوں ارشاد ہوا: اولم یروا ان اللہ الذی خلق السموت والارض ولم یعی بخلقهن بقدر علی ان یحی الموتی، بلی انه علی کل شی قدیر (۴۶ : ۳۳) "کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ ہاں ہاں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" سورۂ ذاریات میں نزول باراں اور اس کی مختلف کیفیات سے استدلال کر کے کہا: انما توعدون لصادق، وان الدین لواقع (۵۱ : ۵ و ۶) "جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے اور انصاف کا دن ضرور واقع ہوگا۔" غرض یہ کہ اس بحث کا کوئی پہلو نہیں جس پر روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔

Marfat.com

ایک نکتہ

(۴) کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ (۵) ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ — دیکھو یہ عنقریب جان لیں گے - پھر دیکھو یہ عنقریب جان لیں گے۔

ارباب تفسیر نے ان دونوں آیتوں کے مطلب میں ثم کی وجہ سے اختلاف کیا ہے جو تراخی کے لئے آتا ہے بعض کی یہ رائے ہے کہ اس تکرار سے صرف تاکید کا اظہار مقصود ہے ضحاک کہتے ہیں کہ پہلی آیت کفار کے لئے اور دوسری مسلمانوں کے واسطے ہے، ہر ایک جماعت اپنے اپنے عقاید کے ثمرات و نتائج کو دیکھ لے گی - کچھ لوگ تو اس طرف بھی گئے ہیں - کہ پہلی آیت نزع سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری قیامت سے۔

اس میں شک نہیں کہ ثم کی وجہ سے ہر ایک بزرگ نے اس فرق کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو ان دونوں آیتوں میں ہونا چاہیئے - مگر ہمیں ان سب سے اختلاف ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اوّل تو ہم قرآن میں کسی آیت اور قصہ کے تکرار کے قائل نہیں - اگر ایک ہی آیت کئی جگہ آجائے تو ہر مقام پر اس کا مطلب جداگانہ ہوگا - جو سیاق و سباق کو پیش نظر رکھ کر متعیّن کیا جا سکتا ہے - یہی حال قصص القرآن کا ہے، دوسرے اگر اس تمام انکار کا نتیجہ مرنے ہی کے بعد ظہور پذیر ہوگا تو یہ تمام بحث و نظر بے کار ٹھہرتی ہے۔

ظاہر ہے کہ ذمہ داری اور مسئولیت کا انکار کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اس دنیا کی زندگی کو اپنی تمام کائنات حیات تصوّر کرتے ہیں، ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی، وما یھلکنا الا الدھر، (۴۵ : ۲۴) "ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور یہیں تو زمانہ مار دیتا ہے" مگر ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر قیامت کا ہونا ان کے نزدیک بعید از عقل اور خارج از امکان ہے تو ہم اسی سورت میں ایسے دلائل و براہین بیان کئے دیتے ہیں جن سے ان کے تمام شکوک و شبہات یک قلم رفع ہو جائیں گے اور اگر باوجود ان روشن شواہد و بینات کے پھر بھی وہ تسلیم نہ کریں اور اپنی ہٹ پر قائم رہیں تو

Marfat.com

اس ضد کا تو کوئی علاج نہیں۔ مرنے کے بعد یہ حقیقتِ مستورہ خود بخود بے حجاب ہو جائیگی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ شدید ترین غلطی میں مبتلا تھے: واقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت، بلیٰ وعدا علیہ حقا ولکن اکثر الناس لا یعلمون، لیبین لہم الذی یختلفون فیہ، لیعلم الذین کفروا انہم کانوا کذبین (۱۶: ۳۸، ۳۹)" اور یہ خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے۔ خدا اسے قیامت کے دن قبر سے نہیں اٹھائیگا ہرگز نہیں یہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور اس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے تاکہ جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔ وہ ان پر ظاہر کر دے اور اس لئے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔"

تشریح الفاظ

(۶) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (۷) وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا (۸) وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (۹) وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (۱۰) وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا (۱۱) وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (۱۲) وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (۱۳) وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (۱۴) وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا (۱۵) لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا (۱۶) وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا۔

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا، اور پہاڑوں کو اس کی میخیں نہیں ٹھیرایا۔ بے شک بنایا اور تم کو جوڑا جوڑا بھی پیدا کیا اور نیند کو تمہارے لیے موجب آرام بنایا اور رات کو پردہ مقرر کیا اور دن کو معاش کا وقت قرار دیا اور تمہارے اوپر سات آسمان مضبوط بنائے اور آفتاب کا روشن چراغ بنایا اور نچڑتے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا تاکہ اس سے اناج اور سبزہ پیدا کریں اور گھنے گھنے باغ۔

سبات لیا گیا ہے سبت سے، اس کے لغوی معنی قطع کرنے کے ہیں۔ نیند سے بدن

بھر کی تکلیف دُور ہوتی اور تکان قطع ہوتی ہے، اس لئے اس کو سبات کہا گیا، یوم السبت یعنی آرام کا دن، یہودیوں نے جو غلط باتیں اللہ کی طرف منسوب کی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب خدا نے چھ روز میں آسمان و زمین کو بنا لیا تو اپنی تھکن کو دُور کرنے کے لئے اس نے شنبہ کے روز آرام کیا۔ معاش مصدر ہے عاش یعیش سے، یعنی وقت معاش، شداد جمع ہے شدیدۃ کی۔ اس کے معنی مضبوط کے ہیں۔ وہاج کے معنی خوب روشن ہونے کے ہیں۔ معصرات سے مراد بادل ہیں ثج کہتے ہیں شدت کے ساتھ بہنے کو اور یہ لازم و متعدی دونوں طرح پر استعمال ہوتا ہے۔ لازم کی مثال تو اسی آیت میں موجود ہے اور متعدی کی مثال وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا: افضل الحج العج والثج۔ بہترین حج وہ ہے جس میں بلند آواز سے تلبیہ کہا جائے اور کثرت سے جانوروں کا خون بہایا جائے۔

مناظرِ قدرت سے استدلال

ہم نے موضوعِ سورت پر بحث کرتے وقت بیان کیا تھا کہ اس سورت کا روئے سخن کاشتکاروں کی طرف ہے۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ ان آیات میں وہی چیزیں بیان کی گئی ہیں جن کی کسان کو ہر وقت ضرورت رہتی ہے اگر وہ ان میں درس و فکر کرے گا تو ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ قیامت کا ہونا ایک یقینی امر ہے۔

قرآن مجید کا یہ مخصوص انداز ہے کہ جب کبھی وہ تذکیر و موعظت کرتا ہے تو غیر متعارف اور نامانوس چیزوں کو پیش نہیں کرتا۔ بلکہ وہی روزمرہ کی چیزیں ہیں جن کو ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ مگر ذہن ان کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ یمرون علیھا وھم عنھا معرضون، یہی مناظرِ قدرت ہیں، نجوم و کواکب ہیں اور ثوابت و سیارات ہیں جن کی جانب وہ ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ ہم ان سے عبرت اندوز ہوں اور ان سے استدلال و استشہاد کا کام لیں: وفی الارض آیات للموقنین، وفی انفسکم افلا تبصرون (۵۱: ۲۰ و ۲۱)

Marfat.com

"اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں، اور خود تمہارے نفوس میں۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں۔"

ان آیات میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ کسی شرح و تفصیل کی محتاج نہیں ایک کسان ہی ان کی قدر و قیمت سے بخوبی واقف ہو سکتا ہے۔ وہ ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ کھیتی کو پانی دیتا ہے، دن رات اس کی حفاظت کرتا ہے، ایک مدت کی حفظ و نگہداشت کے بعد اس کا کھیت لہلہانے لگتا ہے، فصل بالکل تیار ہو جاتی ہے، اب وقت آتا ہے کہ وہ اس کو کاٹ لے۔

قیامت کا دِن

(۱۷) اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا۔ بے شک فیصلہ کا دن مقرر ہے۔

ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ جب کھیت تیار ہوتا ہے تو پھر اسے کاٹ لیا جاتا ہے اور کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آتا۔ کہ کھیت کا مالک اپنی فصل کو اسی طرح میدان میں کھڑا رہنے دے گا۔ ایسے ہی تم یقین کر لو کہ اللہ تعالے نے بھی انسانوں کے فنا کرنے کے لئے ایک دن مقرر کر رکھا ہے، اس روز ان کی دنیاوی ترقی رُک جائے گی، ان سب کو ایک مقام پر جمع کر دیا جائے گا اور ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ پائے گا: یوم یجمعکم لیوم الجمع ذلك یوم التغابن (۶۴ : ۹)۔ "جس دن وہ تم کو اکٹھا ہونے یعنی قیامت کے دن اکٹھا کرے گا وہ نقصان اٹھانے کا دن ہے۔"

یہی یوم الفصل ہے، جس روز اچھوں اور بُروں کو الگ کر دیا جائے گا جس طرح کاشت کار فصل کاٹ لینے کے بعد غلّہ اور بھوسہ کو الگ الگ کر دیتا ہے: ان الذین آمنوا، والذین ھادوا، والصائبین والنصٰری والمجوس والذین اشرکوا، ان اللہ یفصل بینھم یوم القیمۃ (۲۲ : ۱۷) "جو لوگ مومن یعنی مسلمان

ہیں اور جو یہودی ہیں، اور ستارہ پرست، اور عیسائی اور مجوس، اور مشرک خدا ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔" سورۃ السجدہ میں فرمایا: ان ربک ھو یفصل بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون (۳۲: ۲۵) "بلاشبہ تمہارا پروردگار ان میں جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے قیامت کے روز فیصلہ کر دے گا۔"

ایک کسان کی زندگی اس نظارہ سے واقف ہے۔ وہ ہمیشہ یہی کام کرتا ہے اسی طرح قیامت کے روز اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو اللہ تعالے جنت میں داخل کر دے گا اور بُروں کو جہنّم میں: ان الابرار لفی نعیم، وان الفجّار لفی جحیم (۸۲: ۱۳، ۱۴) "بے شک نیک لوگ ضرور نعمتوں میں ہوں گے اور بُرے دوزخ میں۔"

آثار و قرائن

(۱۸) یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا (۱۹) وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ اَبْوَابًا (۲۰) وَسُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَکَانَتْ سَرَابًا۔

جس دن صور پھونکا جائے گا۔ تو تم لوگ غول کے غول آموجود ہو گے، اور آسمان کھولا جائے گا تو اس میں دروازے ہو جائیں گے، اور پہاڑ چلائے جائیں گے۔ تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔

ان آیات میں قیامت کے بعض ابتدائی حوادث کا ذکر کیا گیا ہے، بارش نازل ہونے سے قبل سرد ہوا چلتی ہے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا ہے کہ بارانِ رحمت کا نزول ہو گا اور زمین مُردہ ہونے کے بعد زندہ ہو جائے گی۔ اسی طرح جب قیامت برپا ہو گی تو اس وقت قدرتِ الٰہیہ اپنا اثر دکھائے گی۔ تمام مُردوں میں زندگی پیدا ہو جائے گی اور سب کے سب اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے: یوم ندعوا کل اناس باما مھم (۱۷: ۷۱)۔ "جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔"

Marfat.com

موجودہ نظامِ شمسی درہم برہم ہو جائے گا۔ نجوم و کواکب کا نام و نشان باقی نہ رہے گا
اذا السماء انفطرت، واذا الکواکب انتثرت (۸۲: ۱ و ۲) "جب آسمان
پھٹ جائے گا اور جب تارے جھڑ پڑیں گے۔" آسمان میدانِ محشر کے لئے دروازوں
کی شکل میں بدل جائے گا: یوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملائکۃ
تنزیلا (۲۵: ۲۵) "جس دن آسمان ابر کے ساتھ پھٹ جائے گا۔ اور فرشتے
نازل کئے جائیں گے۔" اور پہاڑوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ وہ ہوا میں اڑتے دکھائی دینگے
جب موجودہ نظام ہی نہ رہا۔ تو تمام قوانین میں بھی تبدیلی ہونا ضروری ہے۔ ہر اس کشش کا
سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ جو پہاڑوں کو اپنی جگہ پر قایم و ثابت رکھے ہوئے تھی۔ اب
اس کے سوا کیا ہوگا کہ وہ خلا میں پھیل جائیں۔

پہاڑوں کے مختلف حالات

قرآن مجید نے علامات قیامت بیان کرتے ہوئے پہاڑوں کی مختلف حالتیں اپنے
اپنے وقت کے لحاظ سے ذکر کی ہیں ہم ان کے بعض حالات کو ایک سلسلہ میں بیان کئے
دیتے ہیں کہ آیات کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجائے۔

ان کی پہلی حالت یہ ہوگی: وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ
واحدۃ (۶۹: ۱۴) "اور زمین اور پہاڑ دونوں اٹھائے جائیں گے۔ پھر ایک بار گی
توڑ پھوڑ کر برابر کر دئے جائیں گے۔"

پھر یہ ہوگا: یوم یکون الناس کالفراش المبثوث وتکون الجبال
کالعھن المنفوش (۱۰۱: ۴ و ۵) "وہ قیامت ہے جس دن لوگ ایسے ہوں گے
جیسے بکھرے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے۔ جیسے رنگ برنگ کی دھنکی ہوئی
اون۔"

Marfat.com

اس کے بعد کی کیفیت یہ ہے: اذا رجت الارض رجا و بست الجبال بسا فکانت ھباء منبثا (۵۶: ۴ تا ۶) "جب زمین بھونچال سے لرزنے لگے اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پھر غبار ہو کر اڑنے لگیں۔"

سورۂ طٰہٰ میں یوں آتا ہے: ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا فیذرھا قاعا صفصفا لا تری فیھا عوجا ولا امتا (۲۰: ۱۰۵ تا ۱۰۷)۔ "اور تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ خدا ان کو اڑا کر بکھیر دے گا اور زمین کو ہموار میدان کر چھوڑے گا۔ جس میں نہ تم کجی اور پستی دیکھو گے نہ ٹیلا اور بلندی۔" تری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب۔ میں بھی اسی کی ایک حالت بیان کی گئی ہے۔ (۲۷: ۸۸) "اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو۔ تو خیال کرتے ہو کہ اپنی جگہ پر کھڑے ہیں۔ مگر وہ اس روز اس طرح اڑے پھریں گے جیسے بادل۔" اور ایک کیفیت یہ ہے: ویوم نسیر الجبال وتری الارض بارزۃ (۱۸: ۴۷) "اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف میدان دیکھو گے۔"

پہاڑوں کی یہ سب سے آخری شکل وہ ہو گی۔ جو آیت زیر بحث میں بیان کی گئی ہے جہاں کل تک سر بفلک پہاڑ کھڑے تھے، قیامت کے روز تو دیکھے گا کہ وہ اب چٹیل میدان ہیں، اب نہ تو انسان کے چھپنے کے لئے کوئی جگہ باقی ہے، اور نہ وہ اپنے آپ کو اپنے اعمال کی باز پرس سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ بلکہ ہر ایک شخص کو اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے کاموں کا جواب دینا ہو گا: فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ (۹۹: ۷ و ۸) "پس جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے۔ وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہے۔ وہ اسے دیکھ لے گا۔"

Marfat.com

نتائجِ اعمال

(۲۱) اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (۲۲) لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا (۲۳) لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا (۲۴) لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا (۲۵) اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا (۲۶) جَزَآءً وِّفَاقًا۔

بے شک دوزخ گھات میں ہے۔ یعنی سرکشوں کا وہی ٹھکانا ہے‘ اس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے‘ وہاں نہ ٹھنڈک کا مزا چکھیں گے۔ نہ کچھ کھانا پینا نصیب ہوگا۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ یہ بدلا ہے پورا پورا۔

جن لوگوں نے دنیا میں اپنی صورت نوعیہ کو خراب کر دیا اور اپنی فطرت صالحہ کے صاف وشفاف آئینہ کو خارجی اثرات ضلالت سے گرد آلود کر دیا۔ وہ اس گھاس اور بھوسہ کی طرح ہوں گے جو جانوروں کے آگے ڈال دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس کو پاؤں کے نیچے روندتے ہیں۔ ان تمام انسانوں کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ جو ان کی تاک میں لگی ہوگی۔ یہ اس جگہ بمدت ہائے دراز تک رہیں گے‘ شدت حرارت کی وجہ سے انہیں پانی کی تلاش ہوگی۔ مگر ان کی تمام سعی و کوشش بے کار جائے گی اور یہ ان کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ہوگا: وما ربك بظلام للعبيد‘ سورۂ انعام میں آتا ہے: وَ من جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها۔ وهم لا يظلمون (۶: ۱۶۰) اور جو برائی لائے گا۔ اسے ویسی ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

عذاب کا سبب

(۲۷) اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا (۲۸) وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا

یہ لوگ حساب آخرت کی امید ہی نہیں رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو جھوٹ سمجھ کر جھٹلاتے

Marfat.com

(۲۹) وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا (۳۰) فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۔ رہتے تھے، اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے، سو اب مزا چکھو، ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔

اللہ تعالےٰ نے ہر انسان کو دو قوتیں نوازش فرمائی ہیں:

(الف) قوتِ نظریہ، کہ ہر ایک کام کی حقیقتِ اصلیہ معلوم کرلے۔

(ب) قوتِ عملیہ، اس تلاش و تحقیق کے بعد اس پر عمل پیرا بھی ہو۔

ان لوگوں کو سخت ترین عذاب اس لئے ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنی دونوں قوتوں کو برباد کر دیا، انہیں اپنی ذمہ داری اور مسئولیت کا مطلق خیال نہ تھا، اور وما اظن الساعۃ قائمۃ کہہ کر قیامت کا انکار کرتے تھے۔ پھر اسی کے ساتھ اس تعلیم کی بھی تکذیب کرتے جو انہیں جزائے اعمال کی طرف متوجہ کرتی۔

علم النفس میں یہ مسئلہ اعلیٰ بدیہیات سے ہے کہ انسان خواہ کیسا ہی حقیر سے حقیر کام کیوں نہ کرے اس کا اثر ضرور باقی رہتا ہے اور اس شخص کو اس کا بدلہ ملتا ہے اگر اس نے نیکی کی تو کم از کم آئندہ نیک کاموں میں اس کو مدد ملے گی اور اگر اس نے برائی کا ارتکاب کیا، تو اسے بدکرداری کا شوق پیدا ہوگا۔ اسی حقیقت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی، فسنیسرہ للیسری۔ واما من بخل واستغنی، وکذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری (۹۲: ۵ تا ۱۰) "تو جس نے خدا کے رستے میں مال دیا اور پرہیزگاری کی، اور نیک بات کو سچ جانا اس کو ہم آسان طریقہ کی توفیق دیں گے، اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اسے سختی میں پہنچائیں گے۔" ایک اور مقام پہ یوں ارشاد ہوا: والیل وما وسق، والقمر اذا اتسق لترکبن طبقا عن طبق، (۸۴: ۱۷ تا ۱۹)۔ "اور رات کی قسم اور جن چیزوں کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے

Marfat.com

ان کی اور چاند کی جب کامل ہو جائے۔ کہ تم درجہ بدرجہ رتبۂ اعلےٰ پر چڑھو گے۔"

یہی حقیقت نفس الامری کو آیت وکل شیٔ احصینٰہ کتابا میں بیان کیا۔ اگرچہ یہ لوگ اپنے اعمال فاسقہ کو بھول جائیں۔ مگر ان کے ایک ایک کام پر ہماری نظر ہے۔ اور ان کے تمام اعمال حیات کو ہم نے محفوظ رکھا ہے: احصٰہ اللہ ونسوہ (۵۸: ۶) "خدا کو وہ سب کام یاد ہیں۔ اور یہ ان کو بھول گئے" پس آج جو کچھ مل رہا ہے۔ یہ اپنے ہی اعمال کے نتائج ہیں اور اس لئے عذاب کے سوا اور کیا چیز مل سکتی ہے۔

اربابِ تقویٰ

گذشتہ آیات میں ان لوگوں کا تذکرہ تھا۔ جو اعمالِ فاسقہ کی وجہ سے بالکل بیکار ہو چکے ہیں۔ اور اب ان میں اور حیوانوں میں کوئی فرق و امتیاز باقی نہیں رہا۔ یہی شرالبریہ ہیں، یہی الاعمیٰ ہیں۔ یہی اولٰئک کالانعام بل ھم اضل کے مصداق حقیقی ہیں، اور یہی الذین لا یعلمون کے گروہ میں داخل ہیں۔ اس لئے ان کی وہی حیثیت ہے جو بھوسہ کی ہوا کرتی ہے۔

آیندہ آیات میں ان اربابِ صلاح و تقویٰ کا بیان ہے جن کی تمام تر زندگی نیکی میں گزری ہے، جن پر انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کا رنگ غالب ہے۔ اور جو قلب سلیم لے کر مالک یوم الدین کے دربار میں حاضر ہوں گے:

(۳۱) اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا (۳۲) حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا (۳۳) وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا (۳۴) وَّکَاْسًا دِهَاقًا

بے شک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے۔ یعنی باغ اور انگور، اور ہم نوجوان عورتیں اور شراب کے چھلکتے ہوئے گلاس، وہاں

Marfat.com

(۳۵) لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (۳۶) جَزَاءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا (۳۷) رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا۔

نہ بے ہودہ باتیں سنیں گے۔ نہ جھوٹ خرافات، یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے صلہ ہے انعام کثیر، وہ جو آسمانوں اور زمین اور جو ان دونوں میں ہے سب کا مالک ہے۔ بڑا مہربان، کسی کو اس سے بات کرنے کا یارا نہ ہوگا۔

مفاز مصدر ہے۔ اور اس کے معنی کامیاب ہونے کے ہیں۔ حدائق کے معنی اس باغ کے ہیں۔ جو چار دیواری سے گھرا ہوا ہو اور یہ حدیقہ کی جمع ہے۔ کواعب جمع ہے کاعب کی۔ یہ کعب سے ماخوذ ہے جس کے معنی کسی چیز کے ابھرنے کے ہیں۔ کعب ٹخنے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ دونوں طرف سے ابھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے کاعب اس نوجوان عورت کو کہا جاتا ہے۔ جس کا سینہ ابھرا ہوا ہو۔ وھاقا اضداد میں سے ہے۔ اسکے معنی بھرنا اور خالی کرنا۔ دونوں آتے ہیں۔ اس جگہ بھرنے کے معنی ہیں۔

جنّت کی حقیقت

آیات مذکورۃ الصدر میں جو نعمتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ صرف ارباب تقوے کے لئے مخصوص ہیں۔ قرآن نے مختلف الفاظ میں جنت کے مخصوصات کو بیان کیا ہے فیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین، وانتم فیھا خالدون (۴۳ : ۷) وہاں جو جی چاہے اور جو آنکھوں کو اچھا لگے۔ موجود ہوگا اور اے اہل جنت تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ دوسری جگہ آتا ہے: وھم فی ما اشتھت انفسھم خلدون (۲۱ : ۱۰۲) اور جو کچھ ان کا جی چاہے گا اس میں یعنی ہر طرح کے عیش اور لطف میں ہمیشہ رہیں گے۔" سورۂ حجر میں فرمایا: ادخلوھا بسلم آمنین

Marfat.com

ونزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانا علی سرر متقبلین
لا یمسهم فیها نصب وما هم منها بمخرجین (۱۵: ۴۶ تا ۴۸)

"ان سے کہا جائے گا کہ ان میں سلامتی اور خاطر جمع سے داخل ہو جاؤ اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی۔ ان کو ہم نکال کر صاف کر دیں گے۔ گویا بھائی بھائی تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہ ان کو وہاں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ حدیث میں آتا ہے: ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر" نہ آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا۔ اور نہ کسی دل میں اس جنت کی نعمتوں کا وہم و گمان بھی گذرا۔"

کتاب و سنت کی ان تصریحات کے بعد کون شخص یہ دعوے کر سکتا ہے کہ یہی دنیا جنت ہے۔ اس عالم کون و فساد میں جنت کا ہونا غیر ممکن ہے۔ اس لئے کہ یہاں نیکی اور بدی، خیر اور شر، اور رنج و راحت کا اس درجہ اختلاط و التباس ہے کہ دونوں کا جدا کرنا محال قطعی ہے اور جنت ایسی جگہ ہے کہ جہاں لطف و سرور کے سوا کوئی چیز نہیں۔ اور اگر قرآن و حدیث کے ان ارشادات کے ساتھ یہ بھی ملا لیا جائے کہ یہ الطاف نہائے گوناگوں اس اللہ کی طرف سے نوازش ہونگے۔ جو زمین و آسمان کا مالک ہے۔ اور جس کی صفت رحمت ہر جگہ کار فرما ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لطف و نوازش بھی کرے اور اس میں شائبہ تکلیف بھی ہو۔ اس لئے جنت وہی جگہ ہو سکتی ہے جس میں راحت و آرام کے سوا کچھ بھی نہ ہو۔ اور یہ دنیا اس کی جگہ نہیں۔

اس روز جو کچھ ملے گا۔ وہ خدائے قدوس کی رحمت کا نتیجہ ہوگا۔ پھر جب زمین و آسمان کا مالک دینے پر آئے تو اس کی دین کا کیا پوچھنا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ یہ جو کچھ ہے۔ اس کا فضل ہی فضل ہے۔ کوئی شخص اپنے استحقاق کی بنا پر اس سے اپنا حق نہ طلب کر سکے گا۔ اس کی جلالت و کبریائی اور ہیبت و جبروت کی کیفیت

ہو گی - کہ بغیر اجازت اس سے کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ پڑے گی +

کس روز

(۳۸) یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔

جس دن روح اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا - مگر جس کو خدائے رحمٰن اجازت بخشے ، اور اس نے بات بھی درست کہی ہو -

اسی دن پر نتائج نکلیں گے' اس روز کائنات ارضی وسماوی کی مرکزی روح بھی حاضر ہو گی - جو اپنی مرکزیت کی بنا پر تمام اجزائے کائنات میں عموماً اور جملہ افراد نوع انسانی میں خصوصاً باعتبار انعام وتعذیب مؤثر ہے - اسی کے عکس کی بدولت تمام ارواح میں زندگی کے آثار نمایاں تھے - ملائکہ بھی اس روز موجود ہوں گے - جو مختلف قوتوں کے مظاہر تھے - اور جن کو لوگوں نے غلطی سے اللہ کی بیٹیاں بنا رکھا تھا : واتّخذ من الملائکۃ اناثا (۱۷ : ۴۲) وہ بھی دربارِ خداوندی میں صف بستہ اپنی عاجزی و درماندگی کا اظہار کر رہے ہوں گے - وجاء ربّك والملك صفًّا صفًّا (۸۹ : ۲۲) تجلّیات الٰہیہ کا ظہور ہو گا - شہنشاہ زمین و آسمان کی جلالت قدر کے باعث سب کے سب بے بس ہوں گے اور کسی کو یارائے تکلّم نہ ہو گا : یومئذٍ یتّبعون الداعی لاعوج لهٗ وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا همسا (۲۰ : ۱۰۸) اس روز لوگ ایک پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس کی پیروی سے انحراف نہ کر سکیں گے اور خدا کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی - تو تم آواز خفی کے سوا کوئی آواز نہ سنو گے "

البتہ وہی شخص بول سکے گا جس کو اللہ خود اجازت فرما دے اور بولنے والا بھی سچ سچ کہے : یومئذٍ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن له الرحمٰن ورضی لهٗ

Marfat.com

قولہ (۲۰ : ۱۰۹) اس روز کسی کی سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی۔ مگر اس شخص کی جسے خدا اجازت دے، اور اس کی بات پسند فرمائے۔

رجوع الی المقصود

(۳۹) ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا (۴۰) اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرٰبًا۔

یہ دن برحق ہے۔ پس جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانا بنا لے، ہم نے تم کو عذاب سے جو عنقریب آنے والا ہے۔ آگاہ کر دیا ہے جس دن ہر شخص ان اعمال کو جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا۔

جس قدر دلائل ہم نے اوپر بیان کئے ہیں ان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ قیامت ضرور ہونے والی ہے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا: ان الدین لواقع، اگر طلبہ کو امتحان کا یقین نہ ہو تو وہ کبھی اپنا وقت درس و مطالعہ میں صرف نہ کریں گے۔ اگر سپاہی کو بازپرس کا خوف نہ ہو تو وہ رات کے وقت اپنا عیش و آرام ترک کر کے پاسبانی نہ کرے گا۔ ایسے ہی اگر ہمارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور ان کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی۔ تو دنیا صرف کھیل اور تماشہ کا گھر رہ جاتی ہے اور عقل سلیم اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

پس جزائے اعمال یقینی ہے۔ اور ہم سے بازپرس ہو گی۔ تو اب جس کا جی چاہے اپنے اخلاق میں تہذیب و شائستگی پیدا کرے کہ اس کو دربار الٰہی میں تقرب حاصل ہو اور تمام اقوام عالم کے سامنے اس کو ذلیل نہ ہونا پڑے: یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ (۳ : ۱۰۶) "اس روز بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے سیاہ"

Marfat.com

یہ عذاب کچھ دور نہیں۔ بلکہ سر پہ کھڑا ہے۔ قیامت کے روز جب کفار سے سوال کیا جائے گا۔ کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے ؟ تو وہ جواب دیں گے: لبثنا یوما او بعض یوم "ایک دن پورا یا اس کا کچھ حصہ"۔ دوسری جگہ آتا ہے۔ کہ جس وقت قیامت کا ہولناک منظر ان کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ تو وہ یوں خیال کریں گے: کانّھم یوم یرونھا لم یلبسوا الا عشیۃ او ضحٰھا: (۷۹: ۴۶) جب وہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں صرف ایک شام یا صبح رہے تھے۔ حدیث میں آتا ہے: بعثت انا والساعۃ کھاتین۔ "جس طرح یہ دونوں انگلیاں باہم دگر ملی ہوئی ہیں، اسی طرح میرے بعد اب قیامت ہی آنے والی ہے۔ درمیان میں کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔" دوسری حدیث میں آتا ہے۔ "من مات فقد قامت قیامتہ۔ "مرنے کے بعد انفرادی اعمال کا حساب کتاب فوراً شروع ہو جاتا ہے"۔ اجتماعی افعال کی بازپرس اس وقت ہوگی۔ جب تمام نوع انسانی ایک میدان میں جمع ہو جائے۔ پہلی قیامت صغریٰ ہے اور دوسری قیامت کبریٰ۔

اس روز ہر شخص اپنے تمام اعمال دیکھ لے گا، ووجدوا ما عملوا حاضراً، ایک جگہ یوں ارشاد ہے: ینبؤا الانسان یومئذٍ بما قدم واخر (۷۵: ۱۳) "اس دن انسان کو جو عمل اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتادیے جائیں گے۔ ان اعمال فاسقہ کو دیکھ کر اس کو بے حد ندامت ہوگی اور شرم کے مارے گڑھا جائے گا۔ اس لئے ہر وہ شخص جس میں نوع انسانی کے قانون کا کامل ظہور نہ ہوا ہوگا اس کی یہ خواہش ہوگی کہ وہ مٹی بن جائے اور کسی قسم کا احساس باقی نہ رہے۔ مگر یہ آرزو بے کار جائے گی۔: یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوی بھم الارض، ولا یکتمون اللہ حدیثاً (۴: ۴۲) "اس روز کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش ان کو زمین میں مدفون کر کے مٹی برابر کر دی جاتی اور خدا سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے"۔

Marfat.com

النازعات

(آیات ۴۶، رکوع ۲)

موضوعِ سورۃ

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو ذمہ دار اور مسئول پیدا کیا گیا ہے اس سے یقیناً ایک روز باز پرس ہو گی اور اسے اپنے اعمال کا جواب دینا پڑے گا۔ اگر وہ ذرا غور و فکر سے کام لے تو اس کی زندگی کے روزانہ واقعات اس عقیدۂ صالحہ کی شہادت دیں گے۔ مگر اس کی غفلت اور خود فراموشی کا یہ عالم ہے۔ کہ روزمرہ وہ ان بینات و شواہد کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور پھر بھی اس مسئولیت کی طرف اس کی توجہ منعطف نہیں ہوتی: یمرّون علیھا وھم عنھا معرضون۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم بار بار اس کا ذکر کرتا ہے۔ تاکہ انسان کسی کام میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اس کے نتائج و ثمرات میں بھی اچھی طرح غور و فکر کر لے۔ چنانچہ سورۂ نازعات کا بھی وہی موضوع ہے۔ جو سورۂ نبا کا تھا۔ مگر اندازِ گفتگو اور طریقِ استدلال اس سے بالکل جدا گانہ ہے۔

ابتدائی پانچ آیات میں فرشتوں کے مختلف فرائض بیان کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ جب

Marfat.com

ہر وقت وہ اللہ کا ہر حکم ماننے کے لئے ہمہ تن تیار رہتے ہیں، اور اس کی تعمیل میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کرتے تو یاد رکھو اسی طرح انہیں صرف فرمانِ خداوندی کا انتظار ہے فوراً اس تمام کائنات ارضی و سماوی کو نیست و نابود کر دیں گے اور کسی چیز کا بھی نام و نشان باقی نہ رہے گا۔ پھر آیت ۱۴ تک بتایا کہ قیامت کی نسبت جو تمہارے دل میں شبہات ہیں کہ وہ ایک نہایت ہی مشکل کام ہے۔ تو ان تمام شکوک کو دل سے نکال دو اسلئے کہ وہ صرف ایک ڈانٹ ہوگی اور تم سب کے سب میدانِ حشر میں خوف زدہ موجود جاؤ گے۔

اگر اب بھی تمہیں یہی خیال ہے کہ عظیم الشان سلسلۂ کائنات کس طرح تباہ ہوگا تو تاریخ عالم کی ورق گردانی کرو اور فرعون کے جاہ و حشمت، قوت و طاقت اور پھر تباہی و بربادی کو اپنے سامنے لاؤ یہی ایک واقعہ تمہارے لئے عبرتوں اور بصیرتوں کا دروازہ کھول دے گا۔ آیت نمبر ۲۶ تک یہی مضمون ہے۔

انسان کو اپنی نسبت کبھی کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ بھلا میں کس طرح فنا ہو کر دوبارہ پیدا کیا جا سکتا ہوں، اس پر فرمایا کہ تم پہاڑوں کو دیکھو، دن اور رات میں غور کرو، زمین اور اس کے دریاؤں کی طرف نظر دوڑاؤ۔ پھر بتاؤ۔ ان تمام چیزوں کا پیدا کرنا مشکل تھا یا تمہارا۔ آیت ۳۴ سے بتایا گیا کہ اگرچہ اس وقت تمہیں کسی قسم کا احساس نہیں ہوتا مگر جب وہ حادثۂ کبریٰ رونما ہوگا۔ اس دن تمہیں اپنے اعمال یاد آجائیں گے۔ لیکن اس وقت نصیحت حاصل کرنا بے کار ہوگا۔ اس روز تو نتائج نکلیں گے۔ جن لوگوں نے دنیاوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی۔ وہ جہنم میں جائیں گے اور ارباب ایمان جنت میں، آیت ۴۱ تک یہی مضمون ہے۔

جب اس قسم کے ہولناک نتائج انسان کے سامنے آتے ہیں تو وہ اتنی بات تو ضرور تسلیم کر لیتا ہے کہ قیامت یقیناً آئے گی۔ مگر چونکہ ابھی تک استبعاد اس کی طبیعت میں باقی ہے، اس لئے اب یہی خیال دوسری صورت اختیار کرتا ہے اور وہ پوچھتا ہے کہ

Marfat.com

اتنا بڑا حادثہ کب رونما ہوگا۔ تاکہ اس تاریخ سے قبل مناسب تیاری کرلی جائے۔ ظاہر ہے کہ رسول کا یہ کام نہیں، اس کا فرض انذار و تبشیر ہے۔ اور بس۔ نہ وہ اس تاریخ کی تعیین سے واقف ہے اور نہ اس کے دائرہ عمل میں یہ بات داخل ہے۔ کہ اس کا علم حاصل کرے ہاں اس کے آثار و قرائن کا اس کو علم ہے۔ اور انہیں اس نے تمہارے سامنے من وعن بیان کردیا ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس پر ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے اس سے انکار کردے۔ البتہ اتنی بات یاد رہے کہ جب وہ وقت آئے گا۔ تو دنیا کی تمام زندگی تمہارے نزدیک صرف ایک شام یا صبح کے مانند معلوم ہوگی۔ اور اسی پر سورت کو ختم کردیا۔

Marfat.com

رفع استبعاد

اقسام القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا (۲) وَالنّٰشِطٰتِ
نَشْطًا (۳) وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا
(۴) فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا (۵) فَالْمُدَبِّرٰتِ
اَمْرًا۔

ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں اور ان کی جو آسانی سے کھول دیتے ہیں۔ اور ان کی جو تیرتے پھرتے ہیں۔ پھر لپک کر آگے بڑھتے ہیں۔ پھر دنیا کے کاموں کا انتظام کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں کی قسمیں بیان کی ہیں۔ ان کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ان چیزوں کو اپنے دعاوی کے ثبوت میں بطور شواہد و بینات کے پیش کیا گیا ہے ان کی عظمت اور عجائبات کا ذکر کرنا مقصود نہیں جیسا کہ عام طور پر مفسرین کرام کا خیال ہے اور غالباً اسی لئے امام فخر الدین رازی نے والتین والزیتون کی تفسیر میں ان کے طبی فوائد شمار کئے ہیں۔

ایک انسان کوئی دعوے کرتا ہے اور اس کے ثبوت میں گواہ لاتا ہے لیکن جب

Marfat.com

اس کے پاس گواہ نہیں ہوتے تو وہ قسم کھاتا ہے۔ یعنی جس چیز کی قسم کھاتا ہے اس کو وہ آخری اور قطعی شہادت کی شکل میں پیش کرتا ہے۔ یہی مطلب اقسام القرآن کا ہے مگر اسی کے ساتھ اتنا اور ذہن نشین کر لیجیے کہ بسا اوقات ہمارے دعوے اور قسم میں کوئی ربط اور تعلق نہیں ہوتا مگر اللہ تعالے جو قسمیں بیان فرماتا ہے۔ ان کا دعوی کے ساتھ بہترین تعلق ہوتا ہے۔ اس دعوے کی تصدیق آپ کو اس وقت ہوگی جب آپ ہماری تمام کتاب پڑھ لیں گے۔

عربی زبان میں کئی الفاظ قسم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ یہاں ان کا باہمی فرق بیان کر دیں۔ تاکہ کسی قسم کا شک باقی نہ رہے۔

(۱) قسم، اس کے معنی شہادت کے ہیں، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اور اللہ تعالے اس کو برابر استعمال کرتا ہے۔

(۲) یمین، اس کے اصلی معنی توکیل اور ذمہ داری کے ہیں اور یہ معاملات کے زیادہ مناسب ہے۔

(۳) ایلاء، یہ بالکل نذر اور منت کے معنی میں ہے۔ اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب آپ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عہد کریں۔ مگر عموماً اس کا استعمال ضرر کے لئے مخصوص ہے، اسی بناء پر اللہ تعالے کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔

(۴) حلف، ادنے درجہ کے لوگ بات بات پر قسم کھاتے ہیں شریف انسان اس کے استعمال سے پرہیز کرتا ہے۔ اور اللہ تعالے کی شان تو اس سے بہت زیادہ ارفع و اعلے ہے۔ قرآن نے خود اس کی مذمت کی ہے: ولا تطع کل حلاف مھین (۶۸ : ۱۰) اور کسی ایسے شخص کے کہنے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات ہے۔"

Marfat.com

رجوع الی المقصود

اس قدر تمہید کے بعد اب آپ اس سورۃ کی قسموں میں غور کیجئے۔ جن کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف اقوال بیان کئے ہیں۔ مگر حافظ ابن کثیر نے صرف ایک ہی قول کو صحیح قرار دیا ہے ان کی رائے یہ ہے کہ ان تمام اقسام سے فرشتے مراد ہیں اور ان کے مختلف اعمال کی ان آیات میں تشریح کی گئی ہے۔ ابن مسعود، ابن عباس، مسروق، سعید بن جبیر، ابوصالح، اور ابوالضحیٰ اسی طرف گئے ہیں۔ اور یہی ہمارا خیال ہے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ کفار کے نزدیک مشکل ترین مسئلہ یہی ہے کہ قیامت کس طرح ہوسکتی ہے اور وہ بار بار اپنے تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ ان آیات میں فرشتوں کے مختلف اقسام اور ان کے فرائض کی طرف ان منکرین قیامت کو متوجہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض فرشتے وہ ہیں۔ جو کفار کی روح قبض کرنے پر معین کئے گئے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں نے اپنی تمام زندگی غیر ذمہ دارانہ طریق پر بسر کی ہے۔ اس لئے مرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور ہر ممکن طریق سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جب ان کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ان کی روح جسم کے ہر ایک کونے میں چھپتی ہے کہ شاید نجات کی کوئی صورت نکل آئے اس لئے فرشتوں کو ان کے جسم کے ایک ایک کونہ کی تلاش کرکے ان کی رُوح کو نکالنا پڑتا ہے۔

مگر ان کے برخلاف ایک مسلمان اللہ کے نام پر ہر وقت مرنے کو تیار رہتا ہے وہ نہایت مسرت و شادمانی سے اپنی جانِ عزیز خدا کے سپرد کردیتا ہے اور فرشتوں کو ان کی روح قبض کرتے ہیں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔

ہم اپنی تفسیر میں یہ بات واضح کرچکے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مختلف قسم کے ملائکہ پیدا کئے ہیں اور ہر جماعت کے فرائض جداگانہ ہیں۔ اگر ایک جماعت عرشِ الٰہی کے

Marfat.com

اور اگر دکھ دینے والی ہے۔ تو دوسری عرش کو اٹھانے والی۔ بعض وہ فرشتے ہیں۔ جو آسمان و زمین کے درمیان تیرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف حکم خداوندی کے منتظر ہیں جس وقت وہاں سے کوئی حکم ملتا ہے فوراً آگے بڑھتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے میں اس کو لے لوں۔ ارشاد خداوندی کے بعد سب کے سب اپنے فرائض کی بجا آوری میں اس طرح مصروف ہو جاتے ہیں۔ کہ انہیں دنیا جہان کی مطلق خبر نہیں رہتی ۔

فرشتوں کی خصوصیت

قرآن کریم نے اگرچہ فرشتوں کے مختلف اقسام بیان کئے ہیں مگر خصوصیت سب کی ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے: لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یومرون (۶۶ : ۶) جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔ اس صفت کو پیش نظر رکھ کر کفار کو یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ آج جس طرح وہ ان فرائض کی بجا آوری میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کرتے۔ اسی طرح جب مالک السموٰت والارض اس کائنات عالم کو فنا کرنے کا ارادہ کرے گا۔ تو صرف ایک اشارہ کُن کافی ہو گا۔ اور یہ تمام فرشتے ایک ہی آن میں سب کچھ نیست و نابود کر دیں گے: وللہ غیب السموٰت والارض، وما امر الساعۃ الا کلمح البصر او ھو اقرب، ان اللہ علی کل شیء قدیر ، (۱۶ : ۷۷) "اور آسمانوں اور زمین کا علم خدا ہی کو ہے۔ اور خدا کے نزدیک قیامت کا آنا یوں ہے۔ جیسے آنکھ کا جھپکنا۔ بلکہ اس سے بھی جلد تر۔ کچھ شک نہیں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ سورۂ القمر میں فرمایا: وما امرنا الا واحدۃ کلمح البصر (۵۴ : ۵۰)" اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔"

پس کفار منکرین قیامت اسے کچھ مشکل خیال نہ کریں۔ ان اقسام سے عبرت اندوز

ہوں۔ اور اس آنے والے دن کے لئے تیار ہو جائیں۔

اظہارِ تعجب

(۶) یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (۷) تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (۸) قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ (۹) اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ۔ (۱۰) يَقُولُونَ ءَاِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ (۱۱) ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً (۱۲) قَالُوا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ (۱۳) فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۴) فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ

(غرض روزِ قیامت ضرور آنے والا ہے) جب کہ زمین لرز جائے' اور زلزلے کے بعد زلزلہ آئے' اس دن بہت سے دل دھڑک رہے ہوں گے' ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی۔ کہتے ہیں کہ کیا ہم مرنے پیچھے پھر اُلٹے پاؤں لوٹائے جائیں گے' کیا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے' کہتے ہیں۔ کہ ایسا ہوا تو یہ لوٹنا نقصان کی بات ہے۔ سو قیامت کی لہبا تھی حقیقت ہے۔ کہ ایک ڈانٹ بتائی اور ایک دم سے سب لوگ میدانِ حشر میں آموجود ہوئے۔

راجفۃ، رجف زلزلے کو کہتے ہیں۔ رادفۃ، ہر وہ چیز جو ایک چیز کے بعد آئے' اسی سے رولیت شعر ہے' واجفۃ، وجات کہتے ہیں ڈرنے اور مضطرب ہونے کو، حافرہ، حفر سے جس کے معنی کھودنے کے ہیں۔ اس سے مراد قبر ہے' نخرۃ، پُرانے اور بوسیدہ ہونے کو کہتے ہیں، ساھرۃ، میدان،

حادثہ قیامت جب رونما ہوگا۔ تو اُن سے قبل مسلسل یکے بعد دیگرے زلزلے آئیں گے جیسا کہ جدید ترین تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس وقت لوگوں کی کیفیت یہ ہوگی۔ کہ خوف و دہشت کے مارے سب کے دل دھڑک رہے ہوں گے اور اپنے

Marfat.com

اعمال اور ان کے نتائج کو یاد کر کے ان کی آنکھیں شرم و ندامت اور حسرت و یاس سے نیچے جھکی ہوں گی۔

کفار و مشرکین کے سامنے جب اس حادثہ کبریٰ کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں تو وہ تمسخر و استہزا کرتے ہیں اور ہنسی کے طور پر کہتے ہیں کہ کیا واقعی قبروں میں پھر دوسری مرتبہ زندگی ملے گی۔ بھلا کیا گل سڑ جانے کے بعد پھر ہڈیاں درست ہو جائیں گی بے شک اگر ایسا ہوا تو یہ لوٹنا یقیناً نقصان کا موجب ہو گا۔

یہ لوگ قیامت کو بعید از عقل و فہم خیال کرتے ہیں۔ انہیں کسی طرح بھی یقین نہیں آتا۔ کہ یہ ممکن ہے۔ اس لیئے وہ اس خیال پر ہنستے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خدائے قادر و توانا کے لیئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں۔ صرف ایک حکم کی دیر ہے کہ سب کے سب اس کے روبرو ایک میدان میں جواب دینے کے لئے موجود ہو جائیں گے۔

ونفخ فی الصّور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الا من شاء اللہ، ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون (۳۹ : ۶۸)

اور جب صور پھونکا جائے گا۔ تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ مگر وہ جس کو خدا چاہے۔ پھر دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔" دوسری جگہ آتا ہے: یوم یدعوکم فتستجیبون بحمدہ و تظنون ان لبثتم الا قلیلا (۱۷ : ۵۲)

"جس دن وہ تمہیں پکارے گا۔ تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم دنیا میں بہت کم مدت رہے"

فرعون کی ہلاکت

اگر ان لوگوں کو اب بھی شک و اشتباہ ہے اور ان کے خیال میں یہ بات نہیں

رہ سکتی۔ کہ اتنا بڑا کارخانہ کس طرح فنا کیا جا سکتا ہے کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے تو انہیں چاہیئے کہ وہ ذیل کے واقعہ میں غور و فکر سے کام لیں۔ اس سے ان کے تمام شبہات زائل ہو جائیں گے۔

(۱۵) هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی (۱۶) اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (۱۷) اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی (۱۸) فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓی اَنْ تَزَكّٰی (۱۹) وَاَهْدِیَكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی (۲۰) فَاَرٰىهُ الْاٰیَةَ الْكُبْرٰی۔

موسےٰ کا قصہ بھی تم کو پہنچا ہے۔ جب ان کو طوےٰ کے میدان پاک میں ان کے پروردگار نے پکار کر فرمایا کہ موسےٰ! فرعون کے پاس جاؤ۔ کہ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے۔ اور کہو کہ بھلا تجھ کو اس کی بھی کچھ فکر ہے۔ کہ تو پاک صاف ہو جائے۔ اور میں تجھ کو تیرے پروردگار کی طرف کا رستہ دکھاؤں اور تو اس سے ڈرے۔ چنانچہ موسےٰ نے جا کر اس کو بڑا معجزہ دکھایا۔

کوہ طور کے دامن میں جو وادی ہے۔ اس کا نام طوےٰ ہے۔ چنانچہ ایک جگہ آتا ہے۔ وناديناه من جانب الطور الايمن وقربنه نجيا (۱۹: ۵۲)

"اور ہم نے ان کو طور کی داہنی جانب پکارا۔ اور باتیں کرنے کے لئے نزدیک بلایا۔"

ان آیات میں فرعون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جو مصر کا سب سے زیادہ جابر اور متکبر بادشاہ تھا۔ جس نے انتہائی ظلم وجور پر کمر باندھ رکھی تھی اور جو اپنے تمرّد وعصیان کے نشۂ باطل میں اس قدر مست تھا کہ اپنے آپ کو انا ربکم الاعلیٰ کہتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی ہدایت و راہ نمائی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ جنہوں نے اس کو ہر قسم کے معجزات دکھائے کہ وہ عبرت پکڑے۔

Marfat.com

عبرۃ لمن یخشیٰ

(۲۱) فَکَذَّبَ وَعَصٰی (۲۲) ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی (۲۳) فَحَشَرَ فَنَادٰی (۲۴) فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (۲۵) فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی (۲۶) اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی۔

تو اس نے جھٹلایا، اور نافرمانی کی، پھر لوٹ گیا اور لگا موسےٰ کے خلاف تدبیریں کرنے، یعنی لوگوں کو جمع کیا، اور ان میں یوں منادی کرادی اور کہہ دیا کہ میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔ تو اس کو خدا نے آخرت اور دنیا میں دھر پکڑا۔ بے شک جو شخص ڈرتا ہے اس کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے۔

نکال بمعنی تنکیل اس عذاب کو کہتے ہیں۔ جسے لوگ دیکھ کر اس سے عبرت پکڑیں۔ اس کے اصلی معنی منع کرنے کے ہیں، چونکہ تعذیب بھی لوگوں کو ان باتوں کے کرنے سے روکتی ہے۔ جن کا نتیجہ تعذیب ہو۔ اسلئے تنکیل کو تعذیب کہتے ہیں۔

اگرچہ حضرت موسیٰؑ نے ہر ممکن طریق سے فرعون کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی اور ہر قسم کے دلائل اس کے سامنے پیش کئے مگر وہ برابر ان تمام باتوں کا انکار ہی کرتا رہا بلکہ ان معجزات قاہرہ کو دیکھنے کے بعد اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو موسیٰؑ کا خاتمہ کر دینا چاہیئے۔ اس نے تمام اطراف مملکت سے عظیم الشان لشکر جمع کیا۔ اور انا ربکم الاعلیٰ کا ڈنکا بجایا۔

بے شک موسےٰ ایک عاجز و درماندہ انسان تھے۔ ان کے پاس کوئی مسلح فوج نہ تھی جو اس کا مقابلہ کرتی۔ فرعون کا لشکر ہر قسم کے آلات حرب سے آراستہ تھا۔ اور تمام ملک کا خزانہ اس کی امداد پر۔ مگر دیکھیئے، اس کا انجام کیا ہوا اور اس کی اتنی بڑی سلطنت کہاں گئی

Marfat.com

فاخرجنٰھم من جنّٰت وعیون، وکنوز ومقام کریم (۲۶: ۵۷، ۵۸)

"تو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا اور خزانوں اور نفیس مکانات سے"۔ اس قصہ کی مزید تفصیل اور اس کے دلچسپ نتائج و عبر ہماری کتاب "بصائر" میں ملاحظہ کیجئے۔

اب غور کرو۔ کیا حکم خداوندی کے اجراء میں اس کی اتنی بڑی ... کوئی رکاوٹ پیدا کر سکی، کیا اس کے لشکر نے کچھ مدد کی۔ ہرگز نہیں۔ فرعون کا یہ واقعہ عبرتوں اور بصیرتوں کے صدہا خزانے اپنے اندر مخفی رکھتا ہے۔ بس وہ لوگ جو قیامت کو ناممکن خیال کرتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے فرعون جیسے جبار بادشاہ کو آن واحد میں نیست و نابود کر دیا۔ اسی طرح وہ تمام کائنات ارضی و سماوی کو بھی ایک ہی لمحہ میں فنا کر سکتا ہے۔

(۲۷) ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا (۲۸) رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا (۲۹) وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا (۳۰) وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا (۳۱) اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا (۳۲) وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا (۳۳) مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ

لوگو! بھلا تمہارا پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان کا بنانا کہ اس کو خدا نے بنایا۔ اس کی چھت کو اونچا کیا۔ پھر اس کو ہموار کیا اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کی دھوپ نکالی، اور اس کے علاوہ زمین کو بچھایا، اسی میں سے اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا اور پہاڑوں کو اس میں گاڑ کر ہلا دیا۔ یہ سب تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے فائدہ کے لئے۔

سمکھا کسی چیز کی بلندی جب نیچے کی جانب سے اوپر کی طرف تک لی جائے۔
اغطش کے لغوی معنے اندھیرے کے ہیں۔ یہ لازم و متعدی دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے
دحھا دحو کہتے ہیں بچھانے کو، مرعٰھا، چراگاہ،

Marfat.com

جو لوگ قیامت کو ناممکن الوقوع خیال کرتے ہیں وہ ذرا اس بات میں تو غور کریں کہ کیا اللہ تعالےٰ کے نزدیک ان لوگوں کا پیدا کرنا مشکل تھا۔ یا اس بے ستون آسمان کا بنانا جب اس نے یہ نیلگوں چھت بنائی، اور نہ صرف یہ بلکہ دن اور رات، زمین اور پہاڑ پانی اور مرغزار تو ا س کے لئے قیامت اور انسان کو دوبارہ زندگی بخشنا کیا مشکل ہے۔ یہ سمجھ لیجئے کہ اوپر جو کچھ مذکور ہوا ہے۔ وہ تمام و کمال صرف انسان ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تو کیا وہ انسان جس کی خاطر جمادات، نباتات، حیوانات اور کواکب و سیارات پیدا کئے گئے۔ مرنے کے بعد بالکل فنا ہو جائے گا۔ اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ یہ ناممکن ہے کہ یہ تمام کارخانہ لغو و مہمل ہو۔ ضرور ایک نہ ایک دن اس نظام کو توڑ دیا جائیگا اور اس روز انسان سے اس کے اعمال کی بازپرس ہوگی ؛

نتائجِ اعمال

(۳۴) فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى (۳۵) يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى (۳۶) وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى (۳۷) فَاَمَّا مَنْ طَغٰى (۳۸) وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۳۹) فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى (۴۰) وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (۴۱) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۔

تو جب بڑی آفت آئے گی، اس دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا۔ اور دوزخ دیکھنے والے کے سامنے نکال کر رکھ دی جائے گی۔ تو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا، اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔

الطامہ کہتے ہیں بڑی مصیبت اور آفت کو جو کسی طرح نہ ٹل سکے اور سب پر

نو لب آجائے: والساعة ادھی وامر (۵۴: ۴۶) اور قیامت ـــ ـــ

ان شواہد و بینات کے بعد انسان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ حادثہ کبرےٰ اور یہ مصیبت عظمیٰ یقینی اور قطعی ہے۔ اور اس سے کسی طرح بھی بچاؤ ممکن نہیں، جب یہ انقلاب عظیم رونما ہوگا۔ تو ہر انسان کو اپنے تمام وہ اعمال یاد آ جائیں گے۔ جو اس نے اپنی زندگی میں کیئے تھے۔ مگر امتداد زمانہ کی وجہ سے بالکل بھول گیا تھا، ادھر یہ اعمال یاد آئیں گے اور اُدھر دوزخ اس کے سامنے پیش کر دی جائے گی: وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا، (۱۹: ۷۱) " اور تم میں کوئی نہیں۔ مگر اُسے اس پر گزرنا ہوگا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے "۔

یہ وقت نتائج اعمال کا ہوگا۔ جن لوگوں نے اس زندگی میں طغیان و سرکشی اختیار کی اور دُنیاوی فوائد کو آخرت پر برابر ترجیح دیتے رہے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ لیکن جو اپنی ذمہ داری اور مسئولیت کے خیال سے ورع و تقوےٰ کی زندگی بسر کرتے رہے، اللہ کا خوف ان کے دل پر طاری رہا، اور انہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو شیطانی وساوس اور خواہشات نفسانی سے بچایا تو وہ یقیناً جنت میں جائیں گے۔

غرض یہ کہ اس روز صرف اعمال پر فیصلہ ہوگا: کل نفس بما کسبت رھینة، (۷۴: ۳۸) " ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گرو ہے "۔

قیامت کی تاریخ

(۴۲) یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا (۴۳) فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۴) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا

لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔ سو تم اس کے ذکر سے کس فکر میں ہو۔ اس کا منتہا یعنی

(۴۵) اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا (۴۶) كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا۔

واقع ہونے کا وقت تمہارے پروردگار ہی کو معلوم ہے۔ جو شخص قیامت سے ڈرنا چاہتا ہے تم اس کو آگاہ کر دینے والے ہو، اور بس، لوگ جس دن قیامت کو دیکھیں گے تو ان کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں دن کے آخر پہر ٹھہرے یا اول پہر۔

ان کفار و معاندین کو چاہیئے تو یہ تھا کہ جب قیامت کے یہ ہولناک واقعات و حوادث سنے تھے تو اس سے عبرت پکڑتے، اپنی اصلاح کرتے اور اپنی ذمہ داری و مسئولیت کا خیال کر کے اعمال فاسقہ سے مجتنب رہتے۔ مگر ان کے تمرّد و طغیان کی یہ حالت ہے کہ اب آپ سے اس کی تاریخ وقوع پوچھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر آج کسی شخص کو اپنے مرنے کی تاریخ معلوم ہو جائے تو اس کے تمام کاروبار زندگی میں اسی وقت ایک انقلاب عظیم رونما ہوگا اور پھر وہ کم از کم اس دنیا کے کام کا نہ رہے گا۔ اسی پر آپ قیامت کو قیاس کر لیجیے۔ اس نظامِ عالم کو قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی تاریخ کسی کو معلوم نہ ہو اور تو اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم نہیں۔ حالانکہ تمام انبیائے کرام سے زیادہ آپ نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔

حضرت جبرئیل نے آپ سے اس کی تاریخ کا سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا: ما المسئول عنھا باعلم من السائل، اس میدان میں ہم دونوں برابر ہیں۔ نہ میں جانتا ہوں نہ تم، اسی لئے سورۂ اعراف میں آتا ہے: یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا۔ قل انما علمھا عند ربی، لا یجلیھا لوقتھا الا ھو، ثقلت فی السمٰوٰت والارض، لا تاتیکم الا بغتۃ، یسئلونک کانک حفی عنھا، قل انما علمھا عند اللہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون (۱۸۷:۷)

"اے پیغمبر! لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کہیں اس کا نقل بھی ہے؟ تم ان کو جواب دو کہ اس کا علم تو صرف میرے پروردگار ہی کو ہے بس وہی اس کو اس کے وقت مقرر پر لا کھولے گا۔ وہ ایک بڑا بھاری حادثہ ہے جو آسمانوں اور زمین میں واقع ہوگا۔ قیامت تو بس اچانک تم لوگوں کے سامنے آموجود ہوگی۔ اے پیغمبر یہ لوگ تم سے قیامت کا حال اس طرح اصرار کے ساتھ دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس کی ٹوہ میں لگے رہتے ہو۔ اور تم کو اس کا وقت معلوم ہے، تو ان سے کہو کہ قیامت کا علم تو بس خدا ہی کو ہے لیکن اکثر آدمی نہیں سمجھتے۔"

بعض کتابوں میں قیامت کی تاریخ بیان کی گئی ہے اور بہت سے نجومی بھی اس قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ یہ سرتاپا غلط ہے اور کسی شخص کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑا خدا کا محبوب ہی کیوں نہ ہو۔

دُنیا کی زندگی

رسول کا فرض اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ وہ آثار و قرائن بیان کر کے لوگوں کو اس کے لئے تیار کر دے اور اس کے نتائج و عواقب ان کے سامنے پیش کر دے۔ تاریخ بتانا نہ اس کا کام ہے اور نہ اس میں کوئی فضیلت و بزرگی ہے۔

آج تو یہ لوگ جلدی کرتے ہیں۔ اس کی تاریخ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب وہ وقت آجائے گا۔ تو ان کو اپنی تمام زندگی اس کے سامنے بالکل بے معنی اور بے حقیقت معلوم ہوگی۔ اور وہ ایسا خیال کریں گے کہ دنیا میں ہماری زندگی چند گھنٹوں کی تھی۔ تو پھر جس حیات مستعار کا یہ نتیجہ ہو۔ اس پر اترانے اور فخر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سورۂ احقاف میں آتا ہے: کأنهم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعة من نهار (۴۶: ۳۵) "جس دن

یہ اس چیز کو دیکھیں گے۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، تو خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں رہے ہی نہ تھے مگر گھڑی بھر دن "۔ ایک جگہ یوں آتا ہے: لبثنا یوما او بعض یوم (۲۳: ۱۱۳) "ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے"۔

Marfat.com

عبس

(آیات ۴۲)

تلخیص مضامین

اللہ تعالٰے نے اپنی حکمت اور مصلحت کی بنا پر دنیا میں مختلف قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں۔ بعض امیر ہیں بعض غریب، ایک ابتدا ہی میں دولتمند گھرانے میں پیدا ہوتا ہے اور دوسرا مفلس وقلاش باپ کے گھر میں۔ اس تفریق وامتیاز کی بنا پر ارباب دولت وثروت کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اب دنیا کے ہر کاروبار میں ان کو غرباء اور مساکین کے مقابلہ میں نمایاں اور ممتاز حیثیت دی جائے۔ پھر ان کا یہ غرور باطل یہاں تک ترقی کر جاتا ہے کہ وہ تعلیم الٰہی کے کسب وحصول میں بھی اس فرق وامتیاز کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ ان کا یہ مطالبہ قطعاً غلط اور بے بنیاد دلائل پر مبنی ہے۔

سورۂ عبس میں اسی موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اصولاً یہ چیز غلط ہے تعلیم میں مساوات ضروری ہے اسی لئے ابتدائے سورۃ میں حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، آیت ۱۱ سے بتایا ہے کہ قرآن کی

Marfat.com

تعلیم بہترین ہے ۔ اور اس کے حامل مخصوص لوگ ہوں گے ۔ پھر آیت ۱۷ سے اس غرورِ باطل کے پتلے انسان کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے مختلف دوروں کا مطالعہ کرے ۔ پیدائش، موت اور اس کے درمیان کا حصہ کیا ان میں سے کسی حصہ میں بھی فقیر اور شاہ کا امتیاز کیا گیا ہے ۔

آیت ۳۳ سے بتایا کہ قیامت کے روز نسل و خاندان سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا ۔ بلکہ ہر شخص اپنے کاموں کا خود ذمہ دار ہوگا ۔ پس جب یہ غرورِ باطل اس روز کچھ کام نہ آئے گا ۔ تو آج خود بخود کیوں نہیں اس کو چھوڑ دیتے ۔ آیت ۳۸ سے نتائج کی طرف توجہ دلائی ۔ اور اسی پر سورۃ کو ختم کر دیا ۔

Marfat.com

مساواتِ عمومی

عبد اللہ بن اُم مکتوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ سب سے پہلے اپنے عزیز و قریب کو ہدایت کی طرف بلائیں: وانذر عشیرتك الاقربین۔ چنانچہ ایک روز سردارانِ قریش میں کا ایک سردار آپ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، اور آپ اس کے سامنے اسلام کی تعلیم پیش کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں عبد اللہ بن ام مکتوم ایک نابینا صحابی آپ کے پاس آئے۔ ان کی والدہ ام مکتوم حضرت خدیجہ کی خالہ تھیں۔ آپ نے عبد اللہ کو دیکھا۔ تو آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ رئیس قوم محض اس وجہ سے کہیں اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے کہ میرے پیرو کار غریب و مفلس لوگ ہیں۔ اس خیال کا آنا تھا کہ حسبِ ذیل آیات نازل ہوئیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) عَبَسَ وَتَوَلّٰی (۲) اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی (۳) وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی (۴) اَوْ یَذَّکَّرُ

اتنی بات پر چیں بجبیں ہوئے اور منہ موڑ بیٹھے کہ ایک نابینا ان کے پاس آیا اور تم کیا جانو عجب نہیں کہ تمہاری تعلیم سے وہ

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى (٥) اَمَّا
مَنِ اسْتَغْنٰى (٦) فَاَنْتَ لَهٗ
تَصَدّٰى (٧) وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا
يَزَّكّٰى (٨) وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى
(٩) وَهُوَ يَخْشٰى (١٠) فَاَنْتَ
عَنْهُ تَلَهّٰى۔

سنور جائے، یا نصیحت کی باتیں سُنے اور اس کو نصیحت سود مند ہو۔ تو جو شخص بے پروائی کرتا ہے اس کی طرف تو تم خوب توجہ کرتے ہو۔ حالانکہ اگر وہ ٹھیک نہ ہو تو تم پر کچھ الزام نہیں اور جو خدا سے ڈر کر تمہارے پاس دوڑتا ہوا آئے تو تم اس سے بے اعتنائی کرتے ہو۔

تصدی، یہ صدی سے ہے، اس کے معنی سامنے آنے اور متوجہ ہونے کے ہیں۔ یہ تولّی کی ضد ہے۔ تلھّی۔ یہ لہی سے لیا گیا ہے۔ اس کے معنی اعراض کرنے اور منہ موڑ لینے کے ہیں۔

بے تابیاں

دنیا میں رسول اللہ کی تشریف آوری تعلیم کتاب و حکمت کے لئے تھی۔ اس لئے آپ اپنا تمام وقت لوگوں کی ہدایت و راہنمائی میں صرف کرتے تھے اور بعض اوقات یہ ولولۂ تبلیغ اسلام اپنے انتہائی مدارج طے کر لیتا تھا۔ اس لئے خود لسان الٰہی کو اس سے روکنا پڑتا تھا۔ اس لئے کہ بسا اوقات مومنین صالحین کی حق تلفی ہوتی تھی، اور آپ کا تمام وقت معاندین کے ساتھ صرف ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا: لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین (٣:٢٦) "شاید تم اس رنج سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے تئیں ہلاک کر دو گے" ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا: واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا (١٨:٢٨)

"اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں۔ ان کے ساتھ صبر کئے رہو اور تمہاری نگاہیں ان پر سے گزر کر اور طرف نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ۔" خود حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم کا واقعہ اس کا شاہد ہے کہ ایک غریب مسلمان آتا ہے۔ مگر آپ کی تمام تر توجہ اس شخص کی طرف رہتی ہے جس کے دل میں اسلام کی طرف ذرہ برابر بھی میلان نہیں پیدا ہوا۔

وحی الٰہی ہمیشہ مواقع کی منتظر رہتی ہے۔ چنانچہ فوراً اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں جو زیب عنوان ہیں، جو ایک طرف ان کفار و معاندین اسلام کی زجر و توبیخ اور تنبیہ و تادیب پر حاوی ہیں کہ اب انہیں قابل توجہ خیال نہیں کیا جاتا اور دوسری جانب ان فرزندانِ اسلام کے لئے فرح و انبساط اور مسرت و شادمانی کا ذخیرہ ہیں۔ جو اس میں شک نہیں۔ کہ غریب اور مفلس ہیں مگر دولتِ ایمان سے مالا مال ہیں۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ کو ان لوگوں کی طرف پھیر دیا۔ جو حقیقت میں اس شفقت و رحمت کے اہل تھے۔ اور فرمایا: وانذر به الذين يخافون ان يحشروا الى ربهم ليس لهم من دونه ولى ولا شفيع لعلهم يتقون، ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداوة والعشى يريدون وجهه ما عليك من حسابهم من شئ وما من حسابك عليهم من شئ فتطردهم فتكون من الظلمين، وكذلك فتنا بعضهم ببعض ليقولوا اهولاء من الله عليهم من بيننا، اليس الله باعلم بالشكرين (۶: ۵۱ تا ۵۳)۔ "اور جو لوگ خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر کئے جائیں گے اور جانتے ہیں کہ اس کے سوا نہ تو ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا۔ ان کو اس قرآن کے ذریعے نصیحت کرو تاکہ پرہیزگار بنیں، اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں اور اس کی ذات کے طالب ہیں

Marfat.com

ان کو اپنے پاس سے مت نکالو ان کے حساب کی جواب دہی تم پر کچھ نہیں اور تمہارے حساب کی جواب دہی ان پر کچھ نہیں۔ پس ایسا نہ کرنا، اگر ان کو نکالو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔ اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کی بعض سے آزمائش کی ہے کہ جو دولت مند ہیں وہ غریبوں سے کہتے ہیں کہ کیا یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم میں سے فضل کیا ہے۔ بھلا خدا شکر کرنے والوں سے واقف نہیں؟"

عصمتِ انبیائے کرام

کوئی انسان اپنی سعی و کوشش سے نبی اور رسول نہیں بن سکتا۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مخصوص فضل و احسان ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس فضیلت و برتری کے لئے چن لیتا ہے: اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ لیکن جس برگزیدہ ہستی کو وہ چن لیتا ہے۔ اس کے تقویٰ و طہارت اور ورع و پاکیزگی کو اس کی تمام امت بھی متفقہ طور پر نہیں پہنچ سکتی۔ وہ اپنے اتباع و مقلدین کے لئے نمونۂ عمل اور اسوۂ حسنہ ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ مخصوص سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو ہر قسم کے زیغ و کجروی سے بچاتا ہے: فانک باعیننا (۵۲: ۴۸) "تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔" سورۂ جن میں آتا ہے: فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسلت ربھم واحاط بما لدیھم واحصی کل شی عددا (۷۲: ۲۷، ۲۸) "اس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔ تاکہ معلوم فرمائے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دئیے ہیں، اور یوں تو اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا۔ اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔"

پس اللہ تعالیٰ ہر صورت میں اپنے نبی کی حفاظت کرتا ہے۔ کبھی اس کو ایک جگہ

Marfat.com

رحمت کرنے سے روکتا ہے کہ وہ اس کا صحیح محل استعمال نہیں۔ اور کبھی اس کو صبر و استقامت کی تعلیم دیتا ہے کہ اس کی غیرت اس کا تقاضا کرتی ہے۔ خود اس قصہ کو دیکھیے۔ تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ کہ آپ بے جا موقع پر اپنی رحمت و شفقت کو استعمال کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوراً روک دیا اور صحیح جانب متوجہ کر دیا۔

غلط فہمی کا ازالہ

ان آیات سے بعض لوگوں کو یہ گمان ہوا ہے۔ کہ عبداللہ بن ام مکتوم نے آتے ہی چند سوالات کئے تھے۔ جن کی بنا پر آپ ناراض ہو گئے۔ چنانچہ بعض روایات بھی اس خیال کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں اور اسی بنا پر امام فخرالدین رازی کو اپنی عادت کے مطابق ان امور کو تسلیم کر کے جواب دینا پڑا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ احادیث سب کی سب کمزور اور ضعیف ہیں۔ چنانچہ آیت وما یدریک لعلہ یزکی او یذکر فتنفعہ الذکری' ہمارے اس خیال کی تائید کرتی ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہرگز نہ تھی کہ وہ اس غرض کے لئے آئے ہیں۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا تو آپ یقیناً ان کی طرف متوجہ ہوتے۔

اس کے سوا ان آیات کا اور کوئی مطلب نہیں کہ ان کا آنا ہی آپ کو ناگوار گزرتا کہ رؤسا قوم یہ نہ کہیں کہ ادنےٰ درجہ کے لوگ اس رسول کا اتباع کرتے ہیں اور اس لئے اسلام سے رک جائیں۔ چنانچہ مجاہد کی بھی یہی رائے ہے۔

خصوصیات قرآن

(۱۱) کَلَّآ اِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ	سنو جی! قرآن تو سرتاسر نصیحت ہے۔ پس
(۱۲) فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ	جو چاہے اس کو سوچے اور ہمارے ہاں

Marfat.com

(۱۳) فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ
(۱۴) مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَہَّرَۃٍ
(۱۵) بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ
(۱۶) کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ۔

وہ لوحِ محفوظ کے اوراق میں لکھا ہوا ہے۔ جن کی تعظیم کی جاتی ہے اور وہ اونچی جگہ رکھے ہوئے ہیں، اور پاک ہیں اور ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔ جو بزرگ اور نیکوکار ہیں۔

سفرہ جمع ہے سافر کی۔ لکھنے والوں کو کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہیں۔ لکھنے والا بھی اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے اس کو سافر کہتے ہیں، بررہ، جمع ہے بار کی۔ اس کے معنی فرماں بردار کے ہیں۔

گزشتہ آیات سے یہ بات معلوم ہوگئی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعوۃ وارشاد میں بہت شوق سے کام لے رہے تھے۔ بلکہ ہر قسم کی تکلیف و مصیبت برداشت کرتے تھے۔ اس لئے آپ کو بتایا گیا کہ آپ پریشاں خاطر نہ ہوں۔ اگر آپ کی سعی و کوشش کے باوجود یہ لوگ ایمان نہ لائیں۔ تو آپ پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی لَسْتَ عَلَیْہِمْ بِمُصَیْطِرٍ (۸۸: ۲۲) "تم ان پر داروغہ نہیں ہو"۔

اب ان آیات میں قرآن کریم کی خصوصیات بیان کی جاتی ہیں، اور بتایا جاتا ہے کہ جو تعلیم آپ کو دی گئی ہے۔ جلالت قدر میں دنیا کی کوئی تعلیم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، یہ قرآن یکسر تذکیر و موعظت اور پند و نصیحت ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس سے عبرت اندوز و بصیرت افروز ہو۔ آپ کو اپنے علو مرتبت سے نیچے اترنے اور الحاح و تضرع کی ضرورت نہیں، ملاء اعلے میں یہ کتاب عزیز نہایت ہی بلند اور عالی شان اوراق میں لکھی ہوئی ہے: وَاِنَّہٗ فِیْۤ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ (۴۳: ۴) اور یہ بڑی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں ہمارے پاس

Marfat.com

لکھی ہوئی، اور بڑی فضیلت اور حکمت والی ہے۔"

اس کی پاکی اور تطہیر کی کیفیت یہ ہے کہ وہاں تک کسی خبیث کی رسائی نہیں ہو سکتی: فی کتب مکنون لا یمسہ الا المطھرون (۵۶: ۷۹) "اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں۔ جو پاک ہیں۔" دوسری جگہ فرمایا: بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ (۸۵: ۲۱ و ۲۲) "بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے۔ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا۔" ایک مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے: وانہ لکتب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (۴۱: ۴۱ و ۴۲) "اور یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔ اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے، دانا اور خوبیوں والے خدا کی اتاری ہوئی ہے۔"

جن فرشتوں کی معرفت اس قرآن کریم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نزول کیا جاتا ہے، ان کی طہارت و پاکیزگی، ورع و تقوےٰ اور قدر و منزلت میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا: انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین، مطاع ثم امین (۸۱: ۱۹ تا ۲۱) "بے شک یہ قرآن فرشتۂ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے۔ جو صاحبِ قوت مالکِ عرش کے ہاں اونچے درجے والا سردار اور امانت دار ہے۔"

اعتبار

پس جب قرآن کی یہ صفات و مختصات ہوں، اس کے لئے اصرار و الحاح کی ضرورت نہیں۔ بلکہ آپ ان معاندین کی پروا تک نہ کیجئے۔ جس کا جی چاہے، ایمان لے آئے خواہ انکار کر دے۔ فمن شاء فلیومن، ومن شاء فلیکفر۔

Marfat.com

قرآن کی جو صفات اوپر بیان کی گئی ہیں۔ ان سے لطیف طور پر یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ دنیا میں بھی وہی لوگ اس کے عامل اور سچا ممبر ہوں گے۔ جن میں یہ صفات ممتاز اور نمایاں ہوں گی۔ چنانچہ صحابہ کرام کی جو جماعت رسول اللہ کی صحبت سے تیار ہوئی۔ ان کے فضائل و کمالات کو دیکھئے۔ تو ان آیات کا ایک ایک حرف ان پر صادق آئے گا: فبهداهم اقتده، تمہیں چاہیئے کہ تم لوگ بھی اسی آل اور اس کے اصحاب کی پیروی کرو۔ تاکہ تم میں وہی مخصوصات رونما ہوں۔

انسان کی ناشکرگزاری

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ (۱۷)
مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (۱۸)
مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ (۱۹)
ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ (۲۰)
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (۲۱)
ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (۲۲)
كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ (۲۳)
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ (۲۴)
اِلٰى طَعَامِهٖ (۲۵) اَنَّا صَبَبْنَا
الْمَآءَ صَبًّا (۲۶) ثُمَّ
شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۲۷)
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا (۲۸)
وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا (۲۹) وَّزَيْتُوْنًا

آدمی پر خدا کی مار وہ کس قدر ناشکر گذار ہے۔ خدا نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا، نطفہ سے، پہلے اس کو بنایا، پھر اس کی ہر ایک چیز کا اندازہ باندھ دیا۔ پھر نیکی اور بدی کا رستہ اس پر آسان کر دیا، پھر اس کو مار دیا۔ پھر اس کو قبر میں لے جا داخل کیا پھر جب چاہے گا اس کو دوبارہ اٹھا کھڑا کریگا حق تو یہ ہے کہ خدا نے جو کچھ آدمی کو حکم دیا اس نے اس کی تعمیل ہی نہیں کی۔ تو آدمی کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف توجہ کرے کہ ہم نے اوپر سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے زمین کو پھاڑا، پھر ہم نے زمین میں یہ سب کچھ اگایا یعنی غلہ اور انگور اور

Marfat.com

وَنَخْلًا (۳۰) وَحَدَائِقَ غُلْبًا (۳۱) وَفَاكِهَةً وَأَبًّا (۳۲) مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ

ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارا، یہ سب اس لئے کہ تم لوگوں کو اور تمہارے چارپایوں کو فائدہ پہنچے۔

قضبا، ترکاری، اس کے لغوی معنی کاٹنے کے ہیں۔ ترکاری بھی برابر کاٹی جاتی ہے اس لئے اس کو قضب کہتے ہیں، غلبا، جمع ہے اغلب کی، وہ درخت جس کی شاخیں دوسرے سے لپٹی ہوئی ہوں، ابّا، چارہ،

اللہ تعالےٰ نے تو انسانوں کی فلاح و کامرانی کے لئے انبیاء و رسل کا سلسلہ قائم کیا، اور ان کی معرفت اپنی تعلیم نازل کی، مگر یہ اب اپنی دولت و ثروت پر نازاں ہیں اپنی نسل کا انہیں غرور ہے۔ اور اپنے آپ کو عام لوگوں سے ممتاز اور نمایاں خیال کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی خواہش یہ ہے کہ ہمیں فقراء اور مساکین سے الگ کر کے تعلیم دی جائے اور یہ صرف اسی لئے قرآن کی تعلیم سے گریز کرتے ہیں۔ کہ اس پر عمل کرنے والے دنیا کی لحاظ سے معمولی ہیں: انؤمن کما امن السفہاء (۱۳:۲) "کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح اور احمق ایمان لے آئے ہیں"۔ کبھی کہتے ہیں: انؤمن لک واتبعک الارذلون (۱۱۱:۲۶) "کیا ہم تم کو مان لیں اور تمہارے پیرو تو رذیل لوگ ہوئے ہیں"۔

ابتدا و انتہا

ان احمقوں کو چاہیئے کہ اپنی زندگی کی ابتدا و انتہا میں غور کریں، کیا ان کی پیدائش ایک غریب کے مقابلہ میں کسی بہتر طریق سے ہوئی ہے۔ وہی منی کا قطرہ ہے جس سے امیر اور غریب کی تخلیق عمل میں آئی ہے۔ پھر موت اور عالم برزخ دونوں کے لئے

Marfat.com

برابر ہے۔ سب کو خدا نے نیکی اور بدی کا رستہ بتا دیا ہے، اور کسی قسم کی تفریق نہیں کی۔

درمیانی زندگی

اب تم زندگی کے درمیانی مراحل کو دیکھو۔ آسمان سے پانی سب کے لئے برابر نازل ہوتا ہے، زمین سے ہر قسم کی سبزی تمام کے واسطے نکلتی ہے، اس میں نہ صرف امیر و غریب شریک ہیں۔ بلکہ ان کے چارپائے بھی حصہ دار ہیں۔

انسان اس قدر عاجز و درماندہ ہے۔ کہ اس کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی بخشش و جود کا رہین منت ہے۔ اس قدر حقیر و ذلیل ہے کہ ناپاک قطرۂ منی سے بنایا گیا ہے اپنی زندگی کی ہر گھڑی کو قایم رکھنے کے لئے وہ یکسر محتاج و دست نگر ہے۔ اس عجز و درماندگی میں ایک فقیر اور بادشاہ، غلام اور آقا، عورت اور مرد ایک ہی سطح پر ہیں۔ پھر یہ اس کی کس قدر بدبختی ہے کہ قدرت تو اس کو کہیں بھی ایک دوسرے سے ممتاز نہیں کرتی۔ مگر وہ خواہ مخواہ غریب اور امیر میں فرق و امتیاز کی دیوار حائل کرنا چاہتا ہے۔

اسلام کی خصوصیت کبریٰ

دنیا میں اسلام آیا کہ تمام قومی و نسلی امتیازات مٹا کر ہمیشہ کے لئے صرف انسانیت کی بے قید و عام عظمت کو قایم کر دے اور عمل کے قانون الٰہی کا آخری اعلان کر دے۔ اسلام سے قبل سرزمین عرب میں قوم و نسب کے غرور و انکسار کی یہ کیفیت تھی کہ وہاں کا ایک شتربان اپنے شرف و مجد خاندانی کے سامنے قیصر و کسریٰ کو بھی حقیر و ذلیل خیال کرتا تھا اور یہ صرف عرب ہی کی حالت نہ تھی۔ تمام دنیا اس میں مبتلا تھی۔ اور ہر طرح کے قومی و نسلی امتیازات کے بتوں کی پرستش میں مصروف تھی۔ اسلام نے اپنی دعوت کی سب سے اولین کاروائی ضرب

اسی غرورِ نسل و قوم کے بت پر لگائی اور اللہ کے اس قانونِ فطرت کی عام منادی کر دی کہ: "یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ، وجعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (۴۹: ۱۴)" ہر طرح کی فضیلت و بزرگی کی بنیاد صرف عمل ہے اور کوئی شے نہیں۔ قوموں اور خاندانوں کی تفریق صرف اس لئے ہے کہ باہم دگر پہچان ہو۔ اور تمیز کا ذریعہ ہو، اس لئے نہیں کہ ایک دوسرے پر اپنی بڑائی جتلائے سب سے بڑا انسان وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

فتح مکّہ کے روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تقریر میں فرمایا: "یا ایہا الناس ان اللہ قد اذھب عنکم عبیۃ الجاھلیۃ وتعاظمہا باٰبائہا، فالناس رجل بر تقی علی اللہ، وفاجر شقی ھین علی اللہ، والناس بنو آدم، وخلق اللہ آدم من التراب" "لوگو! اللہ نے تم کو جاہلیت کے فخر و غرور اور خاندانی تکبّر و نخوت سے پاک کر دیا ہے انسان دو ہی قسم کے ہیں، شریف و متقی جو اللہ کے نزدیک محترم ہے اور دوسرا فاجر بدبخت جو بدترین خلائق ہے۔ سب کے سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو خدا نے مٹی سے پیدا کیا تھا۔" اسی طرح کبھی آپ نے یہ فرمایا: "لیس منا من دعی الی عصبیتہ جس نے قومیت کی طرف لوگوں کو بلایا، وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ ایک مرتبہ آپ نے کہا: "لیس منا من قاتل علی عصبیتہ، "جو شخص قوم کی حمیت میں جنگ کرے گا۔ اس کا ملت اسلام سے کوئی تعلق نہیں" لیس منا من مات علی عصبیتہ، "جو غرورِ قومی میں مر گیا وہ ہماری جماعت سے خارج ہو گیا"۔

آپ نے حجۃ الوداع کے روز جو آخری پیغام اپنی اُمت کو دیا اس میں اولین چیز یہی تھی کہ آپ نے نوعِ انسانی کی مساوات عمومی کا اعلان کیا: لافضل لعربی

Marfat.com

علی عجمی علی عربی، کلکم ابناء آدم ؛ "عربی اور عجمی کو ایک دوسرے پر کوئی بزرگی حاصل نہیں۔ تم سب کے سب ایک آدم کی اولاد ہو" یہ بھی فرمایا لیس لاحد فضل علی احد' الا بدین و تقویٰ، الناس کلھم بنو آدم، و آدم من تراب" کسی شخص کو دین اور تقوے کے بغیر دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں تم سب اولاد آدم ہو اور وہ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔" اس سے بڑھ کر اسلامی مساوات کا اور کیا ثبوت مل سکتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: لو کان زید حیا، ما استخلف رسول اللہ غیرہ۔ "اگر آنحضرتؐ کے غلام زیدؓ زندہ ہوتے۔ تو آپ ان کے سوا اور کسی کو اپنا جانشین نہ بناتے"۔

غرور نسل بے کار ہے

(۳۳) فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ (۳۴) یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ (۳۵) وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ (۳۶) وَ صَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ (۳۷) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ،

تو جب قیامت کا غل مچے گا۔ اُس دن آدمی اپنے بھائی سے دُور بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ہر شخص اس روز اپنے ذکر میں ہوگا۔ جو اسے مصروفیت کے لئے بس کرے گا۔

اگر خاندان و قومیت کا غرور و تکبر چھوڑ دو تو بہتر ورنہ یاد رہے، ایک وقت یقیناً آنے والا ہے، جب تمہیں ان امتیازات رنگ و نسل کو خود بخود خیر باد کہنا پڑے گا۔ اس روز حالت یہ ہوگی۔ کہ سب کے سب نفسی نفسی پکاریں گے، ہر ایک کو اپنی اپنی نجات کی فکر ہوگی، آدمی اپنے قریب ترین عزیزوں سے بھی اس خوف کے مارے بھاگے گا کہ ان کے اعمال فاسقہ کی بازپرس کہیں اس سے نہ ہو جائے، وہ خود فکر رستگاری میں

اس قدر منہمک ہوگا کہ خاندانی تعلقات سب بھول جائیں گے۔

پس جب اس روز تم ان قومی اور وطنی روابط کو جبراً و اکراہاً ترک کر دوگے تو آج خود بخود کیوں اس فخر سے دست بردار نہیں ہو جاتے۔

عمل کی قاہرانہ قوت

(۳۸) وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ
(۳۹) ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ
(۴۰) وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ
(۴۱) تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ
(۴۲) أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ

کتنے لوگوں کے منہ اس دن چمکتے ہوں گے ہشاش بشاش، اور کتنے لوگوں کے منہ اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر گرد پڑی ہوگی اور گرد کے علاوہ ان پر کلونس بھی چھا رہی ہوگی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا میں کافر اور بدکار تھے۔

ان آیات میں پھر اسی رازِ حقیقت اور سنۃ اللہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ جس کی ہمہ گیری کائنات ارضی و سماوی کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ علم و عمل کی قاہرانہ قوت ہے دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی ان ہی دو چیزوں پر موقوف ہے۔ چنانچہ قیامت کے روز بھی فطرۃ اللہ اپنا ظہور دکھلائے گی۔ جن لوگوں نے علوم الٰہیہ کو اخذ کر کے اپنے اخلاق درست کر لئے وہ مسرور و شاداں نظر آئیں گے اور جن بدبختان ملت نے اپنے فطری جذبہ کو فنا کر دیا۔ تزکیہ نفس کی طرف توجہ نہ کی وہ ناکام و خاسر رہیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آیات الٰہیہ کا انکار کیا اور ہمیشہ احکام خداوندی کی نافرمانی کی۔ پھر بھلا انہیں کامیابی ہو تو کیونکر۔

Marfat.com

التکویر

(آیات ۲۹)

تلخیص مضامین

سورۂ عبس کے شروع میں فرمایا تھا: کلا انها تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ ۔ ان صفات و خصوصیات قرآن کو سن لینے کے بعد یقیناً مخالفین کی توجہ اس کتاب عزیز کی طرف ہو گی ۔ اور انہیں اس میں درس و نظر کا موقع ملے گا۔ اس میں غور و فکر کرنے کے وقت ضرور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ یہ تعلیم کہاں سے آتی ہے یہ شخص جو اس قرآن کو پیش کر رہا ہے کہیں مجنون و پاگل تو نہیں چنانچہ وہ اس قسم کے الفاظ رسول اللہ کی شان میں کہا بھی کرتے تھے اسلئے سورۂ تکویر میں ان کے اس سوال کا جواب دیا گیا ۔ اور ان کو اس نظام کی طرف توجہ دلائی گئی جہاں سے اس کا فیضان ہوتا ہے ۔

اصل مضمون شروع کرنے سے قبل حادثہ قیامت کے مختلف اثرات و نتائج بیان کئے اور فرمایا: علمت نفس ما احضرت ۔ جب حالت یہ ہے کہ انسانی اعمال اس روز ہر شخص کے سامنے پیش کئے جائیں گے ۔ تو اس بات کی ضرورت

Marfat.com

محسوس ہوتی ہے۔ کہ ان منکرین نبوت کو قرآن کریم کی طرف متوجہ کر دیا جائے اور یہ واضح کر دیا جائے۔ کہ ان علوم کا اصلی مرکز کونسا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اس نظام کو بیان کیا۔ مگر اس کی تقسیم کر دی، ایک تو دن اور رات کو شامل ہے۔ جس میں کسی کو شک و اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ اسی طرح اگر وہ اس نبی اُمی کے حالات کا ورمش مطالعہ کریں گے۔ تو کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے گی۔

لیکن اس کے علاوہ نجوم و کواکب میں خمسہ متحیرہ ہیں۔ جن کی حقیقت سوائے مخصوص ارباب ہیئت و نجوم کے اور کوئی نہیں جانتا۔ مگر کسی کو ان سے انکار کی گنجائش بھی نہیں۔ پس اسی پر تم وحی و الہام کے نظام کو قیاس کر لو۔ البتہ یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ جو فرشتہ اس پیغام کو لاتا ہے وہ معزز و محترم اور دیانت دار ہے۔ وہ اگرچہ تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ مگر ہمارے بندہ محمدؐ نے اس کو اصلی شکل و صورت میں بھی کئی مرتبہ دیکھا ہے۔

آگے چل کر نبی کریمؐ کی خصوصیات بیان کیں کہ ارباب فلسفہ کی طرح وہ بخیل نہیں۔ بلکہ انہیں ہمیشہ یہی فکر دامنگیر رہتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح قرآن سنا دیں۔ اور یہ بھی تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ جس شخص نے اس کتاب کریم کی پیروی کی ہے، وہ اعمال و اخلاق میں بہت زیادہ مہذب و شائستہ بن گیا ہے۔ اگر یہ علوم شیطان کی طرف سے ہوتے تو یہ اخلاقی ارتقا نا ممکن تھا۔ جب یہ عمدہ ترین نتائج تمہارے سامنے ہیں تو پھر تم کیوں نہیں اس کے آگے خمیدہ گردن ہو جاتے۔ یہ تو ایک عالمگیر قانون اخلاق و ارتقا ہے۔ کسی قوم، ملک، رنگ اور نسل کی اس میں خصوصیت نہیں۔ اب جس کا جی چاہے اس کو مان لے ؛

وحی والہام

واقعات قیامت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
(۱) اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۲) وَاِذَا
النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (۳) وَاِذَا
الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (۴) وَاِذَا
الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (۵) وَاِذَا الْوُحُوْشُ
حُشِرَتْ (۶) وَاِذَا الْبِحَارُ
سُجِّرَتْ (۷) وَاِذَا النُّفُوْسُ
زُوِّجَتْ (۸) وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ
(۹) بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (۱۰) وَاِذَا الصُّحُفُ
نُشِرَتْ (۱۱) وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ
(۱۲) وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ (۱۳) وَاِذَا
الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ (۱۴) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا، اور جب
تارے بے نور ہو جائیں گے اور جب پہاڑ
چلائے جائیں گے اور جب دس مہینے
کی گابھن اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی
اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے
اور جب دریا آگ ہو جائیں گے اور جب
روحیں بدنوں سے ملا دی جائیں گی اور
جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی
ہو پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی
اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے
اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی
اور جب دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی

Marfat.com

اور جب بہشت قریب لائی جائے گی ہر
شخص معلوم کرلے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے

عشار جمع ہے عشراء کی، اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے حمل پر دس مہینے گزر گئے ہوں۔ یہ اونٹنی عرب کے نزدیک بہت زیادہ عزیز و محبوب ہوتی ہے۔ عطلت کے معنی ہیں بے کار چھوڑ دینے کے، وحوش جمع ہے وحشی کی، اس جنگلی جانور کو کہتے ہیں۔ جو آدمیوں سے مانوس نہ ہو۔ حشرت کے معنی جمع کرنے کے ہیں، زوجت لیا گیا ہے زوج سے اور اس کے معنی ایک چیز کو دوسری سے ملانے کے ہیں۔ موءودۃ، واحد مؤنث مفعول کا صیغہ ہے واد ئید سے اور واد زندہ درگور کرنے کو کہتے ہیں کشطت کھولنا جب ذبیحہ کی کھال اتار کر گوشت کھول دیا جاتا ہے۔ تو اسے کشطت الذبیحہ کہتے ہیں۔

انسان روح اور جسم سے ترکیب دیا گیا ہے مگر وہ عموماً اپنے جسم کی حفاظت میں روح کو فراموش کر دیتا ہے اور فضائل اخلاق و محاسن عادات کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے لیکن ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جس روز فوز و کامرانی صرف اس شخص کے لئے مخصوص ہوگی جو بقلب سلیم اللہ کے دربار میں حاضر ہوگا۔ ان آیات میں اس دن کی بعض خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

آج لوگ سورج کی پرستش کرتے ہیں: یسجدون للشمس من دون اللہ، مگر اس روز تو صرف یہ بے نور ہوگا۔ بلکہ تمام نجوم و کواکب بھی تاریک ہو جائیں گے انسان اپنی عزیز ترین اشیاء سے فائدہ اٹھانا بھول جائے گا سب کے سب میدان محشر میں موجود ہوں گے: وما من دابۃ فی الارض، ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم، ما فرطنا فی الکتٰب من شیٔ ثم الیٰ ربھم یحشرون (۶: ۳۸) "اور زمین میں جو چلنے پھرنے والے حیوان یا دو پروں سے

اڑنے والا جانور ہے، ان کی بھی تم لوگوں کی طرح جماعتیں ہیں۔ ہم نے کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں کسی چیز کے لکھنے میں کوتاہی نہیں کی۔ پھر سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کئے جائیں گے۔

ان حوادث کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ارواح و اجسام کا باہمی اختلاط و امتزاج ہوگا اور اس لڑکی کو بھی زندگی بخشی جائے گی۔ جسے صرف اس لئے زندہ دفن کر دیا گیا تھا کہ خرچ کی کفایت ہو یا دامادی کے ننگ و عار سے بچا جائے: ولا تقتلوا اولادکم من املاق (۶: ۱۵۱) ”اور ناداری کے اندیشے سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔“

زمین جسمانیات کا مرکز ہے اور آسمان روحانی ضروریات کا مخزن۔ جسمانیات کی جس جگہ انتہا ہوتی ہے وہاں سے روحانیات کی ابتدا ہے جس روز یہ بیچ کا حجاب بھی اٹھا دیا جائے گا تو روحانیت بالکل سامنے آجائے گی۔ اسی طرح دوسرے واقعات پیش آئیں گے، اس دن ہر شخص اپنے تمام اعمال ان آنکھوں سے دیکھ لے گا: یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا، وما عملت من سوء (۳: ۳۰) ”جس دن ہر شخص اپنے اعمال کی نیکی کو موجود پائے گا اور ان کی برائی کو بھی دیکھ لے گا۔“ ایک جگہ فرمایا: ینبأ الانسان یومئذ بما قدم واخر (۷۵: ۱۳) ”اس دن انسان کو جو عمل اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیئے جائیں گے۔“ کفار پکار اٹھیں گے: ما لھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا، ووجدوا ما عملوا حاضرا۔ (۱۸: ۴۹) ”یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو، کوئی بات بھی نہیں مگر اسے لکھ رکھا ہے اور جو عمل کئے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے۔“

Marfat.com

خمسۂ متحیرہ

اب بتایا جاتا ہے کہ قرآن کی تعلیم کہاں سے نازل ہوتی ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اس نظام سے کیا تعلق ہے:

(۱۵) فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (۱۶) الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (۱۷) وَ الَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ (۱۸) وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ۔

ہم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں، اور جو سیر کرتے اور غائب ہو جاتے ہیں اور رات کی قسم جب ختم ہونے لگتی ہے اور صبح کی قسم جب نمودار ہوتی ہے۔

خنّس جمع ہے خانس کی، اور یہ خنوس سے لیا گیا ہے۔ اس کے معنی چھپنے اور پیچھے ہٹنے کے ہیں اور اسی لئے شیطان کو بھی خناس کہتے ہیں۔ کنّس جمع ہے کانس کی اور یہ کنوس سے مشتق ہے، جس کے معنی کناس میں داخل ہونے کے ہیں اور کناس وہ جگہ ہے جہاں شب کے وقت جانور رہتے ہیں اور عسعس اضداد میں سے ہے اور اس کے معنی اقبال و ادبار دونوں کے آتے ہیں۔

ان آیات میں دو چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:۔

(الف) تم نے آسمان پر بارہا پانچ ستاروں کو دیکھا ہے۔ جو ایک رفتار پر کبھی قائم نہیں رہتے۔ صرف بڑے بڑے نجومی اور ہیئت دان ہی ان کی نقل و حرکت اور طلوع و غروب کے لئے قانون معین کر سکتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے آج تک کسی نے ان کے وجود سے انکار بھی نہیں کیا۔ ان ستاروں کے نام زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد ہیں۔

(ب) شب کو تاریکی تمام عالم پر چھا جاتی ہے پھر مشرق کی جانب سے ایک روشنی

Marfat.com

نمودار ہوتی ہے اور آنِ واحد میں تمام عالم بقعۂ نور بن جاتا ہے۔ ہر لکھا پڑھا اور جاہل انسان اس دلفریب نظارہ کو روزانہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ثابتہ بن کر اس کے سامنے آتی ہے۔ کہ اسے ایک لمحہ کے لئے بھی شک نہیں ہوتا۔

تطابق اقسام

(۱۹) اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (۲۰) ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ (۲۱) مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (۲۲) وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (۲۳) وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ۔

کہ بے شک یہ قرآن فرشتۂ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے۔ جو صاحب قوۃ مالک عرش کے ہاں اونچے درجہ والا سردار اور امانت دار ہے اور سنو کے والو تمہارے رفیق یعنی محمد دیوانے نہیں ہیں۔ بیشک انہوں نے اس فرشتے کو آسمان کے کھلے یعنی مشرقی کنارہ پر دیکھا ہے۔

کون و مکان کے جو سلاسلِ مختلفہ تمہارے سامنے ہیں، ان سے بالاتر ایک اور نظام بھی ہے۔ مگر وہاں تک تمہاری عقل کی رسائی غیر ممکن ہے۔ جو چیزیں بظاہر تمہیں غیر منتظم دکھائی دیتی ہیں۔ وہ اس بالاتر نظام میں نہایت ہی مربوط اور مرتب ہوتی ہیں اس بلند و وسیع نظام کے جس قدر معاملات ہیں، وہ جبریلؑ کی معرفت رسول اللہ پر القا ہوتے ہیں۔

عرش اعظم تمام روحانیات و مادیات کا مرکز حقیقی ہے، کائنات ارضی و سماوی کے متعلق ہر قسم کا حکم اسی جگہ سے نازل ہوتا ہے اور اس سے جبریلؑ کا تعلق نہایت محکم اور مضبوط ہے، پھر یہی نہیں، بلکہ اللہ تعالےٰ کے ہاں بھی اس کا مرتبہ بہت بلند ہے،

Marfat.com

اس فرشتہ کے اثر کو کوئی چیز نہیں روک سکتی ، اس کو جو حکم اس عالمِ روحانیت سے ملتا ہے - وہ اسے بے کم و کاست رسولؐ تک پہنچا دیتا ہے اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتا - گویا دوسرے الفاظ میں ان آیات کا مفہوم یہ ہے - کہ جس طرح قرآن ہماری روحانی ترقی کا ذمہ دار ہے - ویسے ہی مادی نشو و ارتقا بھی اسی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہے -

یہ وہ نظام ہے - جہاں سے قرآن نازل ہوتا ہے اس کا فہم و ادراک عام عقلوں سے بالاتر ہے جس متحیرہ کا سلسلہ تمہارے سامنے ہے - اسی پر اس کو بھی قیاس کر لو -

اب اسی قسم کے دوسرے حصہ کو دیکھئے رات اور دن سے کسی شخص نے آج تک اختلاف نہیں کیا - ایسے ہی محمد بن عبد اللہ کی حالت ہے ؛ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۱۰ : ۱۶) "میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں - اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا ، بھلا تم سمجھتے نہیں " تم خود اس کو صادق اور امین کے نام سے پکارتے ہو - اس کی چالیس سالہ زندگی تمہارے سامنے ہے ، آج تک اس نے کبھی بھی جنون اور پاگل پن کا اظہار نہیں کیا -

البتہ تمہیں ایک خیال پیدا ہو سکتا ہے - کہ جبرئیل فرشتہ کا ایک انسان کے ساتھ کیا ربط و اتحاد ہو سکتا ہے تو یہ خیال بھی بالکل بے بنیاد ہے - اس لئے کہ آپ نے خود اپنی آنکھوں سے اس فرشتہ کو افقِ آسمان پر دیکھا ہے ؛

بعض خصوصیات

(۲۴) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ

(۲۵) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ

(۲۶) فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ -

وہ پوشیدہ باتوں کے ظاہر کرنے میں بخیل نہیں ، اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں - پھر تم کدھر جا رہے ہو -

اس رسولؐ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے جو کچھ الہام ہوتا ہے اس کی اشاعت و تبلیغ میں بخل و امساک سے کام نہیں لیتا۔ بلکہ اس کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسے دوسروں کے پاس پہنچا دے: لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ (۹: ۱۲۸) "لوگو! تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں۔ اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں"۔

اب اس تعلیم کو دیکھو جسے وہ پیش کرتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا امتیازی نشان یہ ہے کہ جو لوگ اس پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں وہ اخلاقی طور پر روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اگر اس قانون سے ترقی کی جگہ تنزّل ہوتا تو اعتراض کی گنجائش بھی تھی۔ صحابہ کرامؓ کے واقعات تمہارے سامنے ہیں۔ کیا شیطان کو ایسی تعلیم سے کیا سروکار؟ اس کا تو ہر قدم اٹھے گا۔ وہ تنزّل ہی کی طرف ہوگا: انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء (۵: ۹۱) "شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان دشمنی اور رنجش ڈال دے"۔

عالمگیر تعلیم

(۲۷) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ	یہ تو جہان کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے
(۲۸) لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ	یعنی اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی چال چلنا چاہے
(۲۹) وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ	اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی جو خدائے رب العالمین چاہے

قرآن کسی خاص قوم اور ملک کے لئے مخصوص نہیں، بلکہ یہ ایک عالمگیر قانون اور دستور پند و موعظت ہے سب قومیں اس کے آگے سرنگوں ہو کر رہیں گی۔ اگر تمام مذاہب و ادیانِ عالم کے صحائف کو جمع کر کے صرف اُن مشترکہ اصولوں کو لیا جائے جو تمام نوعِ انسانی کے لئے یکساں طور پر مفید و نافع ہوں تو وہ صرف اسی قرآن میں ملیں گے، اور وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

(الف) عبادت، ہر شخص اپنی فطرت سے اپنے خالق و مدبر کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا گیا ہے گو یہ ممکن ہے۔ کہ اس نے غیر خالق اور غیر مدبر کو اپنا پیدا کرنے والا اور مدبر تسلیم کر لیا ہو۔

(ب) طہارت، ہر قسم کی ظاہری و باطنی پاکیزگی ہر سلیم الطبع انسان اپنی جبلت سے پسند کرتا ہے اور اس لئے تمام شرائع الٰہیہ اور نوامیس فطرت نے اس پر زور دیا ہے۔

(ج) عدالت، ہر چیز کو اپنے اپنے موقع و محل پر رکھنا انسانی فطرت کی خصوصیت کبریٰ ہے، گو ذاتی اغراض اور اخلاق رذیلہ اکثر اوقات اس جذبۂ انسانیت کو مغلوب کر دیتے ہیں۔

(د) سماحت، تحمل یا بردباری، اقدام علی المہالک یا رواداری، وہ اخلاق ہیں۔ جن پر کاربند ہوئے بغیر کوئی فرد یا قوم اس دنیا میں امن چین کی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ اور نہ اس دنیا میں عدالت قائم کر سکتی ہے۔

ان اصول اربعہ پر تمام دنیا متفق ہو سکتی ہے۔ اور قرآن سے بہتر اور کسی کتاب نے ان پر روشنی نہیں ڈالی۔ ان حقایق ثابتہ کے بعد جس کا جی چاہے اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائے اور اس طرح اپنی فطرت کو تباہ ہونے سے بچا لے :

Marfat.com

الانفطار ۸۲

(آیات ۱۹)

تلخیص مضامین

اس سورۃ میں فاتحۃ الکتاب کی ایک آیت مالک یوم الدین کی تفسیر ہے۔ چنانچہ ابتدا میں بتایا کہ جب حادثہ قیامت برپا ہوگا، تو تمام اعمال موجود کر دئے جائیں گے۔ جب ایک عمل بھی ضائع نہیں جاتا تو پھر تعجب ہے۔ کہ انسان کیوں اپنی اصلاح نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ نے انسان اور اس کی ضروریات کو پیدا کیا۔ اگر وہ غور کرے تو خود اس کی زندگی جزائے اعمال کی شہادت دے گی، اللہ کے فرشتے اس کی ہر نقل و حرکت کی نگرانی کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے روز محض اعمال پر فیصلہ ہوگا۔ اس روز صرف اللہ کی حکومت ہوگی اور تمام معاملات اسی کے حضور میں پیش کئے جائیں گے۔

Marfat.com

مالک یوم الدّین

حادثۂ قیامت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۱) اِذَا
السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (۲) وَاِذَا
الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ (۳) وَاِذَا الْبِحَارُ
فُجِّرَتْ (۴) وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ
(۵) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ
اَخَّرَتْ۔

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور تارے بکھر پڑیں گے، اور جب دریا بہ کر ایک دوسرے میں مل جائیں گے، اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔ تب ہر شخص معلوم کرے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا تھا اور پیچھے کیا چھوڑا تھا۔

جب موجودہ نظام کی ضرورت نہ رہے گی اور اعلیٰ ترین قوت اس تمام نظم و نسق کو اپنے ہاتھ میں لے لے گی۔ اس وقت آسمان فنا ہو جائے گا، ثوابت و سیارات بکھر پڑیں گے، اور زمین میں جس قدر اجسام مدفون ہیں، ان کے بدن کا ضروری حصہ دے دیا جائے گا۔ اس وقت حالت یہ ہوگی کہ آج جو امور ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں، وہ آنکھوں کے سامنے آجائیں گے۔ تمام وہ اعمال جو ہم نے اپنی زندگی میں کئے تھے اور وہ صدقات جو ہمارے مرنے کے بعد بھی لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہتے سب کے سب موجود ہوں گے

آخر یہ کیوں

(۶) یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ (۷) الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ (۸) فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ -

اے انسان! تجھ کو اپنے پروردگار کرم گستر کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا۔ وہی تو ہے جس نے تجھے بنایا اور تیرے اعضا کو ٹھیک کیا اور تیرے قامت کو معتدل رکھا، اور جس صورت میں چاہا - تجھے جوڑ دیا۔

تعجب یہ ہے کہ اے ظلوم وجہول انسان، کس چیز نے تجھے بہکا دیا۔ کہ وہ رب کریم جس نے یہ عظیم الشان نظام قایم کر رکھا ہے، تمہیں بے کار چھوڑ دے گا:
افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون (۲۳: ۱۱۵)
"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے' اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے"۔ دوسری جگہ فرمایا: وما خلقنا السموٰت والارض و ما بینھما الا بالحق وان الساعۃ اٰتیۃ (۱۵: ۸۵) "اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو مخلوقات ان میں ہے" اس کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے اور قیامت تو ضرور آکر رہے گی"۔ سورۂ قیامۃ میں آتا ہے: ایحسب الانسان ان یترک سدی (۷۵: ۳۶) "کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا"۔

جس انسان کے یہ خیالات و افکار ہیں' اسے چاہیے کہ اپنی خلقت پر غور کرے، وہی خدائے قدوس ہے جس نے اس وقت تمہیں پیدا کیا۔ جبکہ تمہارا نام و نشان بھی نہ تھا: ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا (۷۶: ۱) "بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے۔ کہ وہ

Marfat.com

کوئی چیز قابلِ ذکر نہ تھا" سورۂ مریم میں فرمایا: یقول الانسان ءاذا ما مت لسوف اخرج حیا، اولا یذکر الانسان انا خلقنٰہ من قبل ولم یک شیئا (۱۹: ۶۶ و ۶۷) "کافر انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا زندہ کر کے نکالا جاؤں گا۔ کیا ایسا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو پہلے بھی تو پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی نہ تھا۔

پھر اس خدا نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اس نے سب سے پہلے مادہ میں اجتماع و انضمام پیدا کیا، اور اس سے تخلیق و تکوین اور وجود ہستی کے تمام مراتب ظاہر کئے تم میں مختلف قوتیں پیدا کیں، روحانی و جسمانی ضروریات کا انتظام کیا، خارجی اشیاء سے فائدہ اٹھانے کا پورا موقع دیا۔ اور تم میں سے ہر ایک کی استعداد و قابلیت کے مطابق اسباب و وسائل فراہم کر دیئے۔

ان چیزوں کے ہوتے ہوئے تم کس غفلت میں مبتلا ہو، اور کس بنا پر مجازات کا انکار کرتے ہو؟

محافظ موجود ہیں

(۹) کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ـ مگر میہات تم لوگ جزا کو جھٹلاتے ہو حالانکہ

(۱۰) وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ـ تم پر نگہبان مقرر ہیں، عالی قدر، تمہاری

(۱۱) کِرَامًا کَاتِبِیْنَ (۱۲) یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ـ باتوں کے لکھنے والے، جو کچھ تم کرتے ہو، وہ اُسے جانتے ہیں۔

باوجود ان شواہد کے تم برابر یوم الدین کا انکار کئے جا رہے ہو۔ حالانکہ ہر شخص پر قدرت نے اپنے نگران مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ہر انسان میں تین مرکز موجود ہیں:

(الف) عقل، یہ علوم و معارف اور فضل و کمال انسانی کا مرکز ہے۔

Marfat.com

(ب) قلب، یہ تمام اخلاق و اعمال کا مرکز ہے، اسی سے ہر قسم کا داعیۂ خیر و شر تولید کرتا ہے۔

(ج) نفس، اس کا فرض یہ ہے کہ بدن کی تربیت کرے اور اس کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھے۔

دنیا میں ہر چیز اپنا مرکز رکھتی ہے، درخت اپنی جڑ سے خوراک حاصل کرتا ہے نجوم و کواکب کو سورج سے روشنی ملتی ہے، عقاید و یقینیات کا مرکز توحید ہے، اسی طرح انسان سے جس قدر اعمال و اخلاق کا ظہور ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک چیز بھی ضائع نہیں جاتی، بلکہ اپنے اپنے مرکز سے جا ملتی ہے، ان اعمال و اخلاق کا اولین اثر خود نفس انسانی پر پڑتا ہے، آیندہ وہ جو اعمال کرے گا در اصل ان ہی کاموں کے نتائج ہوں گے۔ جو اس نے پہلے کئے تھے۔ جیسا کہ علم النفس میں یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن نے ان الفاظ میں اشارہ کیا: فاما من اعطی و اتقی وصدق بالحسنیٰ فسنیسرہٗ للیسریٰ، واما من بخل و استغنیٰ وکذب بالحسنیٰ فسنیسرہٗ للعسریٰ (۹۲: ۵تا۱۰)

"تو جس نے خدا کے رستے میں مال دیا، اور پرہیز گاری کی، اور نیک بات کو سچ جانا، اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے، اور جس نے بخل کیا، اور بے پروا بنا رہا، اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اسے سختی میں پہنچائیں گے" حدیث میں آتا ہے: اسلمت علی ما اسلفت من الخیر، "کفر کے زمانہ کی نیکیوں کا یہ نتیجہ ہے، کہ تمہیں قبول اسلام کی توفیق نصیب ہوئی"

مگر یہ اثر اسی جگہ تک رک نہیں جاتا، بلکہ یہاں سے متجاوز ہو کر ملاء اعلےٰ پر بھی اپنا اثر ڈالتا ہے جو اخلاق و اعمال انسانی کے لئے اصلی مرکز مقرر کئے گئے ہیں ان مرکزوں تک اعمال کو پہنچانے کے لئے فطری قوتیں مصروف کار ہیں، روحانی

Marfat.com

صور و اشکال ان اخلاق کی پوری محافظ و نگران ہیں، اور وہ چونکہ ہر وقت ساتھ ہیں اس لئے کوئی فعل ضائع نہیں جاتا، مرکز تو اعلےٰ ترین دفتر ہے۔ جہاں انسانی اعمال کو محفوظ رکھا جاتا ہے، اور یہ کراماً کاتبین اس دفتر کے کارندے ہیں۔ جنہیں ایک ایک عمل معلوم ہے: مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (۵۰: ۱۸) "کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی۔ مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے"

ظہورِ نتائج

(۱۳) اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ (۱۴) وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ (۱۵) يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ (۱۶) وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ۔

بے شک نیکوکار نعمتوں کی بہشت میں ہوں گے اور بدکردار دوزخ میں، یعنی جزا کے دن اس میں داخل ہوں گے اور اس سے چھپ نہیں سکیں گے۔

تمام اخلاق و اعمال تو محفوظ ہی ہیں، اس لئے نتائج کی صورت یہ ہوگی، کہ جن لوگوں نے یوم الدین کے خوف سے بروئے تقوےٰ کی زندگی بسر کی ہوگی۔ وہ کامیاب ہوں گے اور جنت میں جائیں گے۔ مگر جن بدبختان نوع انسانی نے فسق و فجور میں دن کاٹے ہوں گے۔ وہ ناکام و خاسر جہنم میں چلے جائیں گے اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال کے نتائج سے محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ چھپنے کی کوئی صورت نہ ہوگی:

مالکِ یوم الدین

(۱۷) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ

اور تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے

Marfat.com

(۱۸) ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ — پھر تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے

(۱۹) يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا — جس روز کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا۔

وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ۔ — اور حکم اس روز صرف خدا ہی کا ہو گا۔

قیامت کے روز یہ حالت ہو گی۔ کہ کوئی شخص کبھی ایک دوسرے کو نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس دن صرف اللہ کی حکومت ہو گی: لمن الملک الیوم، للہ الواحد القہار، دوسری جگہ آتا ہے: الملک یومئذ الحق للرحمٰن، تمام معاملات کا مرافعہ اللہ کی طرف ہو گا۔ درمیان میں وسائط کا سلسلہ قائم نہ رہے گا۔ اور خدائے جلیل وجبار خود تمام فیصلوں پر نظر ثانی کرے گا۔

المطففین ۸۳

(آیات ۳۶)

تلخیصِ مضامین

حدیث میں آتا ہے: لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، "تم میں سے کسی شخص کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جسے وہ خود اپنے لئے دوست رکھتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے حواریوں کو یہی نصیحت کی تھی: "تو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کر جو تو چاہتا ہے کہ دوسرے تیرے ساتھ کریں"۔ اس سورت کا یہی موضوع ہے۔ اور یہ انسان کی اجتماعی اور انفرادی زندگی سب پر حاوی ہے اس قانون پر عمل کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کے نتائج اس سورت میں بیان کئے گئے ہیں۔

ابتدا میں ان لوگوں کا حال ہے جو تجارت میں خود تو زیادہ وصول کر لیتے ہیں مگر جب دوسروں کو دینے کا وقت آتا ہے تو کم دیتے ہیں۔ ان کو تنبیہ کی گئی کہ اس حرکت سے باز آجائیں، ورنہ اللہ کے دربار میں انہیں اپنی اس بدعملی کا جواب

Marfat.com

دینا پڑے گا۔ اور انجام کار جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس ذمہ داری سے وہی شخص انکار کرسکتا ہے۔ جو بدکرداری اور بطالت کا عادی ہو۔ اور جب اس کی یہ حالت ہے تو وہ اسے بھی ذہن نشین کرلے کہ قیامت کے روز شہنشاہِ اعظم کے دربار میں اس کا داخلہ نہ ہوسکے گا۔

البتہ جن اربابِ اخلاص وایمان نے کسی قسم کی کمی لیدن دین میں نہیں کی۔ اور ہمیشہ عدل وانصاف کو ملحوظ رکھا۔ وہ جنت میں جائیں گے۔ دنیا میں تطفیف کرنے والے ان متقین کے ساتھ تمسخر واستہزا کیا کرتے تھے۔ اب قیامت میں معاملہ بالکل برعکس ہوگا۔ اور اسی پر سورت کو ختم کردیا ؀

Marfat.com

القسطاس المستقیم

تاجروں کی مثال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ (۲) الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ (۳) وَاِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ۔

ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔

تطفیف ماپ تول میں کمی کرنے کو کہتے ہیں، اکتیال ماپ کر لینا اور علی کے معنی مِن کے ہیں۔

ان آیات میں ان تاجروں کی حالت بیان کی گئی ہے۔ جو خود تو خوب ٹھوک بجا کر لیتے ہیں۔ مگر جب دوسروں کو دینے کا وقت آتا ہے۔ تو کم دیتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں یہی مرض تھا، انہوں نے فرمایا: اوفوا الکیل ولا تکونوا من المخسرین، وزنوا بالقسطاس المستقیم، ولا تبخسوا الناس اشیاءھم (۲۶: ۱۸۱ " ۱۸۳) "دیکھو پیمانہ پورا بھر کر دو اور نقصان نہ کیا کرو

اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔" مگر جب وہ کسی طرح نہ مانی تو تباہ کر دی گئی۔ قرآن نے اس کے متعلق نہایت ہی صاف اور صریح احکام نافذ فرمائے ہیں، ایک جگہ آتا ہے: واوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم، ذلک خیر واحسن تاویلا (۱۷: ۳۵)

"اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور جب تولا کرو تو ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔"

ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا: واوفوا الکیل والمیزان بالقسط (۶: ۱۵۲)

"اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔" سورۂ الرحمٰن میں ہے واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان (۵۵: ۹) "اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔"

امثال القرآن

قرآن مجید کا عام دستور یہی ہے۔ کہ وہ مثالوں میں قوموں کے عروج و زوال صعود و ہبوط، علو و تسفل، اور ارتقاء و تنزل کے امہات مسائل اور اصول دکھا یا بیان کرتا ہے کہ ایک عامی سے عامی آدمی بھی ان مباحث میں درخور وافی حاصل کر لے، ان آیات میں اگرچہ سوداگروں کی ایک خرابی بیان کی گئی ہے۔ مگر دراصل ان میں ایک ایسے ہمہ گیر قانون کی تعلیم دی گئی ہے جو انفرادی اور اجتماعی طور پر زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے، حکومت اگر رعایا سے اطاعت اور فرمانبرداری کی آرزومند ہے تو اس کا بھی فرض ہے۔ کہ وہ اپنی رعایا کے تمام حقوق ادا کرے اور دیانت داری کے ساتھ کامل آزادی کے حصول میں اس کی معین و مددگار ہو، خاوند اپنی بیوی سے محبت و چاہت کا طلب گار رہے تو وہ بھی ان لزوجک علیک حقا کے مطابق اسے

Marfat.com

نزلی مراعات دینے سے گریز نہ کرے آقا و غلام، باپ اور بیٹا، اور اسی طرح اقوام و ملل سب کا فرض ہے کہ وہ اس قاعدہ کلیہ کو نظر انداز نہ کریں اور حضرت عیسے علیہ السلام کے ارشاد کو آویزہ گوش بنائیں۔ جس کا مطلب شیخ سعدیؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ہرچہ برخود مپسندی بر دیگران مپسند،

تذکیر بما بعد الموت

(۴) اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (۵) لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ (۶) یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اٹھائے بھی جائیں گے۔ یعنی ایک بڑے سخت دن میں جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

جو لوگ اس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس بدکرداری کا ایک روز جواب دینا پڑے گا۔ اس دن کی ہولناکی کا نقشہ اس طرح بیان کیا گیا ہے: یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیہ وصاحبتہ و اخیہ وفصیلتہ التی تؤیہ، ومن فی الارض جمیعا ثم ینجیہ کلا (۷۰: ۱۱ تا ۱۵) "اس روز گنہ گار خواہش کرے گا۔ کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں سب کچھ دے دے۔ یعنی اپنے بیٹے، اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا اور جتنے آدمی زمین پر ہیں غرض سب کچھ دے دے اور اپنے تئیں عذاب سے چھڑا لے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔" طبرانی میں ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ نے اس سورۃ کی تلاوت یہاں تک کی۔ تو روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔" اور آگے پڑھنے سے رک گئے۔

آج جن حکومتوں نے ظلم و جور پر کمر باندھ رکھی ہے، اپنی رعایا کے حقوق ادا

Marfat.com

نہیں کرتیں، اور ان کی حریت و آزادی میں طرح طرح کی روکاوٹیں پیدا کرتی ہیں انہیں اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ کہ وہ خدائے منتقم و جبار کے عذاب سے کسی طرح بچ نہیں سکتیں؞

جداگانہ نتائج

ذیل کی آیات میں بتایا جاتا ہے۔ کہ کمی کرنے والوں کو کیا سزا ملے گی

(۷) كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ (۸) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ (۹) كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (۱۰) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۱۱) اَلَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (۱۲) وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ (۱۳) اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔

سن رکھو کہ بدکاروں کے اعمال سجین میں ہیں۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ سجین کیا چیز ہے۔ ایک دفتر ہے۔ لکھا ہوا۔ اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے یعنی جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو جھٹلاتا وہی ہے۔ جو حد سے نکل جانے والا گنہگار ہے۔ جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں۔ تو کہتا ہے۔ یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں

انسان جب ایک بداخلاقی کا مرتکب ہوتا ہے اور پھر اس کو اپنی عادت بنا لیتا ہے تو انجام کار اس کے تمام اعمال پر اس کا اثر پڑتا ہے' اور روح اعظم اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کی تمام بداخلاقیاں ایک دفتر میں جمع ہوتی رہتی ہیں۔ جس کا نام سجین ہے۔ قیامت کے روز جب یہ لوگ اپنا اپنا نامۂ اعمال دیکھیں گے تو بے انتہا تکلیف محسوس کریں گے۔ اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ اس ذمہ واری سے ہمارا انکار کرنا بے سود تھا۔ اور یاد رہے۔ کہ اس کا

Marfat.com

وہی شخص انکار کرتا ہے جو قانونِ الٰہی کی پابندی سے گریز کرتا ہے اور تعلیم الٰہی سے فائدہ اٹھانے کے بجائے وہ اسے قصص و حکایات سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔ لیکن یہ لوگ انکار کرتے رہیں۔ اس کی وجہ سے ایک حقیقتِ ثابتہ باطل نہیں ہو سکتی *

انکار کا سبب

(۱۴) کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (۱۵) کَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (۱۶) ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ (۱۷) ثُمَّ یُقَالُ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ

دیکھو جو اعمالِ بد کرتے ہیں، ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے بے شک یہ لوگ اس روز اپنے پروردگار کے دیدار سے اوٹ میں ہوں گے پھر دوزخ میں جا داخل ہوں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

ان کے انکار کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے قانونِ فطرت کی پابندی نہیں کی اور برابر فسق و فجور میں مبتلا رہے۔ کثرتِ معاصی نے ان کے قلوب کو زنگ آلود کر دیا۔ اور اب ان کی عقل پر پردے پڑ گئے ہیں۔ لهم قلوب لا یفقهون بها و لهم اعین لا یبصرون بها و لهم اذان لا یسمعون بها، اولٰئک کالانعام بل هم اضل اولئک هم الغافلون (۷: ۱۷۹)

"ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں ہیں، مگر ان سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں، پر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ بالکل چارپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہی

Marfat.com

وہ حالت ہے جس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا: د
لیس وراء ذلک حبۃ خردل من الایمان ، اسی کیفیت کو قرآن نے
کفر، جحود اور ختم سے تعبیر کیا ہے ، یہی شقاوت قلب ہے ، اسی پر فھی کالحجارۃ
او اشد قسوۃ کا اطلاق ہوتا ہے اور اسی کا نتیجہ انکار مسئولیت ہے۔

ایک شخص کی اعلےٰ ترین کامیابی یہ ہے کہ اسے زمین و آسمان کے خالق اور مدبر کی زیارت نصیب ہو، مگر اس انکار کی پاداش میں ان کا داخلہ دربار شاہی میں ممنوع قرار دیا جائے گا، اور جب اس ذلت و رسوائی کے ساتھ وہاں سے واپس لوٹیں گے تو لوٹتے ہی دوزخ میں گر پڑیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ یوم الدین ہے جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

ارباب تقویٰ

اب ان ارباب تقدس و طہارت کا تذکرہ آتا ہے۔ جو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں عدل و مساوات سے کام لیتے ہیں اور ہر ایک کے حقوق انصاف کے ساتھ ادا کرنا ان کا نصب العین ہے۔

(١٨) كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْأَبْرَارِ
لَفِي عِلِّيِّينَ (١٩) وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا
عِلِّيُّونَ (٢٠) كِتٰبٌ مَّرْقُومٌ
(٢١) يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ (٢٢)
إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ
(٢٣) عَلَى الْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ
(٢٤) تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ

یہ بھی سن رکھو کہ نیکوکاروں کے اعمال
علیین میں ہیں۔ اور تم کو کیا معلوم ۔ کہ
علیین کیا چیز ہے ۔ ایک دفتر ہے لکھا
ہوا جس کے پاس مقرب فرشتے حاضر
رہتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ چین میں
ہوں گے تختوں پر بیٹھے ہوئے نظارے
کریں گے تم ان کے چہروں ہی سے

Marfat.com

نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ (۲۵) یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُہٗ مِسْکٌ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (۲۶) وَمِزَاجُہٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ (۲۷) عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا الْمُقَرَّبُوْنَ۔

راحت کی تازگی معلوم کرلو گے، ان کو شراب خالص سر بمہر پلائی جائے گی جس کی مہر مشک کی ہوگی۔ تو نعمتوں کے شائقین کو چاہیئے۔ کہ اسی سے رغبت کریں اور اس میں تسنیم کے پانی کی آمیزش ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہے۔ جس میں خدا کے مقرب پئیں گے۔

نضرۃ کے معنی تروتازہ اور بارونق ہونے کے ہیں۔ جس رنگ میں چمک ہوتی ہے اسے ناضر کہتے ہیں، رحیق اس شراب خالص کو کہتے ہیں۔ جس میں کسی چیز کی ملونی نہ ہو۔ مختوم وہ جس پر مہر لگادی گئی ہو، اور ختام جس سے شیشہ اور بوتل کے منہ پر مُہر لگائی جاتی ہے، تنافس باب تفاعل کے وزن پر ہے۔ اس کے معنی دو شخصوں میں سے ہر ایک کا کسی چیز کو اختیار کر لینے کے ہیں۔ تنافس دراصل نفیس سے لیا گیا ہے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں نفیس چیز کو لے لوں۔ مزاج کے معنی ایک چیز کو دوسری میں ملانے کے ہیں تسنیم لیا گیا ہے سنّم سے۔ جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں۔ اونٹ کے کوہان کو سنّام اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بہت اونچا ہوتا ہے جنت کی تمام شرابوں میں سے بہترین شراب یہی ہوگی۔ اس لئے اس کا نام تسنیم رکھا گیا۔

البتہ صدق و اخلاص اور انصاف و رواداری برتنے والے علیین میں ہوں گے جو تجلیات الٰہیہ کا ایک اعلیٰ ترین مقام ہے جس کی تعبیر ان الفاظ میں بیان کی جا سکتی ہے کہ جس طرح زمین کا تعلق آفتاب عالم تاب سے ہے۔ ایسے ہی جنت تو زمین کی مانند ہے، اور علیین اس کے لئے سورج کی حیثیت رکھتا ہے اسی لئے حضرت ابن عباس اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں: ھو فوق السماء السابعۃ

Marfat.com

عند قائمة العرش الیمنی' عرش کے داہئیں ستون کے پاس ساتویں آسمان کے اوپر ہے"۔ اس جگہ مقربانِ درگاہِ الٰہی آرام کرتے ہوں گے' ہر قسم کی نعمتوں سے سرفراز ہونے کے بعد دیدارِ الٰہی سے شرف اندوز ہوں گے' اور ان کی فرحت و سرور کے لئے ان کو ایسی شراب دی جائے گی۔ جو ہر قسم کی برائی سے پاک و صاف ہو گی۔ پس اگر ریس کرنی ہو تو ان لوگوں کی ریس کرنی چاہیئے: لمثل ھذا فلیعمل العاملون ؕ

مقربین اور ابرار

تسنیم جو بہترین شراب ہے وہ مقربین کو ملے گی، اور ابرار کو جو شراب میسر ہو گی۔ وہ اس سے کمتر ہو گی۔ مگر ان کے ساتھ اتنی رعایت اور کر دی جائے گی کہ ان کی شراب میں کبھی کبھی تسنیم بھی ملا دی جائے گی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں گروہوں کے مراتب میں فرق ہے۔ اس تفاوت کو مفسرین کرام نے مختلف طریق سے بیان کیا ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ مقربین تو وہ ارباب عشق و شیفتگی ہیں۔ جن کو محض ذات باری کے ساتھ جنون و وارفتگی ہے۔ وہ صرف اسی کے عشق میں مجنونانہ بادیہ پیمائی کرتے ہیں۔ انہیں ثواب کی توقع ہے نہ عذاب کا خوف، لیکن ابرار نعائم الٰہیہ کے امیدوار ہوتے ہیں اور حسن ثواب کی توقع میں عمل صالح کرتے ہیں، ارباب تصوف و احسان کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ مقربین تو وہ ہیں جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مراتب عالیہ پر فائز ہو گئے' اور ابرار وہ ہیں جنہیں انشراح صدر تو حاصل ہو گیا مگر ابھی تک وہ فنا و بقا کے منازل طے نہیں کر سکے۔ کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ ہر عمل نیک کا ایک درجہ عالی اور ایک سافل ہے۔ اس علاوہ تسنیم میں صدق و اخلاص نیت اور

Marfat.com

آداب و سنن کی نگہداشت کو دیکھا جاتا ہے۔ جس نے درجۂ کمال کو پالیا۔ وہ مقرب بن گیا۔ ورنہ ابرار میں شامل ہو گا۔

ہماری رائے یہ ہے کہ ان دونوں میں استاد اور شاگرد کا فرق ہے۔ مقرب فطرۃً صالح ہے اور ابرار تعلیمات الٰہیہ کی پابندی سے مقرب کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ اس کو یوں سمجھ لو کہ ایک شخص پیدائشی حسین ہے اور دوسرا بن سنور کر خوبصورت ہو گیا ہے۔ اسی طرح مقرب تو فطرت ہی سے عمدہ ترین اخلاق لے کر آتا ہے۔ اور ابرار اس سے اخذ و قبول کر کے اس کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ دُنیا میں ان لوگوں کو مقربین ہی کے فیضِ صحبت سے توحید و معرفت کی شراب نصیب ہوئی تھی۔ اس لئے مرنے کے بعد بھی انہیں چشمۂ تسنیم سے شرابِ حقیقت پینے کو ملے گی۔

تقسیم کی اصلی غرض

اس فرق و امتیاز کا اصلی سبب یہ ہے کہ ہر شخص کی انتہائی کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ وہ اخلاق صالحہ کی پابندی کرے۔ خواہ یہ اس کا طبعی تقاضا ہو، یا اس میں اسے تکلف سے کام لینا پڑے۔ جس طرح پر بھی وہ نظامِ صالح کی پابندی کرے گا۔ اللہ کی نعمتوں سے محروم نہ رہے گا۔ بلکہ مقربین اور ابرار کے گروہ میں داخل ہو گا۔

باہمی تقابل

(۲۵) اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ	جو گنہگار یعنی کفار ہیں۔ وہ دنیا میں مومنوں سے ہنسی کیا کرتے تھے اور جب ان کے

Marfat.com

(۳۰) وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ (۳۱) وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ (۳۲) وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْا اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضَالُّوْنَ (۳۳) وَمَا اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ

پاس سے گذرتے تو حقارت سے اشارے کرتے، اور جب اپنے گھر لوٹتے تو اتراتے ہوئے لوٹتے۔ اور جب ان مومنوں کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو گمراہ ہیں حالانکہ وہ ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

یتغامزون لیا گیا ہے غمز سے، اور اس کے معنی ہیں پلک، ابرو، یا بھوں سے اشارہ کرنا۔

ارباب تطفیف نہ صرف اپنے جرم کو جرم نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان پر ہنسی کرتے ہیں۔ جو اس گناہ میں ان کے شریک نہیں ہوتے۔ اپنی آنکھوں سے ان کی تحقیر کرتے ہیں۔ اپنے گھروں میں بھی ان کا تذکرہ کر کے خوب قہقہے لگاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مسلمان بڑے بے وقوف ہیں۔ جو دنیاداری اور تجارت کے اصول سے بالکل ناواقف ہیں۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ کیا آپ ان کے نگران ہیں جو اس قدر رنج وغم کا اظہار کر رہے ہیں ؛

الجزاء من جنس العمل

(۳۴) فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ (۳۵) عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (۳۶) هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔

تو آج مومن کافروں سے ہنسی کریں گے اور تختوں پر بیٹھے ہوئے ان کا حال دیکھ رہے ہوں گے۔ لو کافروں کو ان کے عملوں کا پورا پورا بدلہ مل گیا۔

Marfat.com

قیامت کے روز یہی مسلمان جن کو ضعیف و کمزور اور بے وقوف خیال کیا جاتا تھا۔ ان کافروں پر ہنستے ہوں گے۔ اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے عزت واکرام کے اعلےٰ ترین مراتب و درجات پر فائز ہوں گے۔ اب کفار کو اپنی حقیقت اصلیہ نظر آجائے گی۔ دوسری جگہ ان کفار کی حالت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: قال اخسئوا فیھا ولا تکلمون، انہ کان فریق من عبادی یقولون ربنا اٰمنا، فاغفرلنا وارحمنا، وانت خیر الرّٰحمین، فاتخذ تموھم سخریا، حتیٰ انسوکم ذکری، وکنتم منھم تضحکون، انی جزیتھم الیوم بما صبروا انھم ھم الفائزون (۲۳: ۱۰۸ تا ۱۱۱) "خدا فرمائے گا۔ کہ اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے۔ تو تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر، اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ تو تم ان سے تمسخر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے پیچھے میری یاد بھی بھول گئے۔ اور تم ہمیشہ ان سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ آج میں نے ان کو ان کے صبر کا بدلہ دیا کہ وہ کامیاب ہو گئے۔"

حدیث میں آتا ہے: الا اخبرکم باھل الجنۃ، کل ضعیف متضعف، لو اقسم علی اللہ لابرہ، الا اخبرکم باھل النار کل عتل جواظ متکبر، "میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جنتی کون لوگ ہیں۔ وہ جو ضعیف ہیں، جنہیں لوگ عاجز و درماندہ خیال کرتے ہیں مگر اللہ کے نزدیک ان کے تقرب کی یہ کیفیت ہے کہ اگر وہ کسی کام کے لئے خدا کی قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے اور ہر سخت متکبر اور کٹر دوزخی ہے۔"

Marfat.com

الانشقاق

(آیات ۲۵)

تلخیص مضامین

ابتدا میں حادثہ قیامت کے بعض واقعات بیان کر کے بتایا کہ ہر ایک شخص دنیا کی زندگی میں تکلیف اٹھا کر انجام کار اللہ کے دربار میں حاضر ہوگا جہاں اعمال نامے دائیں اور بائیں ہاتھ میں ہر ایک انسان کو مل جائیں گے۔ اصحاب الیمین تو جنتی اور اصحاب الشمال دوزخی ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ لوگ جزائے اعمال کا انکار کرتے تھے۔ پھر مناظر قدرت پیش کر کے اس نظریہ کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی۔ کہ انسان یا تو ترقی کرتا ہے۔ یا تنزل کے گڑھے میں گرتا ہے جب حالت یہ ہے۔ تو اسے چاہیئے۔ کہ نیک کام کرے۔ مگر اپنی غفلت کی وجہ سے وہ اس کی پروا نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ تعالے اس کے تمام اعمال کی نگرانی کرتا ہے اور مرنے کے بعد اسی شخص کو کامیابی نصیب ہوگی۔ جو اس دنیا میں نیک زندگی بسر کرے گا۔

ان سطروں سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ جب انسانی حیات کا ایک لمحہ بھی بے کار نہیں جاتا، بلکہ اس کا ہر قدم آگے کی طرف بڑھتا یا پیچھے کی طرف ہٹتا ہے۔ تو

Marfat.com

پھر وہ نیک کام کیوں نہ کرے۔ جو اُسے دنیا و آخرت میں سودمند ہو۔ اور یہی اس سورۃ کا موضوع ہے ؛

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ

ہلاکت و بربادی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ
(۲) وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ
(۳) وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ
(۴) وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ
(۵) وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور اپنے پروردگار کا فرمان بجا لائے گا، اور اسے واجب بھی یہی ہے اور جب زمین ہموار کر دی جائے گی، اور جو کچھ اس میں ہے اسے نکال کر باہر ڈال دے گی، اور بالکل خالی ہو جائے گی۔ اور اپنے پروردگار کے ارشاد کی تعمیل کرے گی اور اس کو لازم بھی یہی ہے تو قیامت قایم ہو جائے گی۔

موجودہ نظام صرف اس لئے قایم کیا گیا ہے کہ فرزند آدم اس سے فائدہ حاصل کرے جب وہ خود ہی نہ رہا۔ تو پھر اس کائنات کی کیا ضرورت۔ اس کے ساتھ

Marfat.com

سماء زمین و آسمان کو بھی فنا کر دیا جائے گا۔ اور زمین میں اب تک جو کچھ پوشیدہ تھا۔ باہر نکل آئے گا۔ یہ سب ایک حکم کا نتیجہ ہوگا۔ اور کسی کو طاقت نہ ہوگی۔ کہ اس کا خلاف کر سکے۔

اصحاب الیمین

(۶) یٰاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ	اے انسان، تو اپنے پروردگار کی طرف پہنچنے میں خوب کوشش کرتا ہے، سو اس سے جا ملے گا۔
(۷) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ	تو جس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔
(۸) فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا (۹) وَّیَنْقَلِبُ اِلٰی اَھْلِہٖ مَسْرُوْرًا۔	اس سے حساب آسان لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں میں خوش خوش آئے گا

اعمال کے اعتبار سے انسان کی تین ہی حالتیں تصور میں آسکتی ہیں:۔

(۱) اخلاق فاضلہ و اعمالِ صالحہ کی پابندی کی بنا پر ترقی کرتا چلا جائے۔

(۲) فسق و فجور اور بدعملی و بطالت کی وجہ سے قعرِ ذلت و نکبت میں گرتا چلا جائے۔

(۳) سکون کی حالت قایم ہے۔ اور اب نہ تو وہ آگے بڑھتا ہے۔ اور نہ پیچھے ہٹتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ تیسری حالت صرف فرض کر لی گئی ہے۔ ورنہ در اصل یہ کوئی چیز نہیں۔ اس لئے شریعت بھی صرف پہلی دو صورتوں سے بحث کرتی ہے، حدیث میں بھی انہیں دو کا تذکرہ ہے۔ اور آیت زیر بحث بھی اسی قانون کو بیان کرتی ہے کہ انسان کسی نہ کسی کام میں ہمیشہ مصروف رہتا ہے اور اس سے اس کے

Marfat.com

بغیر اور کوئی چارہ کار بھی نہیں۔ تاآنکہ وہ اللہ کے دربار میں حاضر ہو جاتا ہے۔ وہاں اسے اگر اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں مل گیا۔ تو کامیاب رہا۔ اس سے اگر حساب طلب بھی کیا جائے گا تو بس یوں ہی سا۔

بخاری میں ہے: من نوقش الحساب عذب "جس شخص سے خوب ٹھونک بجا کر حساب لیا گیا۔ وہ ضرور معذب ہوگا" اس پر حضرت عائشہ رضؓ نے یہ شبہ وارد کیا کہ قرآن میں تو فسوف یحاسب حسابا یسیرا آتا ہے۔ پھر یہ اختلاف کیسا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لیس ذالک حساب ولکن ذالک العرض، من نوقش الحساب عذب "یہ حساب یسیر بھی کوئی حساب ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ان چیزوں کو اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور بس، ورنہ جس سے باقاعدہ حساب طلب کیا گیا۔ تو اس کی خیر نہیں"۔ اسی لئے آپ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اللّٰھم حاسبنی حسابا یسیرا۔ "اے اللہ مجھ سے آسان حساب لینا" بیہقی میں ہے۔ کہ جس شخص میں یہ تین صفات ہوں گی۔ قیامت کے دن اس سے حساب یسیر لیا جائے گا: تعطی من حرمک، وتعفو عمن ظلمک، وتصل من قطعک۔ "تو اس کو دے جو تجھے محروم کر دے، جو تجھ پر ظلم کرے تو اس سے درگذر کر، اور قاطع رحم کے ساتھ صلہ رحمی کر"۔

مجرمین کے نتائج

(۱۰) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۱﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا (۱۲) وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا (۱۳) اِنَّهٗ

اور جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ وہ موت کو پکارے گا، اور دوزخ میں داخل ہوگا

Marfat.com

كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۔ یہ اپنے اہل وعیال میں مست رہتا تھا،

(۱۴) اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۔ اور خیال کرتا تھا کہ خدا کی طرف پھر کر نہ

(۱۵) بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ جائے گا۔ ہاں ہاں اس کا پروردگار

بَصِيْرًا ۔ اس کو دیکھ رہا تھا۔

ثبور ثبتن ہے مشابہ سے جس کے معنی دوام اور مواظبت کے ہیں، آخرت کی موت وہلاکت بھی غیر منقطع ہو گی۔ اس لئے اسے ثبور کہا جاتا ہے۔ حور رجوع کو کہتے ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم راحت کے بعد رنج، فراخی کے بعد تنگ دستی اور ترقی کے بعد تنزل سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اللھم انی اعوذبك من الحور بعد الکور۔

لیکن جن لوگوں کا اعمال نامہ پشت کی طرف سے پیش کیا جائے گا۔ وہ ہلاکت و بربادی کے لئے مخصوص ہوں گے، اور دوزخ کے سوا اُن کو اور کوئی جگہ نہ ملے گی۔ یہ بدبخت دنیا کے عیش میں منہمک تھے۔ انہیں اپنی ذمہ واری اور مسئولیت کا خیال بھی نہ تھا۔ اور یہ اس گمان باطل میں تھے کہ سرور وشادمانی کی یہ کیفیت دائمی ہے مگر یہ امید سراب سے زیادہ نہ تھی۔ اللہ کی نظر ان کے ایک ایک عمل پر تھی۔ بھلا وہ ان کو کیسے مہمل چھوڑ سکتا تھا۔

مناظر قدرت

(۱۶) فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (۱۷) ہمیں شام کی سرخی کی قسم، اور رات کی

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ (۱۸) وَالْقَمَرِ اور جن چیزوں کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے،

اِذَا اتَّسَقَ (۱۹) لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا اور چاند کی جب کامل ہو جاتا ہے، کہ تم

عَنْ طَبَقٍ ۔ درجہ بدرجہ رتبہ اعلےٰ پر چڑھو گے۔

Marfat.com

اصل لغت کے اعتبار سے شفق کے معنی رقت کے ہیں۔ اسی لئے رقت قلب کو شفقت کہتے ہیں۔ یہاں وہ سرخی مراد ہے۔ جو غروب آفتاب کے بعد آسمان کے کناروں پر باقی رہتی ہے۔ وسق کے معنی جمع کرنے کے ہیں، اتساق، اجتماع و تکامل۔

اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بنائی ہے۔ مگر وہ اس میں درس و تکمے سے کام نہیں لیتا۔ مناظر قدرت تمہارے سامنے ہیں۔ ان میں غور کرو تو بہت سے حقائق مستورہ بے حجاب ہوں گے۔ مغرب کے وقت ذرا سی تاریکی شروع ہوتی ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے تمام عالم پر چھا جاتی ہے۔ اور حالت یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے پاس کی چیز بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ ایک عالم تھا۔ اب چاند کو دیکھو، وہ ابتدا میں بالکل باریک خط کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ مگر چند روز کے بعد بدر کامل بن کر تمام دنیا کو روشن کر دیتا ہے۔

یہ قدرتی مناظر تمہارے سامنے ہیں۔ اگر تم غور کرو۔ تو عبرت و بصیرت کی صدہا راہیں اپنے سامنے کشادہ پاؤ گے، انسانی اعمال کی بھی یہی کیفیت ہے اگر ایک شخص برائی کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب پر پڑ جاتا ہے اگر اس نے توبہ کر لی تو بہتر ورنہ وہ سیاہی ترقی کرتی جاتی ہے" تا آنکہ اس کا دل بالکل تاریک ہو جاتا ہے" اور اب وہ نور کی بجائے ظلمت میں بڑھتا ہوا چلا جاتا ہے" اور اگر اس نے نیکی کی" تو اسے نیکی میں مدد ملے گی" تا آنکہ وہ خدائے قدوس کے دربار میں قلب سلیم لے کر حاضر ہو۔ ترقی دونوں کی ہو گی" ایک کی نور کی طرف" اور دوسرے کی ظلمت کی جانب ہم کو تحقیقی طرح بھی ممکن نہیں ؏

اعتبار

(۲۰) فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۲۱) وَإِذَا
قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ
(۲۲) بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ
(۲۳) وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ
(۲۴) فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ
(۲۵) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ

تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے بلکہ کافر جھٹلاتے ہیں اور خدا ان باتوں کو جو یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں خوب جانتا ہے، تو ان کو دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنا دو، ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔

جب حالت یہ ہے کہ ہر ایک انسان اپنے اخلاق و اعمال میں برابر ترقی ہی کرتا رہتا ہے تو پھر برائی کرنے والے کو کیا ہو گیا۔ نیکی اور صداقت میں آگے بڑھنے کی کیوں نہیں کوشش کرتا، دنیا میں بھی آرام ملے گا، اور آخرۃ بھی سدھر جائے گی اقتضائے عقل تو یہی تھا کہ اس میں خضوع اور انابت الی اللہ کے جذبات حقہ پیدا ہوتے مگر ان حقائق ثابتہ کے باوجود اس کی حالت یہ ہے کہ وہ جزائے اعمال کا برابر انکار کئے چلا جاتا ہے۔ اور اس زعم باطل میں گرفتار ہے کہ قیامت نہیں ہو گی حالانکہ اللہ تعالے اس کے ایک ایک کام کو احاطہ کئے ہوئے ہے، ان اعمال فاسقہ کی پاداش میں اسے عذاب سے نجات نہ مل سکے گی اور ارباب ایمان واخلاص کی فوز و کامرانی میں کوئی شبہ نہیں؛

Marfat.com

البروج ۸۵

(آیات ۲۲)

تلخیصِ مضامین

ابتداءً چند قسمیں بیان کیں، پھر لف ونشر غیر مرتب کے طور پر سب سے پہلے شاہد و مشہود کا قصہ بیان کیا۔ پھر یوم موعود کا فیصلہ سنایا۔ اور آخر میں تاریخ عالم کے چند واقعات ذکر کر کے اس حقیقت پر مہر لگا دی کہ مخالفینِ اسلام ضرور برباد ہو کے رہیں گے۔ اور یہی اس سورۃ کا موضوع ہے۔

Marfat.com

مخالفین اسلام یقیناً برباد ہوں گے

اقسام ثلاثہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (۲) وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ (۳) وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ

آسمان کی قسم جس میں برج ہیں، اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے اور حاضر ہونے والے کی، اور اس کی جس کے پاس حاضر کیا جائے۔

بعض لوگوں نے قرآن کریم کی اس قسم کی آیات کی تفسیر میں ایسی باتیں بیان کی ہیں جن سے یہ کتاب عزیز کبھی بحث نہیں کرتی اور نہ اس کے دائرہ میں یہ چیز داخل ہے علم نجوم و ہیئت کے ماتحت قرآنی آیات کی تفسیر کرنا یقیناً اس کے موضوع سے دور نکل جانا ہے صحابہ کرام کی نسبت ہمیں معلوم ہے کہ وہ ان غیر ضروری مباحث کی طرف کبھی توجہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ سادہ اور عام فہم مطلب لیتے اور اسی پر عمل کرتے۔

Marfat.com

والسماء ذات البروج

اس سورۃ کا موضوع آپ کے سامنے ہے: ان الذین فتنوا المومنین والمومنٰت ثم لم یتوبوا، فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق، اس دعوے پر اللہ تعالےٰ نے چند شہادتیں پیش کی ہیں سب سے پہلے تم اس آسمان کی طرف نگاہ بلند کرو، جو نجوم و کواکب سے درخشندہ ہے جس کے وجود پر ہزارہا سال گذر چکے ہیں جس نے صدہا اقوام کے عروج و زوال اور علو و تسفل کو دیکھا ہے۔ پس جب سے یہ آسمان قائم ہے اور جس وقت سے یہ دنیا آباد ہے اس وقت سے لے کر آج تک کے حالات و واقعات کا درس و مطالعہ کرو، تاریخ پڑھو، اور قوموں کے ہبوط و صعود کے فلسفہ میں بحث و نظر کرو۔ تو تم پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ کہ آج تک جس فرد یا قوم نے کلمۂ حق کی مخالفت کی ہے، اور سچائی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کی ہیں، وہ ہمیشہ برباد ہوئی ہے، عاد و ثمود کی قومیں تمہیں یاد ہیں، بابل و نینوا کے کھنڈرات کو جا کر دیکھو، کلدانیوں اور اشوریوں سے دریافت کرو، تمام اقوامِ عالم اس سنۃ اللہ کا زبان حال سے اقرار و اعلان کر رہی ہیں۔ کہ قانون الٰہی کی مخالفت کر کے کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔

الیوم الموعود

اگر تاریخ کے اوراق میں، اور قوموں کے تسلط و تنزع میں تمہارے لئے کوئی عبرت و بصیرۃ نہیں، اور تم ان سے نصیحت اخذ نہیں کرتے، تو تمہارے پاس الہامی کتابیں ہیں، انبیاء کے مکاشفات ہیں، ان لوگوں کے حالات و واقعات ہیں۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے ملائکۃ الرحمٰن کو دیکھا ہے، انہوں نے عالم غیب کے

Marfat.com

سرائر و محجوبات کو بے نقاب کیا ہے، اور قیامت اور نتائج اعمال پر بحث کی ہے وہ بھی اس حقیقت ثابتہ پر مہر لگاتے ہیں کہ اسلام کی مخالفت کرنے والے انجام کار ذلیل و رسوا ہوں گے ۔ الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون (۵۸:۱۹)
"خبردار. شیطان کے ساتھی سب گھاٹے ہی میں ہیں"۔

شاہد و مشہود

پھر اگر انبیاء کے مکاشفات و الہامات بھی تمہارا اطمینان نہیں کر سکتے، تو شاہد و مشہود کا واقعہ تمہاری عبرت کے لئے بس کرتا ہے، چند نوجوان ایمان لاتے ہیں۔ پادشاہ وقت ان کو بت پرستی پر مجبور کرتا ہے جب وہ کسی طرح سے حق کو نہیں چھوڑتے تو انہیں آگ کی نذر کرتا ہے۔ مگر انجام کیا ہوتا ہے تماشہ دیکھنے والے بھی نذر آتش ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔

پس تاریخ اقوام و ملل، انبیائے کرام کے مکاشفات و الہامات، اور شاہد و مشہود کا واقعہ، تینوں اس امر پر شاہد ہیں کہ مخالفین حق اور معاندین اسلام ضرور تباہ ہو کر رہیں گے اور مسلمان ہی انجام کار شاد کام و بامراد ہوں گے۔

شہادت کی تفصیل

(۴) قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ (۵) اَلنَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ (۶) اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ (۷) وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ۔

خندقوں کے کھودنے والے ہلاک کر دیئے گئے یعنی آگ کی خندق میں جس میں ایندھن جھونک رکھا تھا جبکہ وہ ان کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو سختیاں اہل ایمان پر کر رہے تھے

Marfat.com

ان کو سامنے دیکھ رہے تھے۔

اخدود کے معنی زمین کو شق کرنے اور اس کو مستطیل کھودنے کے ہیں۔
اس کی جمع اخادید آتی ہے۔ اور اس کا مصدر خد ہے۔

اب لف ونشر غیر مرتب کے طور پر ان اقسام کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جن سے اس دعوے پر استدلال کیا گیا ہے۔ کہ مخالفین اسلام ضرور برباد ہوں گے سب سے آخر میں شاہد و مشہود کا تذکرہ تھا۔ اس لئے سب سے پہلے اسی کو لیا گیا

ان آیات میں کن لوگوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ احادیث میں مختلف لوگوں کا تذکرہ ہے۔ مگر غرض سب کی ایک ہے۔ اور اگر جزئیات کو نظر انداز کر دیا جائے تو ماحصل تمام قصص کا ایک ہی ہے اور وہ وہی ہے جس کو ہم نے ابھی اوپر بیان کیا ہے کہ چند حق پرستوں کو اس ملک کے بادشاہ نے بت پرستی پر مجبور کیا۔ جب وہ کسی طرح اس کے لئے تیار نہ ہوئے تو اس نے ان کو جلانے کی خاطر بڑی بڑی خندقوں میں لکڑیاں جمع کر کے آگ تیار کی۔ جب وہ خوب روشن ہو گئی۔ تو ان ارباب ایمان کو اس میں جھونک دیا۔ اور اس دردانگیز ہیبت ناک منظر کو دیکھنے کے لئے شہر کے تمام لوگ اور امراء و روسائے سلطنت خندقوں کے کناروں پر پہنچ گئے۔ اسی دوران میں آگ کے شعلے اس قدر بلند ہوئے کہ ان کو بھی جلا کر خاک کا ڈھیر کر دیا۔ جو اس تماشہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ان آیات میں یہی واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس میں نہ صرف مشرکین مکہ کے لئے درس عبرت تھا۔ جو مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ بلکہ آج بھی قرآن حکیم ببانگ دہل اس قانون فطرت کا اعلان کرتا ہے۔ کہ جو لوگ اسلامی حکومتوں کو برباد کرنے کی فکر میں ہیں۔ وہ اس شیطنت سے باز آجائیں ورنہ اللہ کے آہنی پنجہ کی پکڑ بڑی ہی سخت ہے۔ اور اس کی گرفت سے نجات پانے کی کوئی صورت

Marfat.com

نہیں۔ فہل من مدکر ؟

جُرم کی نوعیت

(۸) وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (۹) الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔

ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی۔ کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جو غالب اور قابلِ ستائش ہے۔ جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے۔ اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

ان نوجوانوں کا اگر کوئی جرم تھا تو یہ کہ وہ ایک اللہ کے پرستار بن گئے تھے۔ اور یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ شخصی حکومتوں اور سرمایہ داروں کے نزدیک سب سے بڑا جرم یہی رہا ہے کہ ایک شخص کی گردن ان فراعنہ کے آگے کیوں نہیں جھکتی۔

جس وقت جادوگر حضرت موسیٰؑ کے خدا پر ایمان لے آئے۔ تو فرعون نے ان کو راہِ حق سے منحرف کرنے کی پوری کوشش کی۔ مگر جب وہ اس میں ناکام رہا۔ تو اس نے یُوں دھمکی دی: لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لاصلبنکم اجمعین (۷: ۱۲۴)" میں پہلے تو تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا۔ پھر تم سب کو سولی چڑھا دوں گا۔" مگر وہ ان باتوں سے مطلق خوف زدہ نہ ہوئے، انہوں نے جواب دیا: وما تنقم منا الا ان امنا بایات ربنا لما جاءتنا (۷: ۱۲۶) " اور اس کے سوا تجھ کو ہماری کون سی بات بُری لگتی ہے۔ کہ جب ہمارے پروردگار کی نشانیاں ہمارے پاس آگئیں، تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔" فرزندانِ اسلام کو بھی جب سرزمین مکہ سے جلاوطن کیا گیا تو ان کا بھی یہی گناہ تھا کہ وہ ایک ہی خدا کے پوجنے

Marfat.com

والے تھے: الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ (۲۲: ۴۰) "یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔"

حضرت شعیب علیہ السلام کو جو ان کی قوم نے اخراج عن الوطن کی دھمکی دی تھی تو اس کا سبب بھی اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ وہ خدائے واحد کے آگے خمیدہ گردن تھے: قال الملاء الذین استکبروا من قومہ لنخرجنک یشعیب والذین امنوا معک من قریتنا، اولتعودن فی ملتنا (۷: ۸۸) "تو ان کی قوم میں جو لوگ سردار اور بڑے آدمی تھے وہ کہنے لگے کہ شعیب! یا تو ہم تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ یا تو تم ہمارے مذہب میں آجاؤ۔"

کیا یہ ظالم و جابر حکومتیں اس خیال میں ہیں کہ جس قدوس حق نواز سے انہوں نے لو لگائی ہے۔ وہ اپنے عاجز و درماندہ بندوں کی امداد نہ کرے گا۔ وہ خدا عزیز ہے۔ زمین و آسمان کی حکومت اس کے قبضہ میں ہے اور نہایت ہی دوربین نگاہوں سے دونوں جماعتوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان تو مغلوب ہوں اور کافر غالب آجائیں: ان اللہ لا یحب الکافرین (۳: ۹۰) "بے شک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔"

الہامات انبیائے کرام

(۱۰) اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمۡ

جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی، اُن کو دوزخ کا عذاب بھی ہوگا۔ اور

Marfat.com

عَذَابُ الْحَرِيْقِ (۱۱) إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ۔

جلنے کا عذاب بھی ہوگا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

شاہد و مشہود کے بعد اب تم تمام صحائف و اسفار آسمانی کا درس و مطالعہ کرو۔ اور انبیائے کرام کے الہامات کو دیکھو، وہ بھی اسی حقیقتِ کبریٰ پر متفق ہوں گے۔

(الف) جن لوگوں نے حق پرستوں پر ظلم کیا، انہیں ہر طرح کی تکلیف و مصیبت میں ڈالا اور پھر ان جرائم سے توبہ نہ کی، تو وہ عذاب میں گرفتار ہوں گے اور جب کبھی حق و باطل کا تصادم ہوگا۔ تو پرستارانِ باطل ہی ذلیل و رسوا ہوں گے

(ب) اربابِ ایمان کے لئے کامیابی حتمی ہے۔ انہیں ہر قسم کی نعمتیں نوازش ہوں گی۔ اور وہ آرام و اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں گے۔

پس انبیاء کے الہامات، اولیاء کے مکاشفات، اور ملائکۃ الرحمٰن سے مکالمہ کرنے والے سب اسی فطرۃ اللہ پر مُہر لگاتے ہیں، اور اسی سنتِ خداوندی کا بانگِ دہل اعلان کرتے ہیں۔

اگر عذاب میں تاخیر ہو

(۱۲) إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (۱۳) إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ (۱۴) وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (۱۵) ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ

بے شک تمہارے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے۔ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے،

Marfat.com

(۱۶) فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ۔ عرش کا مالک، بڑی شان والا۔ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ سنت اللہ وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات ظالموں کو باوجود ظلم و جور کامیابی ہوتی ہے۔ اس لئے عام لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ پرستاران حق بے یار و مددگار چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ بلکہ کبھی کبھی یہ خیال یہاں تک ترقی کر جاتا ہے۔ کہ خود مسلمانوں ہی کو غلط کار قرار دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ فراعنۂ مصر کو اس ظاہر فریب کامیابی پر اترا نہ جانا چاہیئے۔ اگرچہ اس وقت انہیں فتح و کامرانی نصیب ہو رہی ہے مگر وہ یاد رکھیں۔ کہ یہ ایک قسم کی مہلت ہے۔ جو انہیں دی جا رہی ہے۔ وہ جب پکڑنے پر آئے گا تو اس کی پکڑ بڑی ہی سخت ہو گی: ان اخذہ الیم شدید، سورۂ اعراف میں آتا ہے: والذین کذبوا بایاتنا سنستدرجھم من حیث لا یعلمون، واملی لھم ان کیدی متین (۷: ۱۸۲، ۱۸۳) "اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ ان کو بتدریج اس طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو معلوم ہی نہ ہو گا۔ اور میں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں۔ میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔" سورۂ آل عمران میں فرمایا: ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین (۳: ۱۷۸) "اور کافر لوگ یہ نہ خیال کریں۔ کہ ہم جو ان کو مہلت دیئے جاتے ہیں ان کے حق میں اچھا ہے، نہیں بلکہ ہم ان کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں آخر کار ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا۔"

الغرض ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنا ایک قانون بیان فرمایا۔ کہ اگر

Marfat.com

مخالفین اسلام کو کبھی کامیابی ہو جائے۔ تو فرزندانِ توحید کو اس سے پریشان خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہی فتح و نصرت ان کی تباہی کا پیش خیمہ ہو گی، اور یہ خود اپنے ہاتھوں ان تمام اسباب و وسائل کو فراہم کریں گے۔ جو ان کی بربادی کا باعث ہوں گے: ان ربك لبالمرصاد، اگر مسلمان اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں، تو اب بھی اپنے ماحول میں ان حقایق کو دیکھ سکتے ہیں۔

اس کائنات میں اللہ کی مختلف صفات مصروفِ عمل ہیں، بعض اوقات وہ نئے سرے سے ایک چیز کو پیدا کرتا ہے، اور کبھی اسی کو دوبارہ زندگی بخشتا ہے یہی عادت اس کی قوموں اور ملتوں کے متعلق بھی ہے۔ اگر ایک حکومت ظلم کرتے کرتے انتہا تک پہنچ جاتی ہے، تو پھر اس کو بالکل برباد کر دیا جاتا ہے، اور دوسری قوم اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ سورۂ دخان میں اس سنۃ اللہ کو یوں بیان کیا گیا ہے: کم ترکوا من جنت وعیون وزروع ومقام کریم، ونعمۃ کانوا فیھا فکھین، کذلک واورثنھا قوما آخرین فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین، ولقد نجینا بنی اسرائیل من العذاب المھین من فرعون انہ کان عالیا من المسرفین، ولقد اخترنھم علی علم علی العالمین (۴۴: ۲۵ تا ۳۲)" وہ لوگ بہت سے باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور نفیس مکان، اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہوا، اور ہم نے دوسرے لوگوں کو ان چیزوں کا مالک بنا دیا، پھر ان پر نہ آسمان اور زمین کو رونا آیا، اور نہ ان کو مہلت ہی دی گئی، اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی یعنی فرعون سے، بے شک وہ سرکش اور حد سے نکلا ہوا تھا۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو اہلِ عالم سے دانستہ منتخب کیا تھا۔"

Marfat.com

لیکن اگر ایک قوم اپنے اعمال فاسقہ سے توبہ کرلے، تو اللہ تعالیٰ اس کو چشمۂ حیات پرلے آتا ہے اور اس کو زندگی نوازش فرماتا ہے: ثم رددنا لکم الکرۃ علیھم وامددنٰکم باموال وبنین وجعلنٰکم اکثر نفیرا (۶:۱۷) "پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی، اور تم کو جماعت کثیر بنا دیا۔" قوم یونس کے متعلق آتا ہے فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونس لما آمنوا کشفنا عنھم العذاب الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا و متعنٰھم الی حین (۱۰:۹۸) "تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی۔ کہ ایمان لائی۔ تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا۔ ہاں یونس کی قوم کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا، اور ایک مدت تک فوائدِ دنیاوی سے ان کو بہرہ مند رکھا۔"

اقوام و امم کے عروج و زوال کا یہی قانون ہے۔ جو قوم قعرِ ذلت میں گرتی ہے۔ وہ اپنے اعمال قبیحہ کی بنا پر گرتی ہے۔ مگر اللہ غفور و ودود بھی ہے: ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم (۱۳:۱۲)، اس کی مغفرۃ کی شان ملاحظہ ہو: ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء (۴:۵۱)، اس کی ایک صفت سبقت رحمتی علی غضبی بھی ہے پھر بھلا وہ کیسے بنی آدم کو چھوٹے چھوٹے گناہوں کی وجہ سے عذاب دے گا۔ بلکہ اس کا عفوِ عام اور اس کی رحمت سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

لیکن انسان اس رحمت کی وجہ سے مغرور نہ ہو جائے، وہ ذوالعرش المجید، فعال لما یرید بھی، وہ ملک وسلطنت کا مالک ہے، جلالت و کبریائی میں کوئی اس کا

عدیل نہیں۔ اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ پس ایک انسان کا فرض ہے۔ کہ اُس کی تمام صفات کو ہمیشہ سامنے رکھے' اور ہر حکومت کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی سفاکی و بربریت کے وقت دیکھ لے کہ ارباب صدق و اخلاص کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ تو نہیں بنا رہی ہے ؛

تاریخی شہادت

(۱۷) هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۔ بھلا تم کو لشکروں کا حال معلوم ہوا ہے

(۱۸) فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۔ یعنی فرعون اور ثمود کا۔

اب تک موضوع سورۃ پر دو قسم کی شہادتیں بیان ہو چکی ہیں ؛

(۱) شاہد و مشہود کا واقعہ جس سے عرب کے لوگ خصوصاً واقف ہیں۔

(۲) انبیائے کرام کے الہامات۔ جن سے بڑھ کر واقعات قیامت اور نتائج اعمال اور کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا۔

اب ان آیات میں فرعون و ثمود کے حالات سے استشہاد کیا گیا، ان کے واقعات اوراقِ تاریخ میں محفوظ ہیں اور ہر شخص ان سے واقف ہے۔ اس لئے صرف اشارہ کر دیا۔ ذہن خود بخود نتیجہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

کیا مخالفینِ اسلام کو یہ واقعات یاد ہیں۔ اگر چشم بصیرت وا ہے تو وہ ان حقایق کو دیکھیں' اور دولِ اسلام کی بیخ کنی سے باز آ جائیں، ورنہ ان کے ساتھ مستقبل قریب میں وہی ہوگا۔ جو فرعون و ثمود کے ساتھ ہوا ؛

کفار کا انکار

(۱۹) بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ لیکن کافر جان بوجھ کر تکذیب میں

Marfat.com

فِی تَکْذِیْبٍ (۲۰) وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ۔	گرفتار ہیں۔ اور خدا بھی ان کو گرداگرد سے گھیرے ہوئے ہے۔

باوجود ان تاریخی واقعات اور دوسرے دلائل کے کفار اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ عاقبت کار مسلمان ہی کامیاب ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ فرزندان اسلام کی بے سروسامانی، بدنظمی اور فرقہ بندی کو دیکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں۔ کہ ان کی عالمگیر برادری کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ ادھر ان کو اپنی کثرتِ تعداد، فراوانیٔ دولت اور آلاتِ حرب پر ناز ہے، ان حالات میں اس سنۃ اللہ پر ان کو یقین آئے تو کیسے۔ مگر ان مخالفین اسلام کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ ان کو سب طرف سے گھیرے ہوئے ہے، وہ ان کی داخلی اور خارجی قوتوں کو جانتا ہے اور جس وقت چاہے انہیں ہلاک کر سکتا ہے۔

یہ فیصلہ اٹل ہے

(۲۱) بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ (۲۲) فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔	یہ کتاب ہزل و بطلان نہیں۔ بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے۔ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا۔

ان آیات کا ایک مفہوم تو وہ ہے جو عام مفسرین نے بیان کیا ہے، اور وہ یہ ہے۔ کہ قرآن کریم نہایت ہی عظیم و جلیل کتاب ہے۔ جیسا کہ سورۂ عبس میں گزر چکا اور اس کے علاوہ دوسرے مقامات میں بھی اسی قسم کی آیات اس کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا: انہ لقراٰن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطھرون، تنزیل من رب العالمین (۵۶: ۷۷ تا ۸۰) "یہ بڑے رتبہ کا قرآن ہے جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے، اس کو وہی ہاتھ لگاتے

Marfat.com

ہیں، جو پاک ہیں، پروردگار عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے۔" دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا: وانہ لکتب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (۴۱: ۴۱ و ۴۲)

"اور یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔ اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے، اور دانا اور خوبیوں والے خدا کی اتاری ہوئی ہے۔"

غرض یہ ہے کہ مکی زندگی ہی میں اللہ تعالٰی نے اپنے رسول کی معرفت اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ قرآن کریم میں کسی قسم کی تحریف ممکن نہیں، اور کوئی بڑی سے بڑی حکومت اس میں ردّ و بدل کرنے پر قادر نہ ہو گی۔ اس لئے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا وعدہ جس طرح ماضی کے لئے تھا ویسا ہی مستقبل کے لئے بھی ہے۔

ربط آیات کے لحاظ سے ان آیتوں کا یہ مطلب بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ کہ اس سورۂ مبارکہ میں جس حقیقت کبرٰی کا اعلان کیا گیا ہے۔ کہ انجام کار مسلمان ہی کامیاب ہوں گے، اگرچہ کفار اپنے سامان اور تعداد کے غرور میں کتنا ہی اس سنۃ اللہ کی تکذیب کریں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ یہ فیصلہ ایک شدنی امر ہے، یہ ایک بابرکت قانون ہے۔ اور کوئی چیز اس کے نفاذ میں رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتی۔

لوحِ محفوظ

لوحِ محفوظ کے متعلق مفسرین کرام کا کسی قدر اختلاف ہے۔ مگر حاصل سب کا یہ ہے۔ کہ لوحِ محفوظ عالم روحانیات میں ایک لوح ہے۔ جس میں اس کائنات کے متعلق تمام سننِ و نوامیس الٰہیہ خدائے قدوس نے محفوظ کر دئے ہیں، جیسا کہ

Marfat.com

اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ غرض یہ ہے۔ کہ اس زبردست قانون کی جو شخص
بھی مخالفت کرے گا۔ وہ تباہ و برباد کر دیا جائے گا ؀

Marfat.com

۸۶ الطارق

(آیات ۱۷)

تلخیص مضامین

نجوم و کواکب کے نظام کی طرف توجہ دلا کر بتایا کہ جس طرح ایک قوت ان کی نگران ہے۔ ایسے ہی ہر نفس انسانی پر ایک محافظ ہے۔ جو اس کے ایک ایک عمل پر نظر رکھتا ہے۔ آگے چل کر نتائج اعمال پر دو قسم کی دلیلیں پیش کیں۔ ایک میں انسان کے کتم عدم سے وجود میں آنے سے یہ ثابت کیا کہ اسی طرح اللہ تعالٰی اس کو دوسری مرتبہ بھی زندگی بخش سکتا ہے۔ اس کے بعد بارش کی مثال بیان کر کے واضح کیا۔ کہ ایسے ہی گل سڑ جانے کے بعد فرزند آدم کو حیاتِ تازہ بھی دی جا سکتی ہے یہ ایک طے شدہ اور یقینی بات ہے۔ باقی جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں، انہیں موقع دیا جاتا ہے کہ وہ پھر اس میں غور کریں، شاید یہ مسئلہ ان کی سمجھ میں آجائے۔

Marfat.com

یوم الدین

الطارق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ (۲) وَ
مَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ (۳)
اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ (۴) اِنْ کُلُّ
نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ۔

آسمان اور رات کے وقت آنے والے کی قسم اور تم کو کیا معلوم کہ رات کے وقت آنے والا کیا ہے' وہ تارا ہے چمکنے والا کہ کوئی متنفس نہیں جس پر نگہبان مقرر نہیں۔

ماوردی کہتے ہیں۔ کہ طرق کے اصلی معنی دروازہ کھٹکھٹانے کے ہیں' رات کے آنے والے کو طارق اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس وقت لوگ آرام میں ہوتے ہیں اور اس کو دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر ہر اس چیز کا نام طارق رکھا گیا۔ جو شب کے وقت ظاہر ہو۔ نجوم و کواکب کو اس لئے طارق کہتے ہیں۔ کہ وہ شب کے وقت طلوع کرتے ہیں۔ چنانچہ فراء کی یہی رائے ہے' حدیث میں ان ناگہانی حوادث سے پناہ مانگی گئی ہے۔ جو رات کو آئیں: اعوذ بک من شر طوارق اللیل'

Marfat.com

کیونکہ اس وقت ان کا تدارک مشکل سے ہوتا ہے۔

اس سورۃ میں طارق سے کیا مراد ہے؟ اس کی تشریح لسانِ الٰہی نے خود النجم الثاقب سے کر دی۔ کہ یہ وہ ستارہ ہے۔ جو طلوع ہونے کے ساتھ ہی ظلمت کے پردوں کو چاک چاک کر دیتا ہے؟ ثاقب روشن کو کہتے ہیں۔

طارق استشہاد

آسمان کو دیکھو، ان گنت ستارے چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جو شب کے وقت لوگوں کی راہ نمائی کا سبب بنتے ہیں۔ جب سے کائنات ارضی و سماوی کی تکوین ہوئی ہے۔ اسی وقت سے یہ بھی اپنی درخشندگی سے تمام عالم کو منور کئے ہوئے ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں مصروف عمل ہے۔ ایک ہی طرح پر نظر آرہا ہے اور یہ نظام ایک ہی انداز پر قائم ہے؟ یہ ناممکن ہے کہ ایک دوسرے کے احاطے میں گھس جائے یا اپنے وقت سے قبل طلوع و غروب کرے: لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون (۳۶: ۴۰) "نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے، سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔"

اس نظامِ شمسی کو دیکھنے کے بعد ہر شخص اس نتیجہ پر باآسانی پہنچ سکتا ہے۔ کہ ان ستاروں سے بالاتر ایک اور نظام بھی ہے، جو ان تمام نجوم و کواکب اور ثوابت و سیارات کی حفاظت کرتا ہے؟ جو ان کو جکڑ بند کئے ہوئے ہے اور کسی کو آگے پیچھے نہیں ہونے دیتا۔ اسی طرح تم یہ بھی یقین کر لو کہ ایک ارفع و اعلیٰ ہستی ہے۔ جو تمام انسانوں کو ایک ہی قانون کا پابند بنائے ہوئے ہے: ولہ اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعا وکرہا والیہ یرجعون (۳: ۸۳) "حالانکہ سب

اہل آسمان و زمین خوشی یا زبردستی سے خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"۔ وہی ذات رحمٰن و رحیم ہے جو ان کے ایک ایک عمل کی نگران ہے اور اس کو ضائع نہیں ہونے دیتی: ان علیکم لحفظین کراماکاتبین یعلمون ما تفعلون، پس جس خدا کی یہ قدرت، یہ عظمت اور یہ حفاظت ہے' اس کے لئے ہر جان کی نگہداشت' اسے جزا و سزا کے لئے قائم رکھنا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنا کونسا دشوار کام ہے؟

انفسی شہادت

(۵) فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ — تو انسان کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا ہے۔

(۶) خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ — وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے۔

(۷) يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ۔ — جو پیٹھ اور سینہ کے بیچ میں سے نکلتا ہے

زور کے ساتھ پانی کے بہنے کو عربی میں دفق کہتے ہیں منی بھی زور کے ساتھ عورت کے رحم میں جاتی ہے اس لئے اس کو بھی ماء دافق کہتے ہیں، چنانچہ فراء اور اخفش نے اس کے معنی مصبوب فی الرحم کے کئے ہیں، عورت کے سینہ کی ہڈی کو تریبہ کہتے ہیں جہاں گلو بند پڑا رہتا ہے۔ اس کی جمع ترائب آتی ہے یہاں ترائب سے مراد سینہ ہے جیسا کہ ابن عباس، عکرمہ، سعید بن جبیر، اور قتادہ نے بیان کیا ہے۔

اگر کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ جب ایک چیز فنا ہو کر بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو کس طرح زندہ کرے گا۔ اسے چاہیئے کہ اپنی پیدائش میں غور کرے خود اس کا طریق تخلیق اس شبہ کو دور کر دے گا۔ پیدا ہونے سے قبل اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ لیکن اللہ کی کرشمہ سازی دیکھو کہ ماں باپ اپنی قوت جسمانی قائم رکھنے کی خاطر

Marfat.com

مختلف چیزیں کھاتے ہیں۔ اکثر لذائذِ نفسانی پورا کرنے کی غرض سے مرد و عورت کا اجتماع ہوتا ہے۔ لیکن اندر ہی اندر خدا نے ایک ایسا نظام قایم کر دیا ہے کہ دونوں کے اختلاط سے اولاد پیدا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اولاد پیدا کرنا خود ایک انسان کی طاقت سے باہر ہے ؛

بعث بعد الموت

(۸) اِنَّہٗ عَلٰی رَجْعِہٖ لَقَادِرٌ (۹) یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ (۱۰) فَمَا لَہٗ مِنْ قُوَّۃٍ وَّلَا نَاصِرٍ

بے شک خدا اس کے اعادے یعنی پھر پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جس دن لوں کے بھید جا پنچے جائیں گے، تو انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی، اور نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا۔

جو خدا انسان کو اس طریق پر پیدا کر سکتا ہے۔ وہ اس کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ کہ جب ایک شخص بالکل نیست و نابود ہو جائے تو اسے دوسری مرتبہ زندگی بخش دے اور یہ حیات بعد الممات اس روز نوازش ہو گی۔ جس دن ہر شخص کے تمام رموز و اسرار ظاہر ہو جائیں گے۔ نہ تو کوئی اندرونی قوت ان جرائم کو چھپا سکے گی، اور نہ کوئی خارجی مددگار ان کے معاصی کی پردہ پوشی کر سکے گا۔ یرفع لکل غادر لواء عند استہ یقال ھذہ غدرۃ فلان بن فلان، "ہر غدار کے بیٹھنے کی جگہ پر جھنڈا نصب کر کے اعلان کیا جائے گا۔ کہ یہ شخص دنیا میں لوگوں کے ساتھ غدر کیا کرتا تھا" ؛

نشئہ ثانیہ

Marfat.com

(۱۱) وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (۱۲) وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۱۳) اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (۱۴) وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ۔

آسمان کی قسم جو مینہ برساتا ہے، اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے کہ یہ کلام حق کو باطل سے جدا کرنے والا ہے، اور بے ہودہ بات نہیں۔

رجع کے معنے بارش کے ہیں، جیسا کہ زجاج نے بیان کیا ہے، ابن عباس بھی والسماء ذات الرجع کے معنی ذات المطر یعنی بارش والا کرتے ہیں۔ صدع پھٹنے کو کہتے ہیں۔ نباتات زمین کو پھاڑ کر نکلتی ہیں۔ اس لئے زمین کو ذات الصدع کہا گیا۔

آسمان سے جب بارش نازل ہوتی ہے۔ تو زمین میں جو بیج بویا گیا تھا۔ اس میں زندگی کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ آخر کار زمین پھٹتی ہے اور سب طرف سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔ اسی پر تم انسان کی دوبارہ زندگی کو قیاس کرو۔ مرنے کے بعد اس کے اجزا مٹی میں جا کر مل جاتے ہیں، اور منتشر ہو جانے کی وجہ سے ہماری نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ مگر جن قوتوں نے اس کو پہلی بار پیدا کیا تھا، وہ اب بھی اسی طرح ان متفرق اجزاء کو ایک جگہ جمع کر کے انہیں زندگی دے دیں گی جس طرح بارش پودوں کو پیدا کر دیتی ہے۔ اور یہ کوئی ہنسی کی بات نہیں، بلکہ بڑی ہی حکمت و دانائی کی بات ہے۔

مزید مہلت

(۱۵) اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا (۱۶) وَّاَكِيْدُ كَيْدًا (۱۷) فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۔

یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے ہیں اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں، تم کافروں کو مہلت دو بس چند روز ہی مہلت دو

جزائے اعمال کا مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ ہے اور خصوصًا ان لوگوں کے لئے جو کتب سماویہ اور سلسلۂ انبیاء و رسل سے واقف نہ ہوں اس لئے جب کبھی انہیں اس ذمہ داری اور مسئولیت کی جانب متوجہ کیا جاتا ہے۔ تو بچوں کی طرح اس میں شبہات پیدا کرتے ہیں اور اس کا برابر انکار کئے جاتے ہیں۔ یہی ان کا کید اور مکر ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

ہم بھی ان کی حالت سے خوب واقف ہیں۔ اس لئے ہر ممکن طریق سے انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مختلف قسم کے دلائل پیش کرتے ہیں، اور ہر زاویۂ نگاہ کو پیش نظر رکھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ شاید یہ لوگ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیں اور اس دقیق نکتہ تک ان کی عقل کی رسائی ہو سکے۔ اس لئے انہیں مہلت دینی چاہیئے۔ اور عذاب میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اس پر بھی نہ مانیں تو پھر دنیا و آخرت میں ان پر عذاب کا نازل ہونا یقینی اور قطعی امر ہے۔

Marfat.com

الاعلیٰ

(آیات ۱۹)

تلخیص مضامین

ابتداء سورت میں اللہ کی صفت ربوبیت بیان کر کے بتایا کہ اس صفت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے۔ کہ وہ نوعِ انسانی کی رشد وہدایت کے لئے سلسلہ وحی و الہام قایم کرے۔ تاکہ جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی ارتقار بھی حاصل ہو چنانچہ اس سلسلہ کی آخری کڑی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ یہ الہام آخری اور دائمی ہوگا۔ جو آپ کی طرف کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ انسان کے موجودہ حالات اور اس کے انتہائی کمالات سے خوب واقف ہے، اور اس کتاب عزیز میں ان تمام امور کا لحاظ کیا گیا ہے، اس قرآن کو کامیاب بنانے کے لئے وہی خدا ہر قسم کی آسانی پیدا کر دے گا۔ نبی کا فرض اتنا ہوگا کہ اس کی عام اشاعت کر دے البتہ اس سے فائدہ وہی حاصل کرے گا جو عافیت اندیش اور دُور بین ہوگا۔

اس کے بعد کامیابی اور خسران کے اصول و کلیات پر روشنی ڈالی، اور بتایا کہ انسان اس قدر کوتاہ بین واقع ہوا ہے کہ وہ دنیاوی فوائد کو آخرت کے

Marfat.com

دائمی ثمرات ونتائج پر ترجیح دیتا ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ آخر میں رسول اللہ کے الہامات کی نسبت بیان کیا کہ اس قرآن میں جن عقاید ویقینیات اور اصول اساسی پر بحث کی گئی ہے۔ ان پر تمام مذاہب وادیان متفق ہیں، ہر الہامی کتاب نے ان ہی کو اپنی قوم کے سامنے پیش کیا۔ اس لئے اب دنیا کا اجتماع بھی صرف قرآن ہی پر ہو سکتا ہے۔ جو ان سب کا جامع ہے۔ اور اسی پر سورت کو ختم کر دیا۔

Marfat.com

ضرورت الہام

الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم	
(۱) سبح اسم ربک الاعلیٰ	اے پیغمبر! اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو، جس نے انسان کو
(۲) الذی خلق فسوّیٰ	بنایا، پھر اس کے اعضا کو درست کیا۔
(۳) والذی قدر فھدیٰ	اور جس نے اس کا اندازہ ٹھہرایا، پھر اس کو رستہ بتایا۔

اس ربّ بزرگ کی تسبیح و تقدیس بیان کرو۔ جس کی بعض صفات ربوبیت حسب ذیل ہیں:

(الف) خلق، عدم محض سے اس نے زمین و آسمان کو ہماری ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے پیدا کیا۔ بدیع السمٰوٰت والارض میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور خلق الانسان من علق بھی اسی تخلیق کی ایک جزئی ہے۔

(ب) تسویہ، لغت میں اس کے معنی برابر کرنے کے آتے ہیں گویا ایک چیز کی ظاہری و باطنی قوتوں کو اس طریق سے ودلیعت کرنا، اللہ اس کے مختلف اجزاء

Marfat.com

عناصر کو ایک دوسرے سے اس انداز کے ساتھ ملا تاکہ ان میں کمال درجہ کی موزونیت پیدا ہو جائے: ما تری فی خلق الرحمان من تفاوت، فارجع البصر هل تریٰ من فطور، ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وھو حسیر (۶۷: ۳ و ۴) "کیا تو خدائے رحمٰن کی آفرینش میں کچھ نقص دیکھتا ہے؟ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ، بھلا تجھ کو آسمان میں کوئی شگاف نظر آتا ہے پھر دوبارہ سہ بارہ نظر کر، تو نظر ہر بار تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی"۔

(ج) تقدیر، جب اللہ تعالےٰ نے ہر چیز میں قوتیں رکھ دیں۔ تو ضروری تھا کہ ان کے اعمال و وظائف کی نوعیت' اور دائرہ میدان عمل کا تعین ہوتا۔ ورنہ تسویہ کا عمل رائگاں جاتا، اعمال کی نوعیت مقرر کرنا ہی تقدیر ہے: والشمس تجری لمستقر لھا ذالک تقدیر العزیز العلیم، والقمر قدرنٰہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم، لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النھار وکل فی فلک یسبحون (۳۶: ۳۸ تا ۴۰) "اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے یہ خدائے غالب اور دانا کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں۔ یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے' اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے، سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں"۔

(د) ہدایت، ان مدارج ثلثہ کے بعد اب اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ موافق اسباب فراہم ہوں،' اور مشکلات و موانع کو دور کیا جائے' غرض یہ کہ عمل کا اجرا اور بقا و قیام، اعمال کی بارآوری اور نتائج کا ظہور، سب ہدایت کے اجزائے ترکیبی ہیں۔

اعتبار

رب کے معنی ہیں ایک چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف نشوونما دینا۔ تا آنکہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ پس جب رب العالمین کے یہ کارنامے ہوں۔ تو یقیناً وہ اس امر کا مستحق ہے کہ ہر وقت اسی کی حمد و ستائش کی جائے اور یہ کہ سب تعریفیں عمدہ سے عمدہ، اول سے آخر تک، جو ہوئی ہیں اور جو ہوں گی اسی خدا ہی کو لائق ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی اس سورت کی تلاوت کرتے تو سبح اسم ربک الاعلیٰ کے بعد سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے بخاری میں ہے کہ آپ عید کی نماز میں سورۂ اعلےٰ اور غاشیہ پڑھا کرتے اور اگر جمعہ اور عید کا ایک ہی دن میں اجتماع ہو جاتا۔ تو دونوں نمازوں میں یہی دو سورتیں تلاوت کرتے۔

مسند امام احمد میں ہے: لما نزلت فسبح باسم ربک العظیم، قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوھا فی رکوعکم فلما نزلت سبح اسم ربک الاعلیٰ قال اجعلوھا فی سجودکم "جب سبح باسم ربک العظیم کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے فرمایا اس کو رکوع میں سبحان ربی العظیم کی صورت میں ادا کرو، اور سبح اسم ربک الاعلیٰ پر کہا کہ تم سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا کرو۔"

حیوانات کی نگہداشت

(۴) وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی	اور جس نے چارہ اگایا، پھر سب کو سیاہ
(۵) فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی	رنگ کا کوڑا کر دیا۔

Marfat.com

غُثاء، خشک چیز کو کہتے ہیں۔ جب گھاس خشک ہو جاتی ہے، تو سبزی کی جگہ اس پر سیاہی چھا جاتی ہے اس کا نام احویٰ ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا وہ پہلو بیان کیا گیا ہے جو حیوانات سے تعلق رکھتا ہے، سب سے پہلے خدا نے مختلف چیزوں کو پیدا کیا، پھر ان کی ضروریات و لوازمات پورا کرنے کے لئے دنیا میں اسباب و وسائل فراہم کر دئے، نباتات میں چلنے کی طاقت نہ تھی۔ تو انہیں جڑیں دی گئیں، مگر جانور چل پھر سکتے تھے، ان کے لئے چراگاہ بنا دیئے کہ موسم بہار میں تر و تازہ گھاس کھائیں۔ جب خزاں کا موسم آتا ہے تو اسی گھاس کو خشک سیاہ رنگ کا کر دیتا ہے جو ان کے لئے زندگی بخش ثابت ہوتی ہے اور انہیں توانائی بخشتی ہے۔

وحی و الہام

(۶) سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى	ہم تمہیں پڑھا دیں گے کہ تم فراموش نہ
(۷) اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (۸) اِنَّهٗ	کرو گے۔ مگر جو خدا چاہے۔ وہ کھلی بات
يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى	کو بھی جانتا ہے اور چھپی کو بھی۔

جس خدا نے انسانوں اور حیوانوں کی سابقہ ضروریات انجام دی ہیں۔ اسی کی ربوبیت کا یہ بھی اقتضا ہے کہ انسان کی جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی رشد و ہدایت کا بھی ایک نظامِ صالح قایم کرے۔ چنانچہ وہ تمہیں اے محمدؐ! ان تمام سنن و نوامیس کی تعلیم دے گا۔ جو جملہ اقوام و امم کے نشو و ارتقا کے لئے ضروری ہوں گی اور تمہیں قرآن پڑھائے گا۔ جس کا ایک ایک حرف تمہارے سینہ میں محفوظ رہے گا۔

Marfat.com

اِلّا ما شاء اللہ

اس کی شرح میں علمائے کرام مختلف الرائے ہیں، فرا ء یہ کہتا ہے کہ یہ الفاظ صرف یمن و برکت کی غرض سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ورنہ نسیان کلی رسول اللہ پر کبھی بھی طاری نہیں ہوا نماز میں جو دو ایک مرتبہ آپ بعض آیات کو بھول گئے تو وہ صرف عارضی طور پر تھا۔ اور دوسرے صحابہ کے یاد دلانے سے آپ کو وہ آیات یاد آگئیں۔ اسی قسم کی آیت جنت میں داخل ہونے والوں کے لئے بھی آتی ہے: خالدین فیہا مادامت السمٰوٰت والارض الا ماشاء ربک' اور اس قسم کے الفاظ ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ اور دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ یہ سب کچھ محض اللہ کی بخشش و عطا اور لطف و کرم کے نتائج ہیں۔ ورنہ کوئی شخص اپنے استحقاق کی بنا پر ذرہ برابر بھی طلب کرنے کا مجاز نہیں ہے۔

حسن اور قتادہ کی رائے ہے کہ اس میں ان آیات کی طرف اشارہ ہے۔ جو منسوخ الحکم والتلاوت ہیں۔ چنانچہ علامہ زمخشری فرماتے ہیں: جعل النسیان علیہ بمعنی رفع الحکم والتلاوۃ، "نسیان کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس کا حکم باقی نہیں رہا اور تلاوت کی بھی ضرورت نہیں"۔ بعض اس کو قلت کی طرف مشیر سمجھتے ہیں مگر ہمارے خیال میں فراء کی رائے سب سے زیادہ قابل ترجیح ہے۔

جہر و خفی

خدائے قدوس اس قرآن کو کیسے بھول جانے دے گا۔ وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ وہ علیم بذات الصدور ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ دنیا کی مختلف قوموں کی استعدا

Marfat.com

علمی و عملی اس وقت کس قدر ہے۔ اور قیامت تک ان کا نشوو ارتقا کہاں تک ہو گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہے کہ تمام سابقہ تعلیمات مٹ چکی ہیں۔ اور کسی الہامی کتاب کے کسی حصہ کے متعلق بھی یقین و اذعان کے ساتھ یہ دعوےٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ خدا کے الفاظ ہیں۔ ان حالات میں قرآن کی حفظ و صیانت بدرجۂ اولیٰ لازمی و ضروری ہے۔ کہ یہی آخری الہام ہے، اسی پر الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا کی مہر ثبت ہے۔ اور اسی کی شان میں انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون نازل ہوا ہے ؛

باہمی تطبیق

گذشتہ آیات میں حیوانات کی ربوبیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ موسم بہار میں ترو تازہ گھاس ان کے کام آتی ہے، اور خزاں میں وہی خشک ہو کر ان کے لئے زندگی بخش ثابت ہوتی ہے۔

بالکل یہی حال نبوّت کا ہے۔ دنیا کے لئے بہترین وقت وہ ہوتا ہے۔ جب خود نبی اس میں جلوہ افروز ہو۔ اس کی وفات کے بعد اس کے حواری اور اصحاب اس کی بشارت کو دور و نزدیک پہنچا دیتے ہیں۔ جو اگرچہ کسی حیثیت سے بھی نبی کے مراتب عالیہ تک رسائی نہیں حاصل کر سکتے۔ مگر لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کافی ہوتے ہیں، اور ان کی معرفت دنیا کو امن و اطمینان قلب اور حیات دائمی نصیب ہوتی ہے، اسی کو حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے : خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم، دوسری حدیث میں اس طرح آتا ہے : اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم،

Marfat.com

اور اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر بھی اسی قبیل سے ہے

تبلیغ قرآن

(۸) وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى (۹)
فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى
(۱۰) سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى
(۱۱) وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى (۱۲)
الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى
(۱۳) ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا
يَحْيٰى ۔

ہم تم کو آسان طریقے کی توفیق دیں گے سو جہاں تک نصیحت کے نافع ہونے کی امید ہو نصیحت کرتے رہو، جو خوف رکھتا ہے وہ تو نصیحت پکڑے گا اور بے خوف بدبخت پہلو تہی کرے گا جو قیامت کو بڑی تیز آگ میں داخل ہوگا۔ پھر وہاں نہ مرے گا نہ جئے گا۔

اللہ نے اپنے رسول کو ایسی قوم میں نبی بنا کر بھیجا جو صدیوں سے مذہب و قانون کے نام سے ناآشنائے محض تھی، اور جو امیوں کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ ترقی ہمیشہ تدریجی ہوا کرتی ہے اس لئے قرآن حکیم مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا۔ جس سے ایک طرف تو یہ آسانی ہوگئی کہ لوگوں کو اس کتاب عزیز کے حفظ کرنے میں بے انتہا سہولت و آسانی ہوگئی، اور دوسری جانب صحابہ کرام اس کے احکام و اوامر پر عمل کرتے کرتے سعادت و کامرانی کے اعلےٰ ترین مراتب پر پہنچ گئے، اور اس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں سہولت پیدا ہوگئی۔

ظاہر ہے کہ قرآن تمام امم و اقوام کی ضروریات دینی و دنیوی کا ذمہ دار و کفیل اور ان کے نشوو ارتقا کے لئے ایک مدون و مرتب دستور العمل ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس کی آواز کو دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچا دیا جائے اور ارض الٰہی کی ایک انچ جگہ بھی ایسی نہ ہو جہاں قرآن اور اس کے تراجم موجود نہ ہوں۔ چنانچہ اس آیت میں آپ

Marfat.com

اور آپ کے متبعین کو یہ حکم دیا گیا۔ کہ وہ اس کی تبلیغ واشاعت میں سر بکف کوشش کریں۔

ہمارا فرض صرف اتنا ہے کہ ہم ہر شخص کو قرآن سُنا دیں، اور اس کے شبہات دُور کر دیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس کتاب مبین سے وہی شخص فائدہ حاصل کرے گا جو انفرادی و اجتماعی مصائب و آلام سے خوف زدہ ہو گا۔ اور جس نے بدعملی و بدکرداری کی راہ اختیار کی۔ وہ کبھی اس کی طرف متوجّہ نہ ہو گا۔ مگر یہ انحراف و اجتناب اس کے حق میں مفید نہ ہو گا۔ بلکہ اس کو ایسی آگ میں داخل کرے گا۔ جس میں نہ زندگی ہے نہ موت۔

راہِ نجات

(۱۴) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ
(۱۵) وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۗ
(۱۶) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ
(۱۷) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۗ

بے شک مراد کو وہ پہنچ گیا جو پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔

دنیا میں انسانی اعمال گو مختلف ہوں۔ مگر اللہ کی نظر میں وہی کامیاب ہے۔ جو بُرے کاموں سے الگ رہ کر تزکیۂ نفس کی راہ اختیار کرتا ہے اور اپنے خالق سے صحیح رشتہ قایم کر کے تمام زندگی کلمۂ حق کی نشر واشاعت میں صرف کر دیتا ہے۔

مگر انسان کی بھی عجیب حالت ہے۔ اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے وہ دُنیا کے چند روزہ عیش و کامرانی کو حیاتِ جاودانی پر ترجیح دیتا ہے۔ اگر وہ ذرا غور سے کام لیتا۔ تو اسے معلوم ہو جاتا کہ دنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے، دوام صرف جنّت ہی کی ہر چیز

Marfat.com

کو حاصل ہے ؛

دینِ قیم

(۱۸) اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی — یہی بات پہلے صحیفوں میں مرقوم ہے

(۱۹) صُحُفِ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی — یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

قرآن جن اُصول وعقاید کی تعلیم دیتا ہے، وہی ابراہیمؑ وموسیٰؑ، نوحؑ وعیسیٰؑ، اور داودؑ وسلیمانؑ کی نبوت کے اصولِ اساسی تھے۔ تمام آسمانی کتابیں ان اُمور پر متفق ہیں۔ اور یہی کلیات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تمام مذاہب وادیان نے ان اصول حقہ کو فراموش کر دیا ہے جن پر ان کے مذاہب کا دار ومدار تھا۔ قرآن انہیں یاد دلاتا ہے اور اس عالمگیر برادری کی طرف بلاتا ہے جس کے لئے دنیا کا ہر تعلیم یافتہ آج بے قرار نظر آرہا ہے۔ مگر اس مشکل کا حل صرف قرآن کے اتباع میں ہے۔ اس لئے کہ یہ ان امور کی طرف بلاتا ہے جن پر تمام مذاہب متفق ہیں ؛

Marfat.com

غاشیہ

(آیات ۲۶)

تلخیص مضامین

۱۶ آیات تک کفار و مومنین کے نتائج اعمال پر بحث کی، آیت ۲۰ تک ان خصوصیات کو بیان کیا۔ جن پر قوموں کی فضیلت و برتری اور آخرۃ میں فوز و کامرانی موقوف ہے۔ رسول کا کام صرف اتنا ہے کہ لوگوں کو ان حقایق عالیہ کی طرف متوجہ کر دے، اس کے بعد ہر شخص اپنے لئے راہ عمل معین کرنے میں آزاد ہے، مگر اس آزادی کا یہ مطلب نہیں کہ اب اس سے باز پرس بھی نہ ہو گی۔ قیامت کے روز ان سے پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ اس لئے کہ جا کہاں سکتے ہیں۔ آخر لوٹ کر ہماری ہی طرف تو آنا ہے ؎

Marfat.com

اصولِ کامرانی

ناکام لوگ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ
(۲) وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ
(۳) عَامِلَۃٌ نَّاصِبَۃٌ (۴) تَصْلٰی
نَارًا حَامِیَۃً (۵) تُسْقٰی مِنْ
عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ (۶) لَیْسَ
لَھُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ
(۷) لَّا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ
مِنْ جُوْعٍ ۔

بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی یعنی قیامت
کا حال معلوم ہوا ہے‘ اس روز بہت
سے منہ والے ذلیل ہوں گے سخت
محنت کرنے والے تھکے ماندے۔
دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔
ایک کھولتے ہوئے چشمے کا ان کو پانی
پلایا جائے گا اور خاردار جھاڑ کے سوا
ان کے لئے کوئی کھانا نہیں ہوگا۔
جو نہ فربہی لائے اور نہ بھوک میں کچھ
کام آئے۔

غاشیہ اس چیز کو کہتے ہیں جو چاروں طرف سے کسی کو گھیر لے قیامت تمام

Marfat.com

مخلوق کو سب طرف سے احاطہ کرلے گی۔ اس لئے اسے غاشیہ کہا گیا۔ ناصبۃ مشتق ہے نصب سے، اس کے معنی مشقت سے تھک کر چور چور ہو جانے کے ہیں، انیۃ گرم کھولتا ہوا چشمہ جس کی گرمی انتہا کو پہنچ گئی ہو۔ ضریع ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے جب تک تر ہے اس کو شبرق کہتے ہیں۔ اور اونٹ اسے کھاتا ہے۔ جب خشک ہو جائے تو اس کے کانٹے بن جاتے ہیں اور زہریلی ہو جاتی ہے۔ پھر اونٹ اس کے قریب بھی نہیں جاتا۔

ان آیات میں کفار کے نتائج اعمال بیان کئے گئے ہیں۔ جو دنیا میں اگرچہ محنت و مشقت کرتے رہے۔ مگر انجام کار ان کی تمام کوششیں اکارت گئیں:

قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا، الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (۱۸: ۱۰۳، ۱۰۴)

"کہہ دو کہ ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں، وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی۔ اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ اچھے کام کر رہے ہیں"۔

ارباب ایمان

(۸) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ (۹) لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ (۱۰) فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (۱۱) لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً (۱۲) فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ (۱۳) فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ (۱۴) وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ (۱۵) وَّنَمَارِقُ

اور بہت سے منہ والے اس روز شاداں ہوں گے۔ اپنے اعمال کی جزا سے خوش دل، بہشت بریں میں، وہاں کسی طرح کی بکواس نہ سنیں گے۔ اس میں چشمے بہ رہے ہوں گے۔ وہاں تخت ہوں گے اونچے بچھے ہوئے، اور آبخورے قرینے سے رکھے

Marfat.com

مَصْفُوفَۃٌ (۱۶) وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوثَۃٌ ہوئے، اور گاؤ تکیے قطار کی قطار لگے ہوئے، اور نفیس فرش بچھے ہوئے

نمارق جمع ہے نمرقۃ کی۔ اس کے معنی تکیہ کے ہیں، زرابی عمدہ بچھونے اور نفیس فرش کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد زربیّۃ ہے۔

ان آیات میں ارباب ایمان کے نتائجِ اعمال ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ اگرچہ نعمتوں سے مالامال ہوں گے۔ مگر کیا مجال کہ ان کی زبان سے کوئی بات خلافِ تہذیب بھی نکل جائے۔ سورۂ مریم میں آتا ہے: لا یسمعون فیھا لغوا و لا سلما (۱۹: ۶۲) "وہ اس میں سلام کے سوا کوئی بیہودہ کلام نہ سُنیں گے"۔ ایک جگہ یوں ارشاد ہوا: لا یسمعون فیھا لغوا ولا تاثیما الا قیلا سلما سلما (۵۶: ۲۵ و ۲۶) "وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے، اور نہ گالی گلوچ ہاں ان کا کلام سلام سلام ہوگا۔"

دنیا کا عام دستور یہ ہے کہ جو لوگ عزت و مرتبت اور دولت و ثروت کے مراتب عالیہ پر فائز ہوتے ہیں، اور تمام لوگ ان کو اکرام و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ عموماً ان کی مجالس فواحش و منہیات کا مرکز بن جاتی ہیں۔ تمسخر و استہزاء، سب و شتم، اور لغو و مہمل بکواس ان کی صحبتوں کا طغرائے امتیاز ہوتا ہے۔ مگر اہل جنت ان تمام بیہودہ حرکات سے پاک ہوں گے، اور وقار و سنجیدگی ان کی مجالس پر برستی ہوگی۔

طبعِ انسانی کا خاصہ

گذشتہ سطروں سے یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ انسانی عمل کا کوئی حصہ بھی ضائع نہیں جاتا اور دنیا و آخرت میں اس کا نتیجہ ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ پس جب یہ ایک طے شدہ

Marfat.com

مسئلہ ہے تو پھر وہ اپنے اندر ان اوصاف کو کیوں نہیں پیدا کرتا۔ جو اس کو ہر زندگی میں کامیاب کریں اور وہ خصوصیات حسب ذیل ہیں :-

(۱۷) اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ (۱۸) وَاِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ (۱۹) وَاِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ (۲۰) وَاِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ

کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے عجیب پیدا کئے گئے ہیں۔ اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کی طرف۔ کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔

انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ باہر سے متاثر ہوتی ہے مگر اس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ روزمرّہ ایک چیز کو دیکھتی ہے اور اس سے عبرت اندوز نہیں ہوتی : یمرون علیھا وھم عنھا معرضون ، اس لئے قرآن کریم انہیں چیزوں کو بار بار ہمارے سامنے پیش کرتا ہے کہ کبھی تو ہم ان سے سبق اندوز ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام روزمرّہ یہی ستارے چاند اور سورج دیکھتے مگر ان کے دل میں کبھی کوئی خاص کیفیت نہیں پیدا ہوتی تھی۔ اور پھر یہی نجوم کواکب تھے۔ جن کو دیکھ کر وہ توحید باری کے قائل ہوئے اور پکار اٹھے : یٰقوم انی بری مما تشرکون ، انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین (۶ : ۷۸ و ۷۹) "لوگو۔ جن چیزوں کو تم خدا کا شریک بناتے ہو۔ میں ان سے بیزار ہوں ، میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کیا۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

Marfat.com

سادگی طبع

یہی چاند اور سورج ہیں، نجوم و کواکب ہیں، ثوابت و سیارات ہیں لیل و نہار ہیں، دریا اور پہاڑ ہیں۔ جن کی طرف اللہ تعالےٰ انسان کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ ان سے نتائج و عبر حاصل کرے۔

قرآن نے ان آیات میں صرف وہی چیزیں ذکر کی ہیں۔ جن کے دیکھنے کے ہم یوم ولادت سے عادی ہیں۔ یہی اونٹ ہے۔ جو اس قدر اطاعت شعار ہے کہ ایک بچہ بھی اس کو جہاں چاہے لے جا سکتا ہے، اس پر بوجھ لاد سکتا ہے، وہ جنگل کی جھاڑیاں کھاتا اور ایک مرتبہ پانی پی کر کئی روز تک اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

اب دیکھو یہ جانور اپنے مالک کے لئے کس قدر تکلیف و مصیبت برداشت کرتا ہے۔ اس کے لئے یکسر اطاعت و انقیاد بن جاتا ہے اور باوجود اس کے خود اس کی ضروریاتِ زندگی کس قدر مختصر اور سادہ ہیں جنگل کی جھاڑیاں اور کانٹے اس کی غذا کے لئے کافی ہیں اور پانی کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک دفعہ پی لیا۔ اور دس پندرہ روز تک اس کا محتاج نہ ہو گا۔

اونٹ کی زندگی کے یہ تمام حالات ہمارے لئے سرمایۂ عبرت و بصیرت ہیں اور ہم بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ جو شخص ملک و ملت کی خدمت کا آرزو مند ہے، نوعِ انسانی کی ہمدردی اس کا نصب العین ہے اور کلمۃ اللہ کی فضیلت و برتری اس کی غایۃ الغایات، تو اس کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اس اونٹ سے نصیحت پذیر ہو، اسی طرح ملک اور قوم کی خدمت میں جان توڑ کوشش کرے اور اپنی ضروریاتِ حیات اس قدر سادہ اور مختصر کر دے۔ کہ دوسروں کے لئے

نمونہ بن جائے۔

مبرد نے ابل سے مراد ابر کے ٹکڑے لئے ہیں مگر یہ معنی نہ صرف ربط آیات کے لحاظ سے غلط ہیں۔ بلکہ تمام اہل لغت و تفسیر کے بھی خلاف ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالے نے علم الحیوانات سیکھنے کی ترغیب دی ہے۔

بلندی مقصد

اللہ تعالے نے مسلمانوں کو خیر امۃ اخرجت للناس کے لقب سے سرفراز کیا ہے، وہی شہداء علی الناس ہیں "فاستبقوا الخیرات" کا حکم بھی ان ہی کو دیا گیا ہے۔ انہیں کو کلمہ حق کی نشر و اشاعت کرنی ہے اور ہر برائی کو دنیا سے دور کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد کس قدر اہم و اعظم ہے۔

ایک دوسرے سے بڑھنے کا جذبہ ہر انسان میں موجود ہے۔ اور جب تک یہ جذبہ نہ ہو ترقی ممکن نہیں۔ مگر بہت سے لوگ ہیں۔ جو اپنے مقصد کو محدود اور دائرۂ عمل کو تنگ کر لیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ حصول مقصد کے بعد ان کی ہمتیں بھی پست ہو جاتی ہیں۔ ان کی ترقی رک جاتی ہے اور پھر ان کا رخ تنزل کی طرف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ میدان ترقی میں انسان کی نظر ہمیشہ اعلے پر ہونی چاہیئے۔ ورنہ باطل قناعت پیدا ہو جائے گی۔ اس دنیائے عمل میں قدر و قیمت اسی شخص کی ہوتی ہے جس کا مقصد نہایت ہی بلند ہو۔

مسلمانوں کو حج کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاں تمام دنیا کے مسلمان جمع ہوں گے اور یہ وہ جگہ ہو گی جس مقام پر ہر مسلمان کے کمالات و فضائل کا اظہار ہو گا اور تمام عالم اسلامی کو معلوم ہو جائے گا کہ اس وقت دنیائے اسلام میں بہترین شخص کون ہے اس لئے حکم دیا گیا: "فاستبقوا الخیرات" تم میں سے ہر ایک مسلمان طہارت و پاکیزگی

اور ورع۔ تقوے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں تاکہ حج کے روز کسی کو ندامت نہ ہو۔

سورۂ تغابن میں آتا ہے: یوم یجمعکم لیوم الجمع، ذلک یوم التغابن، قیامت کے روز تمام اقوام و ملل ایک میدان میں جمع ہوں گے ہر ایک امت کا دوسری سے اخلاق و کمالات میں مقابلہ ہوگا۔ پھر اس روز جو قوم بازی لے گئی۔ وہی فیروزمند و خوش بخت رہی، اور دوسری کو حسرت و ندامت کے سوا اور کیا حاصل ہوگا۔ رسول اللہ نے فرمایا: انی مکاثر بکم الامم، فلا تقتلن بعدی۔ "تمہاری کثرۃ تعداد کی بنا پر میں قیامت کے روز دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔ اس لئے ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔" ورنہ باہمی جدال و قتال اور خونریزی سے تمہاری تعداد کم ہو جائے گی۔ اور مجھے مسابقت اور افتخار کا موقع نہ مل سکے گا۔

ان تمام تصریحات کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان دنیا کی تمام قوموں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اور ہر فرزند اسلام میں اتنی ہمت ہونی چاہیئے۔ کہ اگر موقع پڑے تو وہ تمام دنیا کا مقابلہ کر سکے۔ اس لئے قرآن نے دعا مانگنے کی یوں تعلیم دی: واجعلنا للمتقین اماما۔ "تقوے تو ہر شخص میں ہوگا۔ مگر ہم اسی پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں۔ بلکہ ہماری نظر اتنی بلند ہو کہ ہم متقین کے امام و پیشوا بننے کی آرزو اور کوشش کریں۔

والی السماء کیف رفعت میں یہی تعلیم دی گئی ہے۔ کہ جب ہم اپنا مقصد حیات معین کرنے کا ارادہ کریں، تو ہماری نظر معمولی انسانوں اور ادنیٰ نمونوں کو دیکھ کر اسی جگہ نہ رُک جائے۔ بلکہ ہم آسمان کو دیکھیں جو کس قدر بلند ہے۔ اور بغیر ستونوں کے قایم ہے۔ اسی طرح ہمارا مقصد حیات بھی نہایت ہی بلند ہو۔

Marfat.com

اور پھر اس کے کسب و حصول کے لئے ہم کسی انسان پر اعتماد نہ کر بیٹھیں۔ بلکہ ہماری نظر صرف خدا پر ہو: ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ۔
اس آیت مبارکہ میں علم ہیئت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

استقلال

جس شخص کا مقصد اس قدر بلند ہو گا۔ اسے تکالیف و شدائد سے بھی دوچار ہونا پڑے گا۔ اور یہی وقت اس کے امتحان کا ہو گا۔ اگر اس نے ان تمام عوائق و موانع کی پروا نہ کی۔ بلکہ ہر رکاوٹ کو دور کر کے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ تو وہ یقیناً اپنی مراد کو پا لے گا۔ اسے صبر و تحمل، استقلال و ثبات قدم، صمیم قلب اور عزم راسخ سے کام لینا پڑے گا۔ تب کہیں جا کر کامیابی کا منہ دیکھے گا۔

قرآن نے بار بار ارباب ایمان کو ان جذبات حقہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور ان فرزندانِ اسلام کی مدح و ستائش کی ہے۔ جو مصیبتوں کے وقت ثابت قدم رہتے ہیں۔ سورۂ بقرہ میں ہے: ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات، وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون، اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون (۲: ۱۵۵ تا ۱۵۷)
"اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک، اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے، تو صبر کرنے والوں کو خدا کی خوشنودی کی بشارت سنا دو، ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کا مال ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں۔ جن پر ان کے

Marfat.com

پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے۔ اور یہی سیدھے رستے پر ہیں"۔ ایک جگہ فرمایا:
وکاین من نبی قتل معه ربیون کثیر، فما وھنوا لما اصابھم
فی سبیل اللہ، وما ضعفوا، وما استکانوا واللہ یحب الصابرین
(۳:۱۴۶) "اور بہت سے نبی ہوئے ہیں۔ جن کے ساتھ ہو کر اکثر اہل اللہ خدا کے دشمنوں سے لڑے ہیں۔ تو جو مصیبتیں ان پر راہ خدا میں واقع ہوئیں ان کے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی، نہ کافروں سے دبے، اور خدا استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

پہاڑوں کو دیکھئے، آندھیاں چلتی ہیں، طوفان آتے ہیں۔ شہروں کے شہر برباد ہو جاتے ہیں۔ دریا اپنا رخ بدل دیتے ہیں۔ حکومتوں میں انقلابات رونما ہوتے ہیں۔ قومیں صفحۂ دنیا سے ناپید ہو جاتی ہیں۔ مگر پہاڑ ہیں کہ اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ اور ایک انچ بھی وہاں سے نہیں ہٹتے۔ پس جو شخص اعلٰے ترین مقاصد کے حصول کے لئے دنیا میں آیا ہو۔ وہ ان پہاڑوں سے ثابت قدمی کا سبق سیکھے۔ اور اس طرح گڑ جائے۔ کہ کوئی چیز بھی اس کے پائے استقامت میں تزلزل نہ پیدا کر سکے۔ اس کے بعد کامیابی ہی کامیابی ہے۔

علم جبال سیکھنے کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

فروتنی

جو لوگ بے انتہا قربانیوں کے بعد ان اعلیٰ ترین مقاصد میں کامیاب ہوں۔ تو ردعمل اور ری ایکشن کے طور پر ان میں جذبۂ انتقام پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان لوگوں پر ظلم و ستم کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جنہوں نے ان کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی تھی اور اس میں وہ بسا اوقات بے گناہوں کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ ہنگامہ

Marfat.com

۱۸۵۷ء کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ جب انگریزوں کو ہندوستانیوں پر کامیابی ہوئی۔ تو انھوں نے کس طرح ہزاروں لاکھوں بے گناہ لوگوں کو بے خانماں و برباد کیا۔ لارڈ کچنر کو فتح سوڈان سے اطمینان نہ ہوا۔ اور مصلح اعظم حضرت مہدی علیہ الرحمتہ والغفران کی لاش بھی اس فرعون مصر کے ظلم وستم سے نہ بچ سکی۔

مگر انسانیت اعلےٰ کا معلم قرآن کہتا ہے۔ کہ اس وقت تم زمین سے عبرت پذیر ہو۔ لوگ اس کی پشت پر ہر قسم کی ناشائستہ حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں اس پر بول و براز کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہی زمین تمہارے سامنے عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرتی ہے۔ تم سے کوئی انتقام نہیں لیتی۔ پس تم بھی اپنی فتح وکامرانی کے بعد زمین کی طرح عاجز بن جاؤ اور اپنے مخالفین کے سامنے فروتنی کا اظہار کرو۔

علم طبقات الارض کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

ایک مثال

اگر ان صفات حسنہ سے متصف کسی نمونہ کے طالب ہو تو رسول اللہ اور آپ کے صحابہ کو دیکھو جو سادہ معیشت اور اعلےٰ تخیل کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوتے ہیں آپ کے شدید ترین دشمن آپ کے سامنے آتے ہیں۔ جن کو آپ بآسانی قتل کر سکتے ہیں مگر آپ العفو اقرب للتقوی کے مطابق انتم الطلقاء فرماکر سب کو آزاد کر دیتے ہیں۔

حضرت علیؓ اپنے دشمن پر قابو پا چکے ہیں۔ اس کی گردن اپنی تلوار سے اڑا سکتے ہیں۔ کہ اتنے میں وہ آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیتا ہے۔ آپ فوراً اس کی چھاتی سے اتر آتے ہیں۔ کہ دنیا کے سامنے عمل کے لئے ایک صحیح نمونہ پیش کریں

Marfat.com

یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دوستوں کی زندگی تو اس قسم کے امثلہ و نظائر سے پُر ہے۔ اور یہی لوگ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔

فرض تبلیغ

(۲۱) فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ — تو تم نصیحت کرتے رہو کہ تم نصیحت کرنے

(۲۲) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ — والے ہی ہو، ان پر داروغہ نہیں ہو۔

(۲۳) إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ — ہاں جس نے منہ پھیرا، اور نہ مانا، تو خدا

(۲۴) فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ — اس کو بڑا عذاب دے گا۔ بے شک

الْأَكْبَرَ (۲۵) إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ — ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے، پھر

(۲۶) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ — ہمیں ان سے حساب لینا ہے۔

یہ کائنات ارضی و سماوی تمہارے سامنے ہے۔ جو ببانگ دہل تمہیں اپنی طرف بلا رہی ہے، کہ تم اس سے عبرت اندوز و بصیرت افروز ہو، رسول اللہ کا کام صرف اتنا ہے۔ کہ تمہاری غفلت کے پردوں کو چاک چاک کر دے، ان حقایق و معارف کی طرف تمہیں توجہ دلاوے جو لازمہ حیات ہیں، اور جن پر تمہاری انفرادی اور اجتماعی کامیابی کا دارومدار ہے۔ راہ حق دکھلانے کے بعد اس کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اس سے یہ نہ پوچھا جائے گا۔ کہ اس کی تعلیم سے تم ہدایت یافتہ کیوں نہیں ہو گئے۔ اس کا فرض تبلیغ تھا۔ اور وہ اس نے ادا کر دیا: وما انت علیھم بجبار، فذکر بالقرآن من یخاف وعید (۵۰: ۴۵)" اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔ پس جو ہمارے عذاب کے وعید سے ڈرے۔ اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہو۔"

باوجود اس تذکیر و موعظت کے جو لوگ اس تعلیم سے احتراز کریں گے اور انکار و جحود کی زندگی بسر کریں گے۔ بتدریج ان کی تمام قوتوں پر عالم ممات طاری ہو جائے گا اور عذاب اکبر میں مبتلا ہوں گے۔ ان سب کو آخر ہمارے ہی دربار میں ایک روز حاضر ہوتا ہے۔ پھر ہم ان سے ایک ایک چیز کا حساب لے لیں گے۔

Marfat.com

الفجر ۸۹

(آیات ۳۰)

تلخیص مضامین

اس سورہ میں جزائے اعمال پر بحث کی گئی ہے۔ ابتدا میں چار شہادتیں پیش کیں آیت ۶ تا ۱۴ تک بتایا کہ قومیں جو دنیا میں برباد ہوتی ہیں تو وہ قانون جزائے اعمال کے تحت میں برباد ہوتی ہیں۔ آیت ۱۵ تا ۲۰ تک انفرادی جزا و سزا کا تذکرہ کیا اور پھر آخر سورہ تک اس مضمون کو واضح کیا کہ جس طرح دنیا میں اجتماعی اور انفرادی طور پر سزا ملتی ہے ویسے ہی مرنے کے بعد بھی عقاب و ثواب اور پھر جنت و دوزخ کا سلسلہ قایم ہوگا۔ اور اسی پر سورہ کو ختم کر دیا ؎

Marfat.com

جزائے اعمال

اقسام کی تفصیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
(۱) وَالْفَجْرِ (۲) وَلَيَالٍ عَشْرٍ (۳) وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (۴) وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ (۵) هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ۔

فجر کی قسم، اور دس راتوں کی، اور جفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب جانے لگے، بے شک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق ہیں۔ کہ کافروں کو ضرور عذاب ہوگا۔

مفسرین کرام نے ان اقسام کی شرح و تفصیل میں اختلاف کیا ہے، علی، ابن عباس، مجاہد، عکرمہ اور سدی کے نزدیک ہر روز کی صبح مراد ہے، مسروق اور محمد بن کعب کی رائے میں یہ یوم النحر کی فجر ہے۔ قتادہ کے نزدیک محرم کی پہلی تاریخ ہے، ضحاک کی رائے ہے کہ یہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ ہے، بعض نے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ کی بنا پر اس سے نماز فجر مراد لی ہے۔ دوسرے لوگوں نے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ کی وجہ سے فجر کے معنی چشمہائے آب بیان کئے ہیں۔

فجر کے بعد لیالی عشر کے متعلق بھی وہی اختلاف آرا ہے کہ یہ کونسی دس راتیں

Marfat.com

ہیں۔ ایک جماعت رمضان کی آخری دس راتیں کہتی ہے۔ دوسرا گروہ محرم کی ابتدائی دس راتیں لیتا ہے۔ ایک طائفہ نے ذرا تفصیل سے کام لیا ہے۔ انھوں نے ان دس راتوں کو سال کے مختلف حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ لیلۃ القدر کی راتیں، عید الفطر کی رات، یوم النحر کی رات، ۲۷ رجب کی شب، ایک شب برات اور عرفہ کی رات، ایک قول یہ ہے۔ کہ ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں ؛

ہماری رائے

یہ مختلف اقوال ہیں، جو اوپر بیان کئے گئے ہیں لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ ان دونوں سے مراد ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔ احادیث میں کثرت سے ان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ بخاری نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے: مامن ایام العمل الصالح احب الی اللہ فیھن العمل من ھذہ الایام یعنی عشر ذی الحجۃ، قالوا ولا الجھاد فی سبیل اللہ، قال ولا الجھاد فی سبیل اللہ الا رجلا خرج بنفسہ ومالہ، ثم لم یرجع من ذلک بشئ "سال کے تمام دنوں میں سے ذی الحجہ کے ابتدائی دس ایام میں جو عمل صالح کیا جاتا ہے، اس کو اللہ تعالےٰ سب سے زیادہ پسند کرتا ہے، صحابہ نے عرض کیا۔ کیا جہاد بھی اس کے برابر نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مساوات کی صرف ایک صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک شخص اس طرح اللہ کی راہ میں جنگ کرے کہ سب کچھ جان و مال قربان ہو جائے۔ نسائی میں ہے کہ رسول اللہ نے لیال عشر کے معنی ذی الحجہ ہی کئے ہیں، ایک روایت میں آتا ہے کہ جب ایک شخص حج سے فارغ ہو جاتا ہے تو وہ اس طرح

Marfat.com

گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ گویا ابھی ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا ہے
؛ کیوم ولدتہ امہ۔

پس فجر سے مراد دسویں ذی الحجہ کی صبح، اور لیالی عشر اسی ماہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ حاجیوں کو جو یہ ثواب مل رہا ہے۔ تو وہ ان کے سابقہ اعمال حسنہ کا ہی نتیجہ ہے، حج حقیقت میں ایک کسوٹی ہے۔ جس سے نیک و بد میں تمیز ہو جاتی ہے۔ اور دونوں گروہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں آتا ہے۔ کہ حج کے بعد لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں: فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا وما لہ فی الآخرۃ من خلاق، ومنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار، (۲: ۲۰۰ و ۲۰۱)" اور بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا سے التجا کرتے ہیں۔ کہ اے پروردگار ہم کو جو دینا ہے۔ دنیا ہی میں عنایت کر، ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں۔ کہ پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو، اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔"

جفت اور طاق

شفع اور وتر کے متعلق امام فخر الدین رازی نے مفسرین کرام کے بیس اقوال نقل کئے ہیں، مگر حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ کہ ابن جریر طبری نے ان میں سے کسی ایک قول کو بھی اختیار نہیں کیا۔ ہماری رائے یہ ہے۔ کہ جس طرح گذشتہ دونوں قسمیں انفرادی جزائے اعمال سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایسے ہی والشفع والوتر واللیل اذا یسر سے استدلال کیا گیا ہے۔ کہ اقوام وملل بھی اپنے اعمال کے نتائج سے بچ نہیں

Marfat.com

سکتیں۔ بلکہ اسی دنیا میں ان کو اپنے کئے کا بدلہ مل جاتا ہے۔ قوموں کا عروج و زوال اسی قانون کا ایک شعبہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آج تک کسی صاحب تفسیر نے شفع اور وتر کے وہ معنی مراد نہیں لئے۔ جنہیں ہم ابھی بیان کریں گے۔ مگر ہمیں جو یہ جدید راہ عمل ان تمام حضرات سے الگ اختیار کرنی پڑی تو اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ خود ان میں اقوال میں سے ایک رائے بھی ایسی نہیں۔ جس سے ہمیں اطمینان قلب اور شرح صدر حاصل ہو۔ ادھر ایک حد تک قرآن کریم سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے۔ اور اس سے ایک گونہ تسلی ہوتی ہے' اور وہ یہ ہے کہ سورۃ الحاقہ میں جزائے اعمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرھا علیھم سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما فتری القوم فیھا صرعی کانھم اعجاز نخل خاویۃ' (۶۹ : ۶ و ۷) "رہے عاد ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔ خدا نے اس کو سات رات اور آٹھ دن لگاتار ان پر چلائے رکھا۔ تو اے مخاطب! تو لوگوں کو اس میں اس طرح ڈھئے اور مرے پڑے دیکھے۔ جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔"

یہ عذاب ہے۔ جو قوم عاد پہ اس کی نافرمانی کی وجہ سے نازل کیا گیا، خود آگے چل کر اس سورۃ میں اسی قوم عاد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس لئے شفع اور وتر سے ہم نے قوم عاد کی یہ سات راتیں اور آٹھ دن مراد لئے ہیں ؂

واللیل اذا یسر

اس رات کی تفسیر میں بھی ہم سب سے الگ گئے ہیں' اور ہماری رائے میں یہ وہ رات ہے جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکلے ہیں۔ فرعون نے اپنا لشکر

Marfat.com

جمع کر کے ان کا دور تک تعاقب کیا۔ مگر بنی اسرائیل تو نجات پا گئے اور فرعون اپنی قوم سمیت غرق ہو گیا: اسر بعبادی فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا لا تخف درکا ولا تخشی، فاتبعہم فرعون بجنودہ فغشیہم من الیم ما غشیہم، واضل فرعون قومہ وما ھدی (۲۰: ۷۷ تا ۷۹)۔ "ہمارے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ۔ پھر ان کے لئے دریا میں لاٹھی مار کر خشک رستہ بنا دو۔ پھر تم کو نہ فرعون کے آ پکڑنے کا خوف ہوگا۔ اور نہ غرق ہونے کا ڈر، پھر فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا تو دریا کی موجوں نے ان پر چڑھ کر انہیں ڈھانک لیا یعنی ڈبو دیا۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھے رستہ پر نہ ڈالا۔

عبرت و موعظت

یہ واقعات و حوادث تمہارے سامنے ہیں۔ تاریخ کے اوراق ان کی شرح و تفصیل سے بھرے پڑے ہیں۔ تم خود ان حالات سے واقف ہو۔ پھر کیا ان میں تمہارے لئے کوئی عبرت و بصیرت نہیں۔ ایک عقلمند آدمی اگر ان میں غور کرے تو وہ فوراً اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ نہ صرف ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ بلکہ قومیں اور ملتیں بھی اس مسئولیت سے نہیں بچ سکتیں۔

حجر کہتے ہیں رکاوٹ کو، عقل انسان کو فسق و فجور اور بے حیائی سے روکتی ہے اس لئے حجر کے معنے عقل کے ہوئے اور ذی حجر عقلمند کو کہتے ہیں۔

تذکیر بایام اللہ

(۶) اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے

(۷) اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (۸) الَّتِیْ
لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ (۹) وَ
ثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ
(۱۰) فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ
(۱۱) الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ
(۱۲) فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ
(۱۳) فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ
عَذَابٍ (۱۴) اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ

عاد کے ساتھ کیا کیا۔ جو ارم کہلاتے تھے۔ اتنے دراز قد کہ تمام ملک میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے اور ثمود کے ساتھ کیا کیا۔ جو وادی قریٰ میں پتھر تراشتے اور گھر بناتے تھے، اور فرعون کے ساتھ کیا کیا جو خیمے اور میخیں رکھتا تھا، یہ لوگ ملکوں میں سرکش ہو رہے تھے اور ان میں بہت سی خرابیاں کرتے تھے۔ تو تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا نازل کیا۔ بے شک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی پانچویں پشت کے پوتے کا نام عاد ہے۔ پھر اس کی نسل کے تمام لوگ عاد کہلانے لگے۔ ان ہی کی طرف حضرت ہود علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جب ان لوگوں نے اپنے رسول کی نافرمانی کی تو آندھی سے ہلاک ہو گئے: اور صرف ایمان والے بچ گئے، پھر ان کی نسل چلی، اور وہ بھی عاد ہی کہلانے لگی۔ مگر امتیاز کے لئے ان لوگوں کو عاد اولیٰ یا عاد ارم کہنے لگے۔ جو عذاب سے ہلاک ہو گئے تھے، اور دوسروں کو عاد ثانیہ کا نام دیا گیا، ارم یا تو اس شہر کا نام ہے۔ جس میں یہ جا کر بس گئے تھے۔ یا اپنے دادا کی طرف منسوب تھے، جس کا یہی نام تھا۔ اور اسی کی یاد میں ایک شہر بھی اسی نام سے آباد کیا تھا۔ عماد اس جگہ عمود کے معنے میں ہے۔ جس کو ستون کہتے ہیں۔ ان کے شہر کی عمارتوں میں ستون کثرت سے تھے۔ اس لئے اس کو ستونوں والا شہر فرمایا، اور اگر ذات العماد کو قوم عاد کی صفت قرار دیا جائے۔ تو اس وقت آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ لوگ بڑے قد آور تھے۔

Marfat.com

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ثمود ہے، جَابُوا کسی چیز کے کاٹنے کو جوب کہتے ہیں۔ گریبان کو جیب اسی لئے کہتے ہیں کہ اسے قطع کرتے ہیں۔

اوتاد جمع وتد کی ہے۔ اس کے معنی میخ کے ہیں، اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ فرعون کے پاس گھوڑوں کے باندھنے کے لئے سونے اور چاندی کی میخیں تھیں، یا یہ کہ وہ مجرموں کو چومیخا کر کے سزا دیا کرتا تھا۔ صب کے معنی پھینکنے کے ہیں اور سوط کوڑے کو کہتے ہیں۔ مرصاد وہ جگہ جہاں بیٹھ کر کسی کا انتظار کیا جائے۔ یہ رصد سے ظرف مکان ہے۔

اہل عرب ان اقوام کے حالات سے خوب واقف ہیں۔ اس لئے ان کی طرف صرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔ نتائج وعبر کی طرف طبیعت خود بخود منتقل ہو جائے گی۔ ان امتوں نے اپنے رسولوں کی نافرمانی کی، اپنی رعایا پر بے جا تشدد کیا، اور اپنی ذمہ داری اور مسئولیت سے ہمیشہ انکار کرتی رہیں۔ اس لئے ان جرائم کی پاداش میں ان سب کو ہلاک کر دیا گیا، اور اب صرف تاریخوں کے اوراق میں ان کے نام ہی نام رہ گئے ہیں۔

جب ایک قوم کسی غلطی میں مبتلا ہوتی ہے۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ فوراً نہیں پکڑتا بلکہ اس کو اصلاح کا موقع دیتا ہے۔ جو لوگ اپنی حالت درست کر لیتے ہیں۔ وہ بچ جاتے ہیں اور اگر وہ جرم و معصیت پر اور زیادہ دلیر ہو جائیں۔ تا آنکہ ان کا وجود امن عامہ کے لئے خطرناک بن جائے۔ تو اس وقت اللہ کا غضب ان پر نازل ہوتا ہے، اور ان کو یک قلم محو و باطل کر دیا جاتا ہے یہی مطلب ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ کا۔

انفرادی احتساب

گذشتہ آیات میں اجتماعی ذمہ داری اور جوابدہی پر بحث کی گئی تھی اب بتایا

Marfat.com

جاتا ہے کہ اقوام و امم کی طرح افراد بھی اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں، اور ہر ایک کو اسی دنیا میں اس کا بدلہ مل جاتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(۱۵) فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ (۱۶) وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ

مگر انسان عجیب مخلوق ہے کہ جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے کہ اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ آہا میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی اور جب دوسری طرح آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ ہائے میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا

دنیا میں اللہ تعالیٰ ایک شخص کو عزت دیتا ہے، تو وہ یہ خیال کرتا ہے۔ کہ اللہ نے مجھے تمام نوع انسانی پر فضیلت و برتری نوازش کی ہے اب وہ اسے بالکل آزاد چھوڑ دے گا۔ اور اس کے اعمالِ فاسقہ پر کوئی مواخذہ نہ کرے گا پس وہ طغیان و سرکشی کرتا ہے اور عذاب الٰہی سے بالکل بے خوف ہو جاتا ہے۔

پھر ایک زمانہ آتا ہے۔ کہ وہ اسے تنگیِ رزق اور تکلیف و مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تو وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ نے مجھے ذلیل کر دیا۔ اس کی نظرِ عنایت مجھ پر نہیں رہی۔ اس لئے اب جو میں عملِ بد کروں۔ مجھ سے بازپرس نہ ہوگی، اور اگر نیکی کروں گا۔ تو اس کا کچھ ثواب نہ ملے گا۔ حالانکہ یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ ان مصائب و آلام کا مقصد صرف یہ ہو کہ اس کے کمالات و فضائل کا اظہار ہو، اور وہ عیوب و نقائص سے پاک صاف ہو جائے۔ سچ ہے۔ انسان بڑا ہی بے صبر و ناشکرا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ آتا ہے: اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا، اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ (۷۰: ۱۹ تا ۲۲)

Marfat.com

کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے۔ تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے۔ تو بخیل بن جاتا ہے، مگر نماز گذار۔

اس کا اصلی سبب

(۱۷) کَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ (۱۸) وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ (۱۹) وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ (۲۰) وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔

نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کو بہت عزیز رکھتے ہو

تراث اصل میں وراث تھا، واو مضموم ت سے بدل لیا گیا۔ اس کے معنی میراث کے آتے ہیں، الم بہت جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر ایک لشکر میں بہت آدمی جمع ہوں۔ تو اس کو کیتبہ ملمومۃ کہتے ہیں۔ جم کے معنی کثیر کے ہیں۔

تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ حصولِ دولت وراحت دنیا اللہ کی رضامندی اور اس کے اکرام واحترام کے نتائج ہیں۔ یا دنیاوی فقر وفاقہ اور آلام ومصائب اس کی ناراضگی اور توہین کے آثار، بلکہ تم ان سب کا اصلی سبب دریافت کرو۔ تو وہ خود تمہارے اپنے اعمال ہیں جن کے نتائج تمہیں مل رہے ہیں: وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم، (۴۲: ۳۰) "اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے افعال سے۔" دوسری جگہ آتا ہے: ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون (۳۰: ۴۱)۔ "خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے۔ تاکہ خدا ان کو ان کے بعض عملوں کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ

Marfat.com

وہ باز آجائیں۔"

خدا نے جو تمہیں دولت دی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر روپیہ تمہاری ضروریات سے بچ جائے۔ اسے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دو۔ مگر تم بخل و امساک سے کام لیتے ہو۔ اور بے یار و مددگار یتیم کی نگرانی بھی نہیں کر سکتے۔ اگر جیب سے خرچ کرنا مشکل تھا۔ تو دوسرے شخص کو غریب و نادار کی اعانت کے لئے کہہ سکتے تھے۔ مگر تم سے یہ بھی نہ ہو سکا۔ اور تم اس قدر حریص بن گئے۔ کہ مُردوں کا مال بھی سمیٹ سمیٹ کر کھانے لگے۔ تو اب یہ یقین کر لو کہ ان ہی اعمال کی پاداش میں تم پر یہ شدائد و آلام نازل ہو رہے ہیں؛

آخری احتساب

یہاں تک یہ مضمون صاف ہو گیا۔ کہ دنیا ہی میں انسانوں کو ان کے اعمال کا بدلہ ملنا شروع ہو جاتا ہے، اور یہ قانون نہ صرف افرادِ انسانی کے لئے ہے۔ بلکہ اقوام و ملل بھی اس کی ہمہ گیری میں داخل ہیں۔ اب بتایا جاتا ہے۔ کہ بہت سے کام ہیں جن کی سزا و جزا اس تنگ دنیا میں نہیں مل سکتی۔ اس لئے مرنے کے بعد بھی ثواب و عقاب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور جنت و دوزخ کی تقسیم اسی کے تحت میں ہوگی:

(٢١) كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا
دَكًّا (٢٢) وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ
صَفًّا صَفًّا (٢٣) وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍ
بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ
وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ (٢٤)
يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي

تو جب زمین کی بلندی کوٹ کوٹ کر پست کر دی جائے گی۔ اور تمہارا پروردگار جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے قطار باندھ کر آموجود ہوں گے، اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی۔ تو انسان اس دن متنبہ ہوگا۔ مگر تنبیہ سے اسے فائدہ کہاں

Marfat.com

مل سکے گا۔ کہے گا۔ کاش میں نے اپنی
زندگی جاودانی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا

دک کے معنی انہدام و کسر کے ہیں، دگّا دکّا، یعنی ایک کے بعد دوسرا۔ ان آیات میں بعض حوادث قیامت ذکر کئے گئے ہیں، اس روز زمین و آسمان کے مالک کا دربار قایم ہوگا۔ تمام ملائکہ صف بستہ ادب کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ دوزخ بھی حاضر کی جائے گی، ان مدہش و المناک مناظر کو دیکھ کر ہر شخص عبرت پذیر ہوگا۔ مگر اس وقت یہ چیز کام نہ آئے گی۔ کیونکہ یہ وقت ظہور نتائج کا ہوگا۔

ظہور نتائج

(۲۵) فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ (۲۶) وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ (۲۷) يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۸) ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (۲۹) فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (۳۰) وَادْخُلِي جَنَّتِي

تو اس دن نہ کوئی خدا کے عذاب کی طرح کسی کو عذاب دے گا اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا۔ اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل، تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے ممتاز بندوں میں شامل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

وثاق کے معنی باندھنے کے ہیں۔ جس طرح اغلال و سلاسل سے مجرم کو جکڑ کر بند کر دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے نفس کے تین اقسام بیان کئے ہیں:

(۱) امارہ: ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی (۱۲ : ۵۳)
کیونکہ نفس امارہ انسان کو برائی ہی سکھاتا ہے۔ مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔"

(۲) لوامہ: لا اقسم بیوم القیمۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ (۷۵ : ۱،۲)

"ہم کو روز قیامت کی قسم، اور نفس لوامہ کی۔"

(۳) مطمئنہ: جس کا ذکر اس سورۃ میں کیا گیا ہے: یا ایتھا النفس المطمئنۃ

جن لوگوں نے دنیاوی زندگی فسق و فجور میں بسر کی ہو گی۔ اس روز انہیں ایسی سزا ملے گی۔ کہ ایسی سزا نہ دیکھی ہو گی نہ سنی، لیکن ارباب تقویٰ و طہارت کو خاص مقربین میں شامل کیا جائے گا۔ اور اللہ کی جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

Marfat.com

البلد ۹۰

(آیات، ۲۰)

تلخیص مضامین

شروع میں چند قسموں کو اس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا کہ کوئی انسان کبھی راحت و آرام کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہر ایک کو ہم نے تکلیف میں پیدا کیا ہے، بعض لوگ موہوم راحت کے عشق میں اپنی دولت برباد کرتے ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ حقیقی آرام اس طرح نہیں ملا کرتا۔ بلکہ اس کا قانون یہ ہے کہ وہ ان اعمال کا اپنے آپ کو خوگر بنا لے جو اس صورت میں بیان کئے گئے ہیں، اور صبر و رحم کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے، تب کہیں جا کر اسے اطمینان کامل کی زندگی نصیب ہو گی، ورنہ اس کی جگہ دوزخ ہو گی۔

Marfat.com

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

طریق استشہاد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(١) لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ
(٢) وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ
(٣) وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (٤) لَقَدْ
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۔

ہمیں اس شہر مکہ کی قسم، اور تم اسی شہر میں ورہتے ہو، اور باپ اور اس کی اولاد کی قسم۔ بے شک ہم نے انسان کو تکلیف کی حالت میں رہنے والا بنایا ہے

لغت میں کبد کے معنی مشقت اور شدت کے آتے ہیں۔ دودھ جب گاڑھا ہو جائے تو کہتے ہیں تکبد اللبن، جگر کو کبد اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ خون ہی سے غلیظ ہو کر سخت ہو گیا ہے

دنیا میں انسان کو ایک لمحہ بھی راحت نہیں۔ ہر وقت وہ کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے۔ یہ دنیا دار العمل ہے اس لئے کوئی شخص بے کار نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس کی فطرت ہی ایسی بنائی گئی ہے کہ اسے آرام نہیں مل سکتا۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے، جو اوپر ذکر کی گئی۔ لیکن اگر تم یہ کہو کہ اس عالم میں کم از کم ایک شخص تو ایسا ہونا چاہیئے۔ جو حقیقی راحت اور آرام کو پالے، تو ہماری رائے میں اگر کسی ہستی کو یہ دولت نصیب ہو سکتی ہے۔ تو وہ صرف رسول اللہ کی ذاتِ اقدس ہے کہ دنیا نے آج تک ایسا پاک باز انسان ایک بھی پیدا نہیں کیا۔

مگر تم اس قدسی صفت انسان کے وہ حالات پڑھو جو اسے مکی زندگی میں پیش آئے۔ تو تم خود پکار اٹھو گے کہ بے شک انسان مصیبت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ آپ توحید خالص کا زندگی بخش پیام لے کر آتے ہیں ہر کوچہ و بازار میں اس صدائے حق کو بلند کرتے ہیں۔ سب لوگ آپ کو صادق اور امین کہتے ہیں۔ مگر پھر بھی آپ کے دشمن اور خون کے پیاسے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ان مظالم سے تنگ آ کر ہجرت اختیار کرتے ہیں۔ کیا آپ کی مکی زندگی کے درس و مطالعہ کے بعد کوئی شخص یہ مطالبہ کر سکتا ہے۔ کہ میں حقیقی راحت کا استحقاق رکھتا ہوں۔

فرزندِ آدم

اس کو بھی جانے دو کہ یہ ایک اعلیٰ ترین مثال تھی۔ تم ایک معمولی انسان کو لو، باپ اور بیٹے کو دیکھو۔ دونوں رنج و مصیبت میں مبتلا ہیں، باپ کو اپنی اولاد کی حفظ و نگہداشت، تعلیم و تربیت، اور کسب معاش کی حیرانی ہے۔ بچہ ہے کہ بے دست و پا عاجز و درماندہ، ہر بات میں دوسروں کا محتاج و دست نگر، اپنی حفاظت سے عاری اور ماں باپ کے لئے بارِ دوش،

یہ دونوں مثالیں تمہارے سامنے ہیں۔ کیا ان کے بعد بھی کسی اور دلیل کی ضرورت

Marfat.com

ہے۔ یہ حالات خود اس بات پر شاہد عادل ہیں۔ کہ ہم نے ہر انسان کو تکلیف و مصیبت ہی میں پیدا کیا ہے۔

غلط مصرف

(۵) اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ (۶) یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا (۷) اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗٓ اَحَدٌ (۸) اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ (۹) وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ (۱۰) وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ۔

کیا وہ خیال رکھتا ہے کہ اس پر کوئی قابو پائے گا۔ کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال برباد کر دیا۔ کیا اسے یہ گمان ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں، بھلا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دئیے؟ یہ چیزیں بھی دیں اور اس کو خیر و شر کے دونوں رستے بھی دکھا دئیے

لبدا جمع ہے لبدۃ کی، اس کے لغوی معنی ایک کو دوسرے پر رکھنے کے ہیں مگر اب اس سے مراد مال کثیر ہے۔ نجد اونچے مقام کو کہتے ہیں، ملک نجد کو اسی لئے نجد کہتے ہیں۔ کہ وہ تہامہ کے مقابلہ میں بلند جگہ پر واقع ہے، ان آیات میں نجدین سے مراد خیر و شر کے دونوں راستے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ دہر میں آتا ہے: انا ھدینٰہ السبیل (اما شاکرا واما کفورا) (۷۶: ۱۳)۔ "ہم نے اسے رستہ بھی دکھا دیا۔ اب وہ خواہ شکر گزار ہو۔ خواہ ناشکرا"

ایک شخص روز ولادت سے وفات تک تکلیف میں مبتلا ہے۔ مگر اس کے جہل و نادانی کی یہ حالت ہے۔ کہ فریب وہ آرام اور باطل راحت کے حصول میں اپنی قوت و طاقت صرف کر دیتا ہے۔ کیا وہ اس خیال میں ہے کہ جس فاطر السمٰوٰت والارض نے یہ قانون بنایا ہے وہ اسے یوں ہی آزاد چھوڑ دے گا۔

Marfat.com

وہ دولت جمع کرتا ہے، تمام عمر اس کے کسب و حصول میں صرف کر دیتا ہے۔ پھر اس کو بے جا مواقع میں خرچ کرتا ہے۔ ناچ اور رنگ کی صحبتیں منعقد ہوتی ہیں، اسلامی حکومتوں کے برباد کرنے، سرکاری خطابات حاصل کرنے، اور درباروں میں کرسی نشینی کے عشق میں وہ غیر مسلم حکومتوں کو چندے دیتا ہے، اور یہ گمان کرتا ہے کہ اب اس تگ و دو کے بعد خطاب یافتہ ہو جانے اور حاکم اعلیٰ کی صحبت و ہم نشینی پر مجھے حقیقی راحت مل جائے گی۔ پھر اس تمام بداخلاقی اور فسق و فجور کی زندگی کے بعد بھی اسے یاس و حرماں اور ناکامی و نامرادی کے سوا اور کچھ نہیں حاصل ہوتا تو پکار اٹھتا ہے کہ میں نے تو اپنی تمام دولت یوں ہی برباد کر دی۔ اور کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔

کھیلا کیا ایک غیر مرئی ہستی اس کی ان تمام حرکات کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ کس طرح اس بداخلاق کو نتائج صالحہ سے شرف اندوز کر سکتی تھی۔ جب کہ اس کا ہر قدم جو اٹھتا تھا۔ تو اس میں فرزندانِ اسلام ہی کی تباہی و بربادی مضمر ہوتی تھی، اگر وہ اپنی جہالت و لاعلمی کا عذر کرے تو یہ مسموع نہیں۔ اس لئے کہ قانون سے ناواقفیت کسی عقلمند کے نزدیک قابلِ پذیرائی نہیں۔ آخر آنکھیں کس لئے تھیں، اور اگر اندھا تھا، تو خدا نے زبان اور دو ہونٹ نوازش کئے تھے۔ کسی سے پوچھ لیتا۔ پھر نیکی اور بدی کی راہیں اس کے سامنے کشادہ تھیں، رشد و ضلالت میں تبیین کر دیا گیا تھا، سعادت و شقاوت میں کسی قسم کا اشتباہ و التباس نہ رہا تھا۔ دونوں میں حدِ فاصل قایم تھی۔ تم نے جو راہ اختیار کی وہ اپنی پسند و اختیار سے کی۔ اب عذرِ لنگ کیسا!

اصلی راہ

اب بتایا جاتا ہے کہ وہ کون سی راہ ہے۔ جس پر چل کر ایک انسانِ حقیقی راحت کے

کسب و حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے:

(۱۱) فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (۱۲) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ (۱۳) فَكُّ رَقَبَةٍ (۱۴) أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ (۱۵) يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (۱۶) أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ

مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گذرا اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے کسی کی گردن کا چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا یتیم رشتہ دار کو، یا فقیر خاکسار کو۔

اقتحام کسی سخت کام میں داخل ہونے کو کہتے ہیں، عقبہ پہاڑ کی گھاٹی۔ فک کے معنی دور کرنا، اور رقبہ گردن، یہاں غلام آزاد کرنا مراد ہے۔ مسغبۃ مصدر ہے سغب سے لیا گیا۔ اس کے معنی بھوک کے ہیں۔ مقربہ کے معنی قرابت فی النسب کے ہیں، متربہ مصدر ہے ترب۔ یترب سے، غربت و افلاس کے معنی ہیں، اس قدر حقیر ہو جانا کہ مٹی کے ساتھ مل جائے۔

فکّ رقبۃ

وہ دشوار گذار راہ جس کے طے کر لینے کے بعد راحت ہی راحت ہے۔ یہ ہے:

(الف) جن ممالک میں غلاموں کی تجارت ہوتی ہے وہاں غلاموں کو آزاد کرنا،

(ب) جو لوگ قرض لے کر بنیوں اور ساہوکاروں کے سود در سود میں پھنس کر غلامانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جو اسلامی ممالک یورپین مہاجنوں اور بینکروں کے پنجۂ ظلم میں اس قدر جکڑ بند ہو گئے ہیں کہ ان پر یورپین حکومتوں کو اقتدار و تسلط حاصل ہو گیا ہے۔ انہیں ان دجاجلہ و شیاطین کے قہر و استبداد سے بچانا، ان کے مکر و فریب کو واضح کرنا اور ان کے قرضوں سے انہیں نجات دلانا۔

(ج) جو غیر مسلم اقوام اپنی آزادی کو سلب کر چکی ہیں اور غیروں نے ان کو اپنا غلام

محکوم بنالیا ہے۔ کامل آزادی اور استقلال تام کے حصول میں ان کی مدد کرنا انہیں تعلیم دینا۔ اور ان کی راہ آزادی میں جس قدر رکاوٹیں ہوں ان کو دور کرنا۔

مساکین و یتامے

غربت و افلاس اور گرانی اجناس کے ایام میں اپنے رشتہ دار یتامی کی امداد و اعانت، ان کی تعلیم و تربیت، اور ان کی حفظ و نگہداشت الزم اللوازم ہے، اگر ان کی نگرانی نہ کی گئی۔ تو نا تعلیم یافتہ افراد کی کثرت ہو گی اور وہ قوم کے لئے بار دوش ہونے کے علاوہ خود اس کی راہ ترقی میں زبردست رکاوٹ ثابت ہوں گے۔

پھر تمہاری حبیب اپنے ہی عزیزوں کے لئے مخصوص نہ ہو۔ بلکہ تمہارے جود و عطا کو عام ہونا چاہیئے۔ جو مسکین بھی مل جائے، اس کی امداد کرو، اسے کھانا کھلاؤ۔ کہ نوع انسانی کی ہمدردی ایک مسلم کا فرض اولین ہے۔

اصحٰب المیمنہ

(۱۷) ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ
(۱۸) اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ

پھر ان لوگوں میں بھی داخل ہو جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت اور لوگوں پر شفقت کی وصیت کرتے رہے۔ یہی لوگ صاحب سعادت ہیں۔

مگر ان اعمالِ صالحہ کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ دل ایمان باللہ سے خالی نہ ہو۔ راہ حق و اعلائے کلمۃ اللہ میں نہ صرف ہر قسم کی تکلیف و مصیبت خود ہی برداشت کرے بلکہ دوسروں کو بھی اس جذبہ حقہ کی تلقین کرے۔ اور آپس میں رحم و محبت، الفت و یگانگت، اور شفقت و رحمت کی وصیت کرے کہ اسی سے قوم کے اجزائے مختلفہ باہم دگر

Marfat.com

پیوست رہتے ہیں اور حیات قومی باقی رہتی ہے۔

صرف یہ لوگ ہیں جن کو اصحاب یمن و برکت کہا جا سکتا ہے یہی دنیا میں کامیاب ہوں گے اور انہیں کو مرنے کے بعد حقیقی راحت نصیب ہو گی۔ اصحٰب الیمین یعنی دائیں طرف کے لوگ، لسان الٰہی ان اہل یمین کو سعید و خوش بخت کا لقب دیتی ہے۔

بدبخت

(۱۹) وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ
(۲۰) عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ

اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا، وہ بدبخت ہیں۔ یہ لوگ آگ میں بند کر دیے جائیں گے۔

مگر جو لوگ ان صاف و صریح احکام کی نافرمانی کریں گے، آیات الٰہیہ کا انکار ان کا شیوہ بن جائے گا۔ تو یہی بدبخت و نامراد ہوں گے۔ دوزخ کے سوا اور کوئی جگہ ان کے رہنے کی نہ ہو گی اور انہیں دائمی راحت سے محروم کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

الشّمس

(آیات ۱۵)

تلخیص مضامین

ابتدائی دس آیات میں مناظرِ قدرت سے، اور آخری پانچ آیتوں میں ایک مشہور تاریخی واقعہ سے استدلال کر کے بتایا کہ کامیاب صرف وہ لوگ ہیں جو اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ کے خوگیر ہوں؛ اور فاسق و فاجر کے لئے ناکامی و خسران کے سوا اور کچھ نہیں ۔

Marfat.com

کامرانی و خسران

مناظرِ قدرت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (۲) وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (۳) وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا (۴) وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰهَا (۵) وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا (۶) وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا

سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی، اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے، اور دن کی جب اسے چمکا دے، اور رات کی جب اسے چھپا لے، اور آسمان کی، اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔

قرآن کریم کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دعاوی کے ثبوت میں مناظر فطرت سے استدلال کرتا ہے۔ ایک جگہ آیا: ومن آیاتہ اللیل والنہار والشمس والقمر، (۴۱: ۳۷) "رات اور دن، سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں" آل عمران میں فرمایا: ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب (۳: ۱۹۰) "بے شک آسمان و زمین کی پیدائش اور اختلاف

لیل و نہار میں عقل والوں کے لئے صدہا عبرتیں اور بصیرتیں ہیں، یہی چاند اور سورج ہیں جن سے ہم کوئی سبق نہیں لیتے۔ مگر یہی چیزیں تھیں جن سے ابراہیمؑ کو توحید خالص کی راہ ملی۔

ان آیات میں بھی سورج اور چاند، دن اور رات، آسمان اور زمین کو اس حقیقت ثابتہ کے لئے دلیل میں پیش کیا ہے۔ کہ کامیاب وہی لوگ ہوں گے۔ جو تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس کی راہ اختیار کریں گے۔ اور ناکامی و خسران ان کے لئے ہے۔ جو اس سے گریز کریں ؛

طریق استدلال

اس کائنات ارضی و سماوی کی زندگی کا انحصار اسی سورج اور چاند پر ہے، نہ صرف نباتات اور حیوانات ہی بلکہ حیات انسانی کا دار و مدار بھی اسی شمس و قمر پر ہے اشجار کی ترو تازگی، شگوفوں کا کھلنا، کھیتوں کا لہلہانا اور ابن آدم کا ایاب و ذہاب ان ہی کی حرارت و برودت کے ثمرات و نتائج ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک چیز بھی زندہ نہ رہ سکے۔

یہی حال انسانوں کی حیات روحانی کا ہے، اللہ تعالےٰ ان کی ہدایت و رہنمائی اور فلاح و کامرانی کے لئے انبیاء و رسل مبعوث کرتا ہے، پھر ان کے حواریین و اصحاب ہیں۔ جو لوگ ان کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور ان کے مواعظ حسنہ کو آویزۂ گوش بناتے ہیں۔ وہ ابرار و متقین کے گروہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور انحراف و اجتناب کی صورت میں ان کے قلوب تاریک رات کی طرح تاریک ہو جاتے ہیں۔ جن میں ظلمت و اندھیرے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا: فانہا لا تعمی الابصار، ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

نفسِ انسانی

(۷) وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا (۸) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۔

اور انسان کی۔ اور اس کی جس نے اسے درست بنایا۔ پھر اس کو بدکاری سے بچنے اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔

قرآن نے اکثر مقامات میں خود نفسِ انسانی کو بھی بطور شہادت کے پیش کیا ہے سورۂ ذاریات میں آتا ہے: وفی الارض اٰیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون (۵۱: ۲۰، ۲۱) "اور یقین رکھنے والوں کے لیے اسی زمین میں نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود تمہارے نفس کے اندر بھی، کیا تم نہیں دیکھتے"۔ ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہے: سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق (۴۱: ۵۳) "ہم ان کو عنقریب عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن حق ہے"۔

اللہ تعالےٰ نے جس طرح انبیائے کرام کی معرفت نیکی اور بدی کی راہ واضح کر دی ہے۔ اسی طرح اس نے خود نفسِ انسانی میں ایک ذوقِ صحیح پیدا کر دیا ہے جس سے وہ نیکی اور بدی، خیر اور شر اور اصلاح و فساد میں فرق و امتیاز کر سکتا ہے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گناہ کی تعریف پوچھی گئی۔ تو آپ نے فرمایا الاثم ما حاك فی نفسك "گناہ وہ ہے۔ جو تیرے دل میں کھٹکے" یہ ذوقی شہادت ایک فطری چیز ہے۔ آدمی جب گناہ کرتا ہے۔ تو اس کا دل دھڑکنے لگتا ہے چہرہ متغیر ہو جاتا ہے۔ اسی کا نام نور الایمان ہے۔ اور یہی خیر و شر میں حد فاصل قایم کر سکتا ہے۔

پس جب نفسِ انسانی خود اس بات پر شاہد ہے کہ انسانی اعمال ضائع نہیں جاتے

Marfat.com

بلکہ ان کے نتائج ضرور نکلتے ہیں، ان خیرا فخیر وان الشر فشر۔ اگر اچھے کام کئے ہیں تو نتائج عمدہ نکلیں گے، اور اگر گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو دوزخ ہے۔ اس لئے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ راہِ سعادت وکامرانی اختیار کرے۔

جواب قسم

(۹) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا
(۱۰) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

کہ جس نے اپنے نفس یعنی روح کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا، اور جس نے اُسے خاک میں ملایا وہ خسارہ میں رہا۔

دَسّٰهَا کی اصل دسمعا سے ہے اور یہ تدسیس سے ہے۔ جس کے معنی ایک چیز کو دوسری میں چھپانے کے ہیں یعنی وہ شخص جو عمل صالح میں شہرت حاصل نہ کرے۔

یہی آیات جواب قسم ہیں۔ اور یہی اس سورۃ کا موضوع ہیں۔ چنانچہ ان مناظر قدرت اور نفس انسانی کی شہادت سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ کامیابی صرف اسی شخص کو نصیب ہوگی جو قانون الٰہی کا اتباع کرے۔ اور انبیائے کرام کی تعلیم حقہ سے منحرف کبھی فائز المرام نہیں ہو سکتا۔

تاریخی شہادت

(۱۱) كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ (۱۲) اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا (۱۳) فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا (۱۴) فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ

قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب پیغمبر کو جھٹلایا۔ جب ان میں سے ایک نہایت بدبخت اٹھا، تو خدا کے پیغمبر صالحؑ نے ان سے کہا کہ خدا کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے حذر کرو۔ مگر انہوں نے

بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا — پیغمبر کو جھٹلایا۔ اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو ہلاک کر کے برابر کر دیا۔

اس دعوے کے ثبوت میں اب ایک تاریخی واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ نے قوم ثمود کی اصلاح کے لئے پیغمبر صالحؑ کو بھیجا۔ جب ان لوگوں نے ان سے تصدیق کے طور پر دلیل طلب کی۔ تو قدوس حق نواز نے انہیں ایک اونٹنی نوازش کی اور اس کے متعلق چند قیود لگا دیں۔ سورہ ہود میں آتا ہے: ویاقوم ھذہ ناقۃ اللہ لکم اٰیۃ فذروھا تاکل فی الارض اللہ ولا تمسوھا بسوء فیاخذکم عذاب قریب" (۱۱:۶۴) "اور یہ بھی کہا کہ بھائیو یہ خدا کی اونٹنی تمہارے لئے ایک نشانی یعنی معجزہ ہے۔ تو اس کو چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں جہاں چاہے چرے۔ اور اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا۔ ورنہ تمہیں جلد عذاب آ پکڑے گا۔" سورہ شعراء میں فرمایا: ھذہ ناقۃ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم ولا تمسوھا بسوء فیاخذکم عذاب یوم عظیم (۲۶: ۱۵۵، ۱۵۶) "دیکھو یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری۔ اور اس کو کوئی تکلیف نہ دینا۔ نہیں تو تم کو سخت عذاب آ پکڑے گا۔"

مگر قوم ثمود نے پیغمبر کے انذار و ترہیب کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اس کے بدبخت ترین انسان نے نہ صرف اس رسول کی تکذیب کی، اور اونٹنی کو مار ڈالا، بلکہ خود اس عبد صالح کو بھی مار ڈالنے کی خفیہ سازش کی: وکان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض ولا یصلحون، قالوا تقاسموا باللہ لنبیتنہ واھلہ ثم لنقولن لولیہ ما شھدنا مھلک اھلہ وانا لصدقون

(۲۷، ۴۸ و ۴۹)" اور شہر میں نو شخص تھے۔ جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے۔ اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے، کہنے لگے کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے۔ پھر اس کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس کے گھر والوں کے موقع ہلاکت پر گئے ہی نہیں۔ اور ہم سچ کہتے ہیں"۔

یہ لوگ رسول کی نافرمانی کرتے تھے، بداخلاقیوں کے مرتکب ہوتے تھے انہوں نے اس کی اونٹنی کو مار ڈالا، اور خود اس کے مارنے کی فکر میں تھے۔ مگر قوم خاموش تھی۔ اور ٹس سے مس نہ ہوتی تھی۔ اس لئے نہ صرف مجرم ہی ہلاک ہوئے بلکہ ساری کی ساری قوم برباد ہو گئی۔ اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ جزائے اعمال یقینی ہے۔ اور رسول کی نافرمانی کے بعد کامیابی ناممکن ہے۔

قرآن کا منصب اعلیٰ

(۱۵) وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا — اور اس کو ان کے بدلہ لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں۔

جب ایک قوم مجسمہ شیطنت و ملعونیت بن جاتی ہے اور اس کا وجود عالم انسانیت کے لئے معصیت ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دیتا ہے کہ یہی اس کی حکمت و تدبیر اور مصلحت عمومی کا اقتضا ہے، اور پھر اس کی ہلاکت و بربادی پر اسے کسی قسم کا افسوس نہیں ہوتا۔

قرآن کریم کا ایک اعلیٰ ترین وصف یہ ہے۔ کہ وہ تمام کتب سابقہ کی حفظ و صیانت کرتا اور ان کی غلطیوں کو واضح کرتا ہے: وانزلنا علیک الکتب بالحق مصدقًا لما بین یدیہ من الکتب ومھیمنًا علیہ (۵: ۴۸)" اور اے پیغمبر ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان

Marfat.com

سب پر شامل ہے۔" دوسری جگہ فرمایا: ان ھذا القران یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون (۲۷: ۷۶) "بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر باتیں جن سے وہ اختلاف کرتے ہیں بیان کر دیتا ہے۔"

بنی اسرائیل نے اپنی کتابوں میں اللہ اور اس کے رسولوں کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دی ہیں جو بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں مثلاً خدا کی نسبت آتا ہے: اور خدا نے ساتویں دن اپنے کام کو جو کرتا تھا پورا کیا، اور ساتویں دن اپنے سارے کام سے جو کرتا تھا فراغت پائی، (پیدائش ۲: ۲) طوفانِ نوح کے متعلق آتا ہے کہ جب طوفان تھم گیا۔ اور نوح علیہ السلام نے مذبح پر سوختنی قربانیاں چڑھائیں۔ تو خدا نے کہا: انسان کے لئے میں زمین میں پھر کبھی لعنت نہ کروں گا۔ اس لئے کہ انسان کے دل کا خیال لڑکپن سے بُرا ہے اور جیسا کہ میں نے کیا ہے پھر سارے جانداروں کو نہ ماروں گا (پیدائش ۸: ۲۱) ان کے پہلے افترا علی اللہ کا جواب قرآن نے یوں دیا: ولقد خلقنا السمٰوٰت والارض وما بینھما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب (۵۰: ۳۸) "اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو مخلوقات ان میں ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوا، دوسرے بہتانِ عظیم کا جواب ولا یخاف عقبٰھا سے دیا کہ وہ جو کچھ کرتا ہے حکمت و رحمت کی بنا پر کرتا ہے۔ ایک قوم کی بربادی اور دوسری کا استخلاف فی الارض اسی قانونِ حکمت کے مطابق ہے اور اس میں حرص و طمع یا خوف و حذر کو مطلق دخل نہیں۔

Marfat.com

اَللَّیل ۹۲

(آیات : ۲۱)

تلخیص مضامین

اس سورۃ کا موضوع ان سعیکم لشتّٰی ہے اس پر رات اور دن اور مرد و عورت سے استدلال کر کے بتایا کہ اس اختلافِ اعمال میں کامیابی صرف اسی کو نصیب ہوتی ہے جو تقوے کی راہ اختیار کرتا ہے اور جو لوگ تعلیم الٰہی کا انکار کرتے ہیں وہ ہمیشہ ناکام و نامراد رہتے ہیں اور ان کی دولت بھی ان کے لئے بے کار ثابت ہوتی ہے آیت ۱۲ سے اس مضمون پر روشنی ڈالی کہ انسان کے اعمال اور ان کے نتائج سے اللہ خوب واقف ہے۔ پھر کون ہے جو اس کے احتساب سے بچ سکے، اور اس مسئولیت میں شقی اور بدبخت کے لئے آگ کے سوا اور کچھ نہیں ہے البتہ کامیاب صرف اہلِ تقوے ہی ہوں گے ؛

Marfat.com

إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى

اختلافِ اعمال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى (۲) وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى (۳) وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى (۴) إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى

رات کی قسم جب دن کو چھپا لے، اور دن کی قسم جب چمک اٹھے، اور اس ذات کی قسم جس نے نر اور مادہ پیدا کیے کہ تم لوگوں کی کوشش طرح طرح کی ہے

تجلی کے معنی ظہور و انکشاف کے ہیں، شتی، جمع ہے شتیت کی، جس طرح مریض کی جمع مرضیٰ آتی ہے۔ بعد و افتراق کو کہتے ہیں۔

رات کی تاریکی جب تمام عالم پر چھا جاتی ہے تو بعض لوگ تو ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے ہیں: وبالليل هم يستغفرون، کچھ فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور چوروں کی جماعت نقب زنی کے مشورے کرتی ہے پھر یہی کیفیت دن کی ہے ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگ جاتا ہے اب تم خود انسانی خلقت کو دیکھو تو اس میں بھی مرد و عورت کے دو ممتاز گروہ نظر آئیں گے۔ جدا اپنے اپنے مالوفات و مطلوبات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل الگ ہو جاتے ہیں، پھر ہر ایک کا دائرہ عمل جداگانہ، ایک کے

Marfat.com

جسم کی ساخت ایسی ہے کہ وہ مہالک و شدائد کو آسانی سے برداشت کر سکتا ہے اور دوسرے کا وظیفہ حیات منزلی کی حفظ و نگہداشت ہے۔

ان تمام شواہد و بینات سے یہ حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ انسانوں کی سعی و کوشش طرح طرح کی ہے، اور ان کے اعمال میں اختلاف ہے۔

کامیاب لوگ

(۵) فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی (۶) وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی (۷) فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی۔

تو جس نے خدا کے رستے میں مال دیا۔ اور پرہیزگاری کی، اور نیک بات کو سچ جانا، اس کو ہم آسان طریقہ کی توفیق دیں گے

اللہ نے انسان کو دو قوتیں نوازش کی ہیں، ان ہی کی تکمیل پر اس کی فوز و کامرانی کا دارومدار ہے۔ (۱) قوت عملیہ (۲) قوت نظریہ، پہلی قوت کی اصلاح و تہذیب کے لئے فرمایا کہ جس شخص نے خدا کی رضا مندی حاصل کرنے اور افراد ملت کی نصرت و اعانت میں اپنی دولت صرف کر دی، اور ہمیشہ اعمال صالحہ کرتا رہا۔ اپنے پروردگار کی نافرمانی نہ کی، اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی قوت نظریہ کو بھی فراموش نہ کیا۔ بلکہ ہر نیکی کی تصدیق کی، انبیاء و رسل کی تعلیمات کی تکذیب نہ کی اور عقائد حسنہ کا پابند رہا تو ہم اس کے لئے ہر نیکی میں آسانی پیدا کر دیں گے۔

بخط مستقیم مخالف

(۸) وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی (۹) وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی (۱۰) فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی (۱۱) وَمَا یُغْنِیْ عَنْهُ

اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا۔ اسے بدبختی میں پہنچائیں گے اور جب وہ

وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى — دوزخ کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

تردّی باب تفعّل کے وزن پر ہے اور تردی من الجبل سے لیا گیا ہے جس کے معنی پہاڑ پر سے نیچے گرنے کے ہیں، اسی سے والمتردیۃ قرآن میں ہے۔

ان آیات میں اس شخص کے خصائص و امتیازات بیان کئے گئے ہیں جو عقاید و اعمال کے اعتبار سے پہلے کا بلحاظ مستقیم مخالف ہے۔ وہ سخی تھا تو یہ بخیل، وہ متقی تھا اور یہ اپنے آپ کو تعلیمات الٰہیہ سے بالکل بے نیاز خیال کرتا اور ہر برے کام کا ارتکاب کرتا ہے، وہ ہر نیکی کی تصدیق کرتا تھا اور یہ اس کا شدید ترین مخالف ہے اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ یہ اور زیادہ بدکرداری میں منہمک ہوگا اور وہ راہ اس کے لئے آسان ہوجائے گی مگر یہ یاد رکھے کہ جس مال و دولت کے غرور باطل میں وہ فسق و فجور کی زندگی بسر کر رہا ہے وہ اس کے لئے بےکار ہے، اور دوزخ میں گرتے وقت وہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے گا۔

علم النفس کے طلباء اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ جب ایک شخص کوئی کام کرتا ہے تو اس کا اثر اس کے تمام اعضاء و جوارح محسوس کرتے ہیں، اگرچہ اس کو پہلے روز اس کے کرنے میں دقت محسوس ہوئی تھی مگر دوسرے روز اس کو وہی کام نسبتاً آسان معلوم ہوگا۔ وھلم جرا۔ اسی حقیقت کو ان قرآنی آیات نے بیان کیا ہے، اور اس کی تائید میں بکثرت احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔ بخاری نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک روز رسول اللہ کے ساتھ ایک جنازے کو دفن کرنے کی غرض سے بقیع غرقد میں موجود تھے، آپ نے صحابہ سے فرمایا: ما منکم من احد الا وقد کتب مقعدہ من الجنۃ و مقعدہ من النار، فقالوا یارسول اللہ! افلا نتکل، فقال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ ثم

تسرا ، فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی ، فسنیسرہ للیسری
الی قولہ للعسری، " تم میں سے کوئی شخص نہیں جس کے متعلق جنت اور دوزخ
کا فیصلہ نہ کر دیا گیا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ تو پھر ہم اسی پر اعتماد کرکے عمل کیوں نہ ترک
کر دیں، آپ نے فرمایا نہیں عمل کئے جائیں۔ اس لئے کہ اس کو اسی کام میں آسانی پیدا
کر دی جائے گی جس کے لئے اس کی تخلیق عمل میں آئی۔" اور اس کی تصدیق میں
آپ نے ان آیات کی تلاوت کی جو زیب عنوان ہیں۔

اور اسی طرح دیکھا بھی جاتا ہے۔ نیک لوگوں کو برے اعمال کا ارتکاب مصیبت
گزرتا ہے، اور نیک کام خوش دلی سے کرتے ہیں۔ اور برے لوگ بالکل اس کے
برعکس ہیں۔

ابتداو انتہا

(۱۲) اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى (۱۳) وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى (۱۴) فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى (۱۵) لَا يَصْلٰهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى (۱۶) الَّذِيْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى

ہمیں تو راہ دکھانا ہے، اور آخرت اور دنیا ہماری ہی چیزیں ہیں۔ سو میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے متنبہ کر دیا۔ اس میں وہی داخل ہوگا۔ جو بڑا بدبخت ہے۔ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

تلظی شعلہ مارنا اور بھڑک اٹھنا، دوزخ کا ایک نام لظی بھی ہے۔ کیونکہ اس
کی آگ ہمیشہ بھڑکتی اور شعلہ مارتی رہتی ہے۔

ہمارا کام صرف اتنا تھا کہ ہر انسان کو نیکی اور بدی کی راہ دکھا دیں، چنانچہ
سب سے اول ہم نے خود اس کے اندر ایک ایسی قوت رکھ دی جو نیک و بد میں تمیز
کرے ، بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ (۷۵ : ۱۴ و ۱۵)

"بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے اگرچہ عذر معذرت کرتا رہے۔" پھر اس قوت کی مزید تہذیب و تکمیل کے لئے ہم نے انبیاء کرام کا سلسلہ قائم کیا، انہیں کتابیں دیں، اس کے بعد بھی اگر ایک شخص گمراہ ہو جائے تو اس کی مرضی۔

ابتداء میں ہم نے مختلف فطرتیں پیدا کیں، ان کی اعانت کے لئے اسباب و وسائل فراہم کئے۔ اور آخر کار جو معیار ترقی ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے، اس کے مطابق ان کے اعمال و اخلاق کا احتساب بھی ہم ہی کریں گے۔ کہ ہم ہی اس کی ابتدائی حالت اور انتہائی نشو و ارتقاء سے واقف ہیں، اس لئے جو لوگ اس راہ ترقی سے منحرف ہونا چاہتے ہیں۔ انہیں اس آگ سے ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیئے جس کا ایندھن بدبخت ابنائے آدم ہوں گے، اور وہ نامراد کون ہیں، وہی جو تعلیم الٰہی کا انکار کریں، اور اپنے آپ کو بے نیاز خیال کر کے ان علوم حقہ سے روگردانی کریں۔

ارباب تقویٰ

(۱۷) وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى (۱۸) الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى (۱۹) وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى (۲۰) إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى (۲۱) وَلَسَوْفَ يَرْضَى۔

اور جو بڑا پرہیزگار ہے۔ وہ اس سے بچا لیا جائے گا۔ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو۔ اور اس لئے نہیں دیتا کہ اس پر کسی کا احسان ہے جس کا وہ بدلہ اتارتا ہے، بلکہ اپنے خداوند اعلیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔

گزشتہ آیات میں اشقیٰ اور اس کے عواقب الیمہ بیان کئے گئے تھے، اب اتقیٰ اور اس کے نتائج کا تذکرہ ہے، لسان شرع میں متقی وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی

Marfat.com

دولت صرف کرتا ہے اس لئے نہیں کہ کسی کا اس پر احسان ہے بلکہ اس کی غرض صرف یہ ہے کہ تہذیب نفس، تزکیہ اخلاق اور رضائے الٰہی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ان صدقات کو نہ صرف قبول فرمائے گا بلکہ اس کو اس قدر نعمتیں نوازش کرے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا۔

سورہ بقرہ میں قبول صدقات کے لئے چند شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ فرمایا:

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (۲: ۲۶۲) "جو لوگ اپنے مال خدا کے رستے میں صرف کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ اس خرچ کا کسی پر احسان رکھتے ہیں اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں، ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس تیار ہے اور قیامت کے روز نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" آگے چل کر آتا ہے: لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی - "اپنے صدقات وخیرات احسان رکھنے اور ایذا دینے سے برباد نہ کر دینا۔" اسی لئے حدیث میں انفاق فی سبیل اللہ کی ایک شرط بھی بیان کی گئی ہے: لا یعلم شمالہ ما انفق یمینہ "جب وہ خرچ کرتا ہے تو اس طرح کہ اس کے بائیں ہاتھ تک کو یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔"

یہی صدقات وخیرات اللہ کے دربار میں شرف اجابت حاصل کرتے ہیں، اور ایسے ہی خرچ کرنے والوں کو ہر قسم کی نعمتوں سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

الضحیٰ ۹۳

(آیات ۱۱)

تلخیصِ مضامین

چند قدرتی مناظر پیش کر کے ثابت کیا کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو نہیں چھوڑا، اور نہ وہ آپ سے ناراض ہے۔ بلکہ عنقریب آپ پر اس قدر نعمتیں نازل کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے، پھر مزید اطمینان کے لئے فرمایا کہ آپ کی ترقی جاری رہے گی اور آپ کی ہر آئندہ حالت گذشتہ سے بہتر ہوا کرے گی۔ خدا کا یہ وعدہ جس طرح مستقبل کے لئے ہے ایسے ہی ماضی کے متعلق بھی تھا۔ اس پر آپ کی سابقہ زندگی کے بعض واقعات پیش کئے، اس کے بعد آپ کو وہ زمین بتائی گئی جہاں آپ کی تعلیم کا بیج بار آور ہوگا۔ اور جس جگہ آپ قرآن سنائیں گے۔

Marfat.com

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

شانِ نزول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَالضُّحٰى (۲) وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى (۳) مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى

آفتاب کی روشنی کی قسم، اور رات کی تاریکی کی جب چھا جائے، کہ اے محمدؐ! تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا، اور نہ تم سے ناراض ہوا۔

جب سورج اونچا ہو کر چمکنے لگے تو دن کے ابتدائی حصہ کو ضحیٰ کہتے ہیں، سجیٰ کے معنی ڈھانپ لینے اور چھا جانے کے ہیں، وَدع اصل میں تودیع سے لیا گیا ہے جس کے معنی رخصت کرنے میں مبالغہ کرنے کے ہیں، یہاں چھوڑنا اور دست بردار ہونا مراد ہے، قلیٰ ماخوذ ہے قلی سے، بغض رکھنا اور ناراض ہونا۔

تمام مفسرین کے نزدیک یہ تسلیم شدہ امر ہے۔ کہ یہ سورت بالکل ابتدائی زمانہ نبوت میں نازل ہوئی تھی، روایات میں اس کے نزول کا جو سبب بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے:

اشتکی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم لیلۃ او لیلتین، فاتت

Marfat.com

امراۃ فقالت یا محمد ما اری شیطانک الا قد ترکک ، فانزل اللہ عز و جل والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ، ما ودعک ربک وما قلیٰ (بخاری)

ناسازی طبع کے باعث رسول اللہ دو ایک شب قیام نہ کر سکے تو ایک عورت نے آکر کہا۔ کہ میرے خیال میں تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔" اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔"

روایات اس امر پر متفق ہیں کہ فترۃ الوحی کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اور یہ کہ تاخیر الہام کی بنا پر آپ پژمردہ خاطر رہتے تھے اس لئے اللہ نے یہ سورت نازل کی کہ آپ کو اطمینان ہو جائے۔ کہ اس نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اور وہ آپ سے ناراض بھی نہیں بلکہ آپ کے مدارج عالیہ میں برابر ترقی ہوتی رہے گی۔

دن اور رات کی شہادت

قدرت نے دن اور رات کا سلسلہ قایم کیا ہے ، وجعلنا النھار معاشا ، دن اس لئے ہے کہ انسان محنت کرے اور قوت بازو سے روزی کما کر نہ صرف خود کھائے بلکہ دوسروں کو بھی کھلائے ، اس کے بعد رات آتی ہے : وجعل اللیل سکنا ، دن بھر کام کرنے کی وجہ سے اس کی جس قدر قوتیں مضمحل ہو چکی ہیں۔ وہ شب میں آرام کرنے کی وجہ سے عود کر آئیں ، اور دوسرے روز کے فرائض ادا کرنے کے قابل ہو۔

اسی پر تم وحی الہٰی کے نزول کو قیاس کرو۔ ایک الہام نازل ہوتا ہے اس میں عقاید و یقینیات ہوتے ہیں ، احکام و اوامر کی تعلیم ہوتی ہے ، منہیات و جرائم سے روکا جاتا ہے اور ان تمام الہامات کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ لوگ ان پر عمل کریں ، اور مہذب و شائستہ بن کر ترقی کر سکیں کہ تدریجی ارتقا ہی ہمیشہ مفید اور پائدار ہوتا ہے۔

اگر اس کے برخلاف سلسلہ تعلیمات تو برابر قایم رہے۔ مگر لوگوں کو ان پر عمل کرنے کا

Marfat.com

موقع نہ دیا جائے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ترقی نہ کرسکیں گے اور تمام قانون کتاب کے اوراق ہی میں بند رہے گا۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ کہ دن تو برابر رہے اور رات نہ ہو، عاقبت کار کام کرتے کرتے قوتیں بالکل ہی مضمحل ہو جائیں گی۔ اور تھوڑی سی مدت کے بعد یہ دنیا جنگلی جانوروں کا مسکن بن جائے گی۔

پس نزولِ الہام و عدم نزول بالکل دن اور رات کی طرح ہے۔ بیچ میں جو زمانہ گزرتا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا تم سے ناراض ہے اور اس نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ یہ تاخیر نہایت ہی اعلیٰ حکمت و مصلحت پر مبنی ہے۔ اور غرض یہ ہے کہ اس فرصت کے وقت میں نازل شدہ الہام پر خوب اچھی طرح عمل ہو جائے اور مزید تعلیم قبول کرنے کی لوگوں میں قابلیت اور استعداد پیدا ہو۔

دائمی وعدہ

(۴) وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (۵) وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى	اور آخرۃ تمہارے لئے پہلی حالت سے کہیں بہتر ہے اور تمہیں پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا۔ کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

اگرچہ مفسرین نے اولیٰ سے دنیا اور آخرۃ سے قیامت کے بعد کے ثمرات مراد لئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان الفاظ کا دائرہ محدود کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ربط آیات اس کا متقضی ہے۔

چند روز تک وحی رُک جانے سے رسول اللہ کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اللہ آپ سے ناراض ہے اور آپ کی روحانی ترقی رُک گئی ہے۔ گذشتہ آیات میں آپ کو بتایا گیا۔ کہ فترۃ وحی کا مقصد یہ نہیں جو آپ نے معین کیا ہے بلکہ اس کی غرض ہی بالکل دوسری ہے

قرآن کریم کے نزول کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تعلیم سے ایک ایسی جماعت تیار ہو جو یکسر عمل ہو۔ اور وہ دوسروں کے لئے نمونہ بن سکے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک تعلیم تدریجاً نہ دی جائے کہ آہستہ آہستہ ان میں قوت عمل پیدا ہو اور وہ جاگیر ہو جائے۔

پس اگر نزول الہام میں تاخیر ہو تو آپ اس سے پریشان خاطر نہ ہوں۔

قرآن آہستہ آہستہ تئیس سال میں نازل ہوا۔ کبھی تو ایک ہی وقت میں مختلف سورتیں نازل ہوتیں اور کبھی دیر ہو جاتی۔ تاآنکہ ضرورت کے مطابق وحی آتی۔ گویا اس کتاب عزیز کے نزول میں وقت اور ضرورت کا لحاظ کیا گیا۔ ممکن تھا کہ پھر کبھی وحی کے آنے میں تاخیر ہوتی تو آپ اس کو پھر ناراضگی پر محمول کرتے۔ اس لئے ان آیات میں ہمیشہ کے لئے آپ کو یہ بتا دیا گیا کہ آپ اس دیر سے گھبرا نہ جایا کریں۔ بلکہ آپ کی ہر آئندہ حالت گزشتہ سے بہتر ہوا کرے گی۔ اور آپ کی ترقی ایک لمحہ کے لئے بھی نہ رکے گی۔

ہم نے اولیٰ سے آپ کی پہلی حالت اور آخرت سے آئندہ کے حالات مراد لئے ہیں۔ اور سیاق و سباق کا اقتضا بھی یہی ہے۔ دوسری آیت بھی اسی پہلے وعدہ کی مزید تصدیق و توثیق ہے۔ کہ عنقریب اللہ تعالے آپ کو اتنا دے گا۔ کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

ماضی کی تذکار

(۶) اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى
(۷) وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى
(۸) وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى

بھلا اس نے تمہیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی بے شک دی۔ اور رستہ سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔ اور تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔

Marfat.com

ان آیات میں بتایا جاتا ہے۔ کہ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کا وعدہ اگرچہ ہم نے تم سے اب کیا ہے لیکن اگر تم اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ بدو طفولیت سے آج تک ہمارا طرز عمل تمہارے ساتھ یہی رہا ہے مثلاً :۔

(الف) آپ ابھی بطن مادر ہی میں تھے۔ کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا، چھ برس کے تھے کہ والدہ فوت ہو گئیں۔ آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کی پرورش کرتے رہے اور ان کے مرنے پر آپ کے چچا ابو طالب آپ کے متکفل ہوئے، اور ہمیشہ آپ کی حمایت کرتے رہے۔

(ب) آپ نے ہوش سنبھالتے ہی عرب کو بد اخلاقی اور خانہ جنگی میں مبتلا پایا، آپ ان کی اصلاح کے خواہاں تھے، اور مختلف تدابیر کام میں لاتے تھے۔ آپ نے حلف الفضول میں شرکت کی۔ مگر باوجود ان باتوں کے وہ حقیقی راہ آپ کے سامنے ابھی نہ آئی تھی۔ جو نہ صرف عرب کو ان نقائص و ذمائم سے پاک و صاف کر دیتی۔ بلکہ تمام عالم کو ہر قسم کے مصائب و آلام سے نجات دے دیتی : وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتب، ولا الایمان، ولکن جعلنہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا، وانک لتھدی الی صراط مستقیم (۴۲ : ۵۲)

"اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعہ سے قرآن بھیجا ہے۔ تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو۔ لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں، اور بے شک اے محمدؐ تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔"

آپ اس قانون کی تلاش میں تھے جو منبع ہدایت و سعادت ہو۔ مگر آپ کو معلوم نہ تھا، تا آنکہ اللہ تعالےٰ نے چالیس سال کے بعد قرآن نازل کر کے آپ کو حقیقی راہ بتا دی۔

Marfat.com

(ج) عائل نفیر کو کہتے ہیں جب آپ کے والد کا انتقال ہُوا تو آپ کو ایک اونٹنی اور ایک لونڈی کے سوا وراثت میں اور کچھ نہ ملا تھا۔ مگر آپ کی تجارت نہایت کامیاب رہی۔ اور اِدھر خدیجۃ الکبریٰ نے اپنی تمام دولت آپ کی نذر کر دی۔

غرض وہ خدا جس نے ان تمام حالات میں تمہاری دست گیری کی۔ اب بھی تمہارے ساتھ ہے۔ اور تمہیں وعدہ دیتا ہے۔ کہ تمہاری ہر آیندہ حالت گذشتہ سے بہتر ہُوا کرے گی۔ وکان وعدہٗ مفعولاً۔

ارحموا من فی الارض

(۹) فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ — تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرنا، اور مانگنے والے
(۱۰) وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ — کو جھڑکی نہ دینا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یتیمی کی تکلیف و مصیبت دیکھ چکے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ یتیم کا نہ تو کوئی نگران کار و مربی ہوتا ہے اور نہ اس کی تعلیم و تہذیب کا ذمہ دار و کفیل، اس کی کیفیت اس پتے کی سی ہوتی ہے۔ جو جنگل میں ہے، ہوا کے جھونکے آتے ہیں، جو کبھی اس کو شمال کی طرف لے جاتے ہیں، اور گاہے جنوب کی طرف، اس حالت میں یتیم کی امداد و سرپرستی نہ صرف عام ہمدردی انسانی کا تقاضا ہوگا۔ بلکہ قومی زندگی کے بقاء و قیام کے لئے اس کی اعانت و دستگیری ضروری و لازمی ہوگی۔ آپ کی تھوڑی سی مدد اس کو آپ کا بے داموں غلام بنا دے گی۔ جس جگہ آپ کا پسینہ گرے گا۔ وہ اپنا خون بہانے کو تیار ہوگا، وہ آپ کا دست و بازو بن جائے گا۔ اور آپ کے مقصدِ حیات کا بہترین معاون و مددگار۔ اُدھر آپ کی تعلیم و تربیت کی بدولت وہ مہذب و شائستہ بن جائے گا اور جس قوم کے تمام افراد تعلیم یافتہ ہوں، اس کے نتائج کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

Marfat.com

لیکن اگر آپ نے اس کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ غیر مہذب بن کر قوم کے لیئے بار دوش ثابت ہوگا۔ اپنی بداخلاقی و بدکرداری سے تمام ملت کو نقصان پہنچائے گا۔ یا غیر مذاہب کے مبلغین وہ ماۃ اپنے اثر سے کام لے کر اس کو اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے۔ چنانچہ ہم روزمرہ ان المناک حوادث کا تذکرہ اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں۔

ان مصالح کی بنا پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو یہ حکم دیا گیا۔ کہ وہ یتامے پر ظلم وستم نہ کریں، اور ان کی ہر ممکن طریق سے امداد کریں۔ آپ نے فرمایا: انا وکافل الیتیم کھاتین، میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح باہم دگر ہوں گے۔ جیسے ہات کی یہ دو انگلیاں،

اسی کے ساتھ سائل کو بھی مت جھڑکو۔ اس لفظ کو بھیک مانگنے والے ہی میں حصر کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ جس طرح ایک شریف مفلس ونادار پر اس کا اطلاق ہوسکتا ہے، ویسے ہی وہ شخص بھی اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ جو آپ سے کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کرنے کا آرزومند ہو۔ تم بخل مت کرو اور اس کو تعلیم دو۔

تبلیغ قرآن

(۱۱) وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ — اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا۔

اللہ تعالے نے جو نعمتیں آپ کو نوازش کی ہیں، ان کا ذکر لوگوں کے سامنے کیجیئے۔ ظاہر ہے کہ کوئی نعمت نہ تھی جو آپ کو نہ دی گئی ہو۔ مگر سب سے اعلےٰ و افضل ترین نعمت یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو قرآن دیا۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ، جس میں تمام

Marfat.com

نوعِ انسانی کی رشد و ہدایت، اور فلاح و کامرانی کے اصول و ضوابط ہیں۔ جو دنیا و آخرت کی سعادت و فوزِ کبیر کا ذمہ دار و کفیل ہے۔ پس اس آیت میں ہمارے نزدیک نعمت سے مراد قرآن کریم کی دعوت و تبلیغ کا حکم ہے۔

دوسرے لوگوں نے نعمت کی تفسیر میں کئی ایک چیزیں بیان کی ہیں اور بے شبہ وہ سب ٹھیک اور درست ہیں۔ مگر ہم قرآن ہی کو بہتر خیال کرتے ہیں۔ یہی تبیانا لکل شیٔ ہے، شفاء لما فی الصدور ہے۔ اسی کی شان میں لاریب فیہ ہے اسی کی تبلیغ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھی۔ اور اسی کی جب تکمیل ہو گئی۔ تو آپ اس دارِ فانی سے دارِ اعلیٰ کی طرف تشریف لے گئے۔

Marfat.com

الانشراح ۹۴

(آیات ، ۸)

تلخیص مضامین

ابتدائی چار آیتوں میں ان رکاوٹوں کو بیان کیا جو داعی حق کی راہ میں آتی ہیں پھر بتایا کہ دنیا میں تکلیف و راحت توام ہیں ، اور آخر میں فرمایا کہ جب تم اپنے فرائض رسالت و دعوت الی الحق والحریۃ سے فارغ ہوا کرو تو انابت الی اللہ کو ہاتھ سے نہ جانے دو ، اور ان فرصت کے اوقات میں تبتل الی اللہ اختیار کرو ۔

Marfat.com

رفع موانع

شرح صدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ	اے محمدؐ! کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول
(۲) وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ	نہیں دیا، بے شک کھول دیا، اور تم
(۳) الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ	پر سے بوجھ بھی اتار دیا جس نے تمہاری
(۴) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ	پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ اور تمہارا ذکر بلند کیا۔

دنیا میں زندہ رہنے کا حق صرف اسی جماعت کو حاصل ہے۔ جو اپنے مقاصد کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو۔ مگر یہ عظیم و جلیل فرض وہی شخص ادا کر سکتا ہے۔ جو اس یقین و اذعان کے ساتھ میدانِ عمل میں قدم رکھے۔ کہ ایسا کرنا میرا تقاضائے فطرت ہے۔ اور یہی میری زندگی کا اصلی مقصد ہے۔ گویا اس کی فطرت اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس آواز کو دنیا کے ہر گوشہ اور کونہ میں پہنچا دے۔ جب اس کی یہ حالت ہو گی۔ تو کوئی بڑی سے بڑی رکاوٹ اور مزاحمت اس کو راہ حق سے منحرف نہ کر سکے گی۔

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ جو آگ میں کود پڑے۔ تو یہی داعیۂ فطرت تھا۔ جس نے ان کو اس امر پر مجبور کر دیا۔ کہ جل جائیں مگر توحید کو ہاتھ سے نہ دیں، لوط علیہ السلام کو اسی لئے ہجرت کرنی پڑی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کی ہر خواہش کو جو رد کر دیا۔ تو اسی لئے کہ توحید کے سوا ان کی فطرت اور کسی چیز کو قبول ہی نہ کر سکتی تھی شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم کہتی ہے کہ تم بت پرستی کرو۔ تو وہ اس سے کوسوں دُور بھاگتے ہیں: قد افترینا علی اللہ کذبا ان عدنا فی ملتکم بعد اذ نجنا اللہ منہا (۷: ۸۹)۔ "اگر ہم اس کے بعد کہ خدا ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے۔ تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بے شک ہم نے خدا پر جھوٹ افترا باندھا" جادوگر جب رب موسیٰ وہارون پر ایمان لے آتے ہیں۔ تو فرعون کی دھمکیاں ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں پیدا کر سکتیں۔

یہی شرح صدر ہے جسے اس آیت میں بیان کیا گیا ہے اور جب تک کسی کام کے متعلق یہ کیفیت کسی شخص میں نہ پیدا ہو، وہ عزم راسخ، بلند ہمت اور استقلال و ثبات قدم سے کبھی بہرہ اندوز نہیں ہو سکتا۔ فرض کے ادا کرنے میں یہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضلِ مخصوص سے رسول اللہ کی راہ سے اس کو دُور کر دیا۔

بوجھ کا ہلکا ہونا

وِزر بوجھ کو کہتے ہیں، انقاض در اصل اس آواز کو کہتے ہیں۔ جو بوجھ اٹھاتے وقت جانور کی پیٹھ سے نکلتی ہے۔ یہاں اس سے کمر توڑنا مراد ہے۔

دوسری روکاوٹ جو مبلغ حق اور داعی حریت کی راہ میں آتی ہے وہ اُس کی

Marfat.com

اعوان وانصار کا نہ ملنا ہے اکثر تحریکات جو فنا ہو جاتی ہیں۔ تو صرف اسی لئے کہ ان کے بانیوں کو رفقائے کار نہیں ملتے۔ جو ان کے نصب العین کو اپنا مقصد حیات بنا کر اس کی نشر و اشاعت میں سرگرم کوشش کرتے۔

رسول اللہؐ دنیا میں آئے تو آپ اکیلے تھے۔ سرزمین عرب کے لئے آپ کی صدائے توحید ایک انوکھی اور غیر مانوس آواز تھی۔ آپ لوگوں کے پاس جاتے تھے۔ قبائل پر اپنے آپ کو پیش کرتے تھے۔ مگر ہر طرف سے انکار ہی انکار تھا۔ اور آپ ہر وقت حزین وملول رہتے۔ تا آنکہ اللہ تعالےٰ نے اس روکاوٹ کو دور کر دیا۔ اور آپ کو بہترین اصحاب نوازش فرمائے۔ جنہوں نے اپنی تمام زندگیاں اور جائدادیں آپ کی محبت اور آپ کے مقصد کی اشاعت میں قربان کر دیں۔

رفع ذکر

تیسری رکاوٹ یہ ہے۔ کہ اگرچہ آپ کے مقاصد نہایت ہی شاندار اور بلند پایہ ہوں لیکن اگر آپ کے نام سے لوگ واقف نہ ہوں، اور آپ نے اپنا ذاتی شہرت بلند نہیں کیا۔ تو لوگوں کی حالت یہ ہے کہ آپ کی آواز پر کان تک نہ دھریں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ رکاوٹ بھی خدا نے دور کر دی۔ خود آپ کی زندگی ہی میں عرب کا ہر شخص آپ کے حالات سے واقف تھا۔ یہ شہرت ایک طرف تو آپ کو مخالفین کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ جو لوگوں کو آپ کے خلاف ابھارتے، اور دوسری جانب آپ کے دعاۃ و مبلغین نشر و اشاعتِ اسلام میں مصروف تھے۔ اور جب کوئی شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا تو توحید کے ساتھ آپ کی رسالت کا بھی اقرار کرتا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وضم الالٰہ اسم النبی الی اسمہ   اور اللہ نے اپنے نام کے ساتھ ہی نبی کے نام کو بھی ملا دیا

اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد — چنانچہ مؤذن اذان میں پانچ مرتبہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں
وشق له من اسمه لیجله — اور آپ کی جلالت قدر کے لئے خود اپنے نام میں سے
فذو العرش محمود وهذا محمد — آپ کا اسم گرامی رکھا جناب صاحب عرش محمود ہے تو آپ کا نام محمد ہے

رنج و راحت

(۵) فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا — ہاں ہاں مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے
(۶) إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا — اور بے شک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔

اگرچہ ابتدائے کار میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت تکالیف و شدائد کا سامنا کرنا پڑا مگر آخر کار ان سب دقتوں کے بادل چھٹ گئے، اور رنج و غم کے بعد سرور و راحت کے ایام آ گئے۔ پس کوئی شخص عارضی رکاوٹ کی وجہ سے پریشان خاطر نہ ہو۔ اس لئے کہ خدا کا یہ دائمی وعدہ ہے کہ ہر تکلیف کے بعد راحت کا آنا یقینی ہے۔ امت مسلمہ کے لئے ان آیات میں بہت بڑا درس عبرت و بصیرت ہے، وہ ان موجودہ ناگفتہ بہ حالات اور دول اسلامی کی بے چارگی سے گھبرا نہ جائے۔ اس لئے کہ اسی ظلمت سے امید کی کرن نکلنے والی ہے، اور یہی تاریکی شب صبح کے آنے کی خوشخبری دے رہی ہے؛

انابت الی اللہ

(۷) فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ — تو جب فارغ ہوا کرو تو عبادت میں محنت کیا کرو۔
(۸) وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ — اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

Marfat.com

لوگ اپنی کامیابی کے لئے ارباب دولت وثروت پر اعتماد کرتے ہیں، اخبار وجرائد کی امداد پر انہیں بھروسہ ہوتا ہے، شہرۂ آفاق ارباب سیادت وسیاست کے اشارۂ ابرو کے منتظر ہوتے ہیں۔ مگر در اصل ان میں سے کوئی جماعت بھی قابلِ اعتماد نہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ اسی وقت تک آپ کے ساتھ ہیں جب تک ان کے اغراض آپ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور جہاں ان کے مقاصد کے خلاف کوئی بات ہوئی۔ فوراً الگ ہو جائیں گے۔

داعیِ حق کے لئے صرف ایک ہی ذات ہے۔ جو اعتماد و توکل کے لائق ہے اور وہ صرف خدا کی ذات ہے۔ جو نحن اقرب من حبل الورید کا مسرت اندوز پیام دیتی ہے جو غار کی تاریکی اور دشمنوں کے ہجوم کے وقت بھی ان اللہ معنا سے ہمت افزائی کرتی ہے، سورۂ توبہ میں یہی حکم دیا گیا: فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو، علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم (۹: ۱۲۹) "تو کہہ دو۔ کہ خدا مجھے کفایت کرتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔" سورۂ شعرا کی یہی تعلیم ہے: وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یرٰک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین (۲۶: ۲۱۷ تا ۲۱۹) "اور خدائے غالب اور مہربان پر بھروسا رکھو، جو تم کو جب تم تہجد کے وقت اٹھتے ہو دیکھتا ہے، اور نمازیوں میں تمہارے پھرنے کو بھی" سورۂ مزمل میں یہی سبق دیا: واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا، رب المشرق والمغرب، لا الٰہ الا ھو، فاتخذہ وکیلا (۷۳: ۸ و ۹)، "تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو۔ اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ، وہی مشرق اور مغرب کا مالک ہے۔ اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔"

Marfat.com

آیات زیرِ بحث میں اسی امر کی طرف توجہ دلائی۔ کہ جب آپ تبلیغ رسالت کے فرائض سے فارغ ہو جایا کریں۔ تو فوراً خدا کی طرف رجوع کریں، اور اس کے حضور میں کھڑے ہو کر اس کی امداد و اعانت کے طالب ہوں کہ اس کی نصرت و دستگیری کے بغیر کسی انسان کو کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی ۔

Marfat.com

التین ۹۵

(آیات، ۸)

خلاصۂ مضمون

انسان کی فطرت نیک ہے یا بد؟ حکمائے قدیم وجدید کا اس کے متعلق سخت اختلاف ہے۔ اس سورۂ مبارکہ نے چند شہادتیں ذکر کر کے اس حقیقت مستورہ کو بے نقاب کیا کہ انسان فطرت اسلام وصلاحیت پر پیدا کیا گیا ہے، پھر اس کے خراب کرنے والوں اور قائم رکھنے والوں کے نتائج بیان کر کے بتا دیا کہ جزائے اعمال سے انکار کرنا غیر ممکن اور محال ہے، اس لئے کہ اللہ احکم الحاکمین ہے اور وہ ضرور ہر ایک انسان سے فرداً فرداً باز پرس کرے گا۔

Marfat.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ

تین اور زیتون

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ (۲) وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ — انجیر کی قسم اور زیتون کی اور طور سینین

(۳) وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ — کی اور اس امن والے شہر کی، کہ ہم نے

(۴) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ — انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا

فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ — کیا ہے۔

تین کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں۔ کہ تین سے مراد مسجد دمشق ہے ایک جماعت کی رائے میں یہ اس پہاڑ کی طرف اشارہ ہے۔ جو دمشق کے متصل ہے قرطبی کی رائے میں اصحاب کہف کی مسجد ہے، عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ تین وہ مسجد ہے جسے نوح علیہ السلام نے کوہ جودی پر تعمیر کیا تھا مجاہد کہتے ہیں۔ کہ یہ وہی انجیر کا درخت ہے۔ اور اس کا پھل جسے ہر شخص جانتا ہے، یہی اختلاف زیتون کے متعلق بھی ہے کعب۔ قتادہ۔ ابن زید اور دوسرے لوگوں کی رائے میں یہ بیت المقدس ہے۔ مجاہد اور عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ وہی زیتون ہے

Marfat.com

جس کا تیل نکالتے ہو۔ ابن عباس کی رائے میں یہ بلادِ فلسطین کی طرف اشارہ ہے مگر اس روایت میں ایک مجہول راوی موجود ہے۔ اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ان اقوالِ مختلفہ میں سے ہماری رائے یہ ہے۔ کہ تین سے مراد وہ جگہ ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان سے نجات پانے کے بعد کوہ جودی کے اوپر نماز پڑھی تھی۔ استشہاد در اصل اس مقام سے نہیں بلکہ اس کا ذکر کرکے حضرت نوحؑ، ان کی نبوت اور اس کے ثمرات و نتائج کی طرف توجہ دلا کر یہ بتانا ہے۔ کہ ہم نے انسان کو ہر اعتبار سے اشرف المخلوقات پیدا کیا ہے۔ نوح اور اس کے ہمراہیان سفر اپنی فطرت صالحہ پر قائم رہے۔ اس لئے وہ نہ صرف اعلےٰ ترین مراتب انسانیت پر فائز ہو گئے۔ بلکہ خوفناک طوفان سے بھی نجات پا گئے۔ مگر جن لوگوں نے اس رسول کی نافرمانی کی اور اپنی فطرت کو خراب کر لیا۔ وہ ذلیل ترین عذاب میں مبتلا ہوئے۔

زیتون سے مراد بیت المقدس کی مسجد ہے۔ اس لئے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ عیسائیوں میں اب تک اس کے تیل کو مقدس تیل کہا جاتا ہے۔ شہنشاہ انگلستان کی رسم تاج پوشی ادا کرنے کے لئے بادشاہ کو لگایا جاتا ہے۔ اور شام کے لوگ زیتون کا تیل اسی طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح ہمارے ملک میں گھی۔

پس یہاں مسجد بیت المقدس کا ذکر کرکے حضرت عیسیٰؑ، ان کی نبوت اور اس کے ثمرات کی طرف توجہ دلا کر یہ بتانا ہے کہ اگر ایک شخص اپنی فطرت کے آئینہ کو گرد وغبار ضلالت سے پاک و صاف رکھے تو وہ ان مدارج عالیہ تک ترقی کر سکتا ہے۔

بقیہ اقسام

Marfat.com

طور سینین اور بلد امین میں کسی کو اختلاف نہیں۔ بلکہ سب اسی امر پر متفق ہیں۔ کہ طور سے وہ پہاڑ مراد ہے جہاں حضرت موسےٰ کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہُوا اور بلد امین سے غرض مکہ معظمہ کا ذکر کرنا ہے ؛

استشہاد کا مقصد

اللہ تعالےٰ نے چار مقامات کا تذکرہ کر کے ان نبوتوں کی طرف توجہ دلائی۔ جن کا ان مقامات میں ظہور ہُوا۔

(الف) مسجد جودی، جہاں حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد خدا کا شکر ادا کیا۔

(ب) زیتون، شام جس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہُوا۔

(ج) طور سینین، حضرت موسےٰ علیہ السلام نبوت سے سرفراز ہوئے۔

(د) بلد امین، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

غرض ان چار مقامات کے ذکر سے یہ ہے کہ انسان کے شرف و مجد کو واضح کیا جائے، اور یہ حقیقت اصلیہ لوگوں کے سامنے آجائے کہ وہ بدکرداروں کو دیکھ کر فسق و فجور پر قانع نہ ہو جائیں، بلکہ طہارت و پاکیزگی کے ان اعلیٰ ترین نمونوں کو دیکھ کر نیکی اور فرشتگی میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں، اس لئے کہ ہم نے ہر شخص کو بہترین شکل و صورت پر پیدا کیا ہے اور اسے اعلےٰ ترین اخلاق و جذبات نوازش کئے ہیں۔

احسن تقویم

آیت لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ان تمام سابقہ اقسام کا جواب ہے

ابن عباس اس کے یہ معنی کرتے ہیں : فی احسن خلق - واحدی دوسرے مفسرین کی رائے یوں بیان کرتے ہیں - کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ذی روح کو منہ کے بل جھکا ہوا پیدا کیا ہے مگر انسان کو سیدھا بنایا ہے اور اسے علم، فہم، نطق، عقل، تمیز اور ادب سے آراستہ کیا ہے پس وہ ظاہر و باطن کے اعتبار سے بہترین طریق پر پیدا کیا گیا ہے - تقویم کے معنی تعدیل کے ہیں - قرطبی کے نزدیک انسان کا اعتدال و استواء مراد ہے -

ان تمام اقوال میں کسی قسم کا اختلاف نہیں - بلکہ سب کے سب ایک ہی حقیقت کو بیان کر رہے ہیں - اور وہ یہ ہے کہ فرزند آدم نہ صرف ظاہری اعضاء و جوارح کے اعتبار سے بہترین ہے بلکہ جذبات و عواطف کے لحاظ سے بھی اس کی فطرت بالکل صالح اور نیک ہے - اب اگر وہ بدی کرتا ہے تو یہ اس کی فطرت کا تقاضا نہیں، بلکہ ماحول کے اثرات کا نتیجہ ہے -

یہی اس سورت کا موضوع ہے اور گزشتہ انبیاء کرام کا تذکرہ کر کے یہی بتایا ہے - کہ انسان کی فطرت بہترین پیدا کی گئی ہے اور وہ محض نیکی ہی نیکی ہے - شر و فساد کا اس میں نام و نشان تک نہیں ؛

بدترین خلائق

(۵) ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ -	پھر رفتہ رفتہ اس کی حالت کو بدل کر پست سے پست بنا دیا -

جو لوگ اپنے قلب سلیم کی خارجی اثرات ضلالت سے حفاظت نہیں کرتے - اور اپنے صاف و شفاف آئینۂ فطرت کو گرد آلود ہونے دیتے ہیں - تو وہ جس طرح کہ اشرف مخلوقات تھے اب شر البریہ بھی بن جاتے ہیں، وہی الاعمیٰ ہیں اور

وہی حیوانات سے بھی بدتر ہیں۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا، ولھم اذان لا یسمعون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا، اولٰئک کالانعام بل ھم اضل اولٰئک ھم الغافلون۔

یہ فیصلہ کسی ایک جماعت اور ایک وقت سے مخصوص نہیں بلکہ یہ ایک عالمگیر قانون ہے، اور ہر گروہ اور وقت کے لئے ہے۔ اسی پر نوح کے زمانہ میں عمل کیا گیا، ابراہیم و موسیٰ کے لوگوں کے ساتھ اسی کے مطابق سلوک ہوا۔ اور عیسیٰ و محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وقت بھی یہی سنۃ اللہ تھی۔ پس کوئی شخص بھی اس قانون کی گرفت سے نہیں بچ سکتا، اور ہر ایک فطرتِ صالحہ کو مسخ کرنے والا معذب ہوگا۔

ایک استثناد

(۶) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَہُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ — مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کے لئے بے انتہا اجر ہے

مگر اب بھی ہم بتائے دیتے ہیں کہ ایک شخص خواہ بے انتہا جرائم و معاصی کا مرتکب ہو، اسے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ جس وقت وہ ایمان باللہ کو اپنا طرۂ امتیاز بنائے گا اور نیک کام کو اپنی غایت الغایات تو اسے اتنا اجر ملے گا کہ اس کی کوئی حد نہ ہوگی، اور آخرۃ کے عذاب سے اگر کوئی چیز نجات دلا سکتی ہے تو وہ ایمان باللہ اور عمل صالح ہی ہے۔

جزائے اعمال

(۷) فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ — تو اے آدم زاد! پھر تو جزا کے دن کو کیوں جھٹلاتا ہے۔

(۸) اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ — کیا خدا سب سے بڑا حاکم نہیں ہے

Marfat.com

کیا ان شہادتوں کے بعد کسی شخص کو یہ ہمت ہے۔ کہ جزائے اعمال کا انکار کرے ان پیغمبرانِ جلیل اوران کے رفقائے کار کو جو اجرِ غیر ممنون سے سرفراز کیا گیا۔ تو یہ ان کے اعمالِ صالحہ ہی کا نتیجہ تھا۔ اور اگر دوسروں کو شر البریہ بنایا گیا تو یہ بھی ان کی بدکرداری کا ثمرہ تھا۔

یہ حقائق عالیہ تمہارے سامنے ہیں، تاریخ کے اوراق ان واقعات سے بھرے پڑے ہیں، اور سب کے سب بآنگِ دہل بتا رہے ہیں کہ جزائے اعمال یقینی ہے اور ہر شخص سے اس کے کاموں کے متعلق بازپرس کی جائے گی۔ اب جو شخص اس جواب دہی اور مسئولیت سے انکار کرتا ہے، وہ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا چاہتا ہے کہ نیک و بد کا انجام ایک ہی ہوگا۔ روشنی اور تاریکی میں اس کے نزدیک کوئی فرق نہیں، زہر اور قند ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اور سب سے آخر میں یہ کہ اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں۔ جو نیکوں اور بدوں کو ایک ہی قسم کا بدلہ دے رہا ہے۔

یہ خیال بالکل غلط ہے، انبیائے کرام کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔ خدائے قدوس ضرور نیک و بد میں تمیز کرتا ہے۔ اور ہر ایک کو اس کا بدلہ دیتا ہے: ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلهم کالذین آمنوا و عملوا الصٰلحٰت سواء محیاهم و مماتهم ساء ما یحکمون (۴۵: ۲۱) "جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے، اور ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی۔ یہ جو دعوے کرتے ہیں۔ بُرے ہیں۔" سورۂ قلم میں فرمایا: افنجعل المسلمین کالمجرمین، ما لکم کیف تحکمون (۶۸: ۳۵، ۳۶) "کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح نعمتوں سے محروم کر دیں گے تمہیں کیا ہو گیا ہے، کیسی تجویزیں کرتے ہو۔" ایک جگہ آتا ہے: ام نجعل الذین آمنوا

Marfat.com

وعملوا الصلحت کالمفسدین فی الارض، ام نجعل المتقین کالفجار (۳۸ : ۲۸)۔" جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے۔ کیا ان کو ہم ان کی طرح کر دیں گے۔ جو ملک میں فساد کرتے ہیں۔ یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے۔

پس خدا کے عدل کا تقاضا یہی ہے کہ نیک و بد میں تمیز ہو اور ہر ایک کو الگ الگ اپنے اپنے کام کا بدلا ملے۔

Marfat.com

اَلعَلَق ۹۶

(آیات ۱۹)

تلخیص مضامین

آیت ۱-۵ تک یہ بتایا گیا کہ قرآن کا نزول محض اللہ کے کرم کا نتیجہ ہے۔ مگر انسان اس صحیح تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ پھر آیت ۹ سے ۱۴ تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا تذکرہ کیا اور آخر میں فرمایا کہ اگر دشمنان اسلام اس تعلیم کی مخالفت سے باز نہیں آتے تو ان کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس داعی حق ان مخالفین کی اطاعت نہ کرے۔ بلکہ توجہ و انابت الی اللہ کو اپنا شعار بنا لے۔

Marfat.com

دشمنانِ اسلام کی بربادی

شوقِ عبادت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (۲) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۳) اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (۴) الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (۵) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ	اے محمدؐ! اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے عالم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا، اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا

بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ کہ قبل از نبوت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز تک غارِ حرا میں معتکف رہتے۔ تا آنکہ پورے چالیس سال کے بعد اللہ نے اپنا ابتدائی الہام نازل کیا، اور جبریلؑ نے ان آیات کی تلاوت کی جو زیبِ عنوان ہیں۔ آپ خوف زدہ ہو کر گھر آئے اور خدیجہؓ سے تمام قصہ بیان کیا، انہوں نے کہا: "آپ مجسمۂ نیکی اور فرشتگی ہیں۔ اللہ آپ کو ہلاک نہیں کرے گا۔ اور صرف اپنے اطمینان کے لئے ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جنہوں نے تمام حالات

Marfat.com

سننے کے بعد کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ فرشتہ جبرائیلؑ ہے۔ جو موسیٰؑ کے پاس آیا کرتا تھا۔

آپ کا خوفزدہ ہونا

بعض لوگوں نے مذکورۃ الصدر روایت کو اس لئے مجروح قرار دیا ہے کہ رسول ایسے موقع پر خوف زدہ نہیں ہو سکتا اور یہ کہ آپ کو ورقہ بن نوفل ایک عیسائی عالم کی تصدیق پر اطمینان ہوا۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ ناموسِ الٰہی کا آنا آپ کی زندگی کا اولین موقع تھا۔ اس لئے خوف زدہ ہونا قدرتی امر تھا۔ جس وقت حضرت ابراہیمؑ کے مہمانوں نے کھانا نہ کھایا۔ تو وہ بھی ان سے ڈر گئے تھے؛ فلما رای ایدیھم لا تصل الیہ نکرھم واوجس منھم خیفا، قالوا لا تخف انا ارسلنا الی قوم لوط (۱۱: ۷۰) "جب دیکھا۔ کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے یعنی وہ کھانا نہیں کھاتے تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا، فرشتوں نے کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم قوم لوط کی طرف ان کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں" جب فرعون کے دربار میں جادوگروں نے نظربندی کر کے رسیوں کو سانپ کر دکھایا تو موسیٰؑ بھی ڈر گئے تھے فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسی، قلنا لا تخف انک انت الاعلی (۲۰: ۶۷، ۶۸) "اس وقت موسیٰؑ نے اپنے دل میں خوف معلوم کیا۔ ہم نے کہا۔ خوف نہ کرو۔ بلاشبہ تمہیں غالب ہو" حضرت داؤدؑ کا بھی یہی حال ہوا تھا؛ اذ دخلوا علی داؤد ففزع منھم قالوا لا تخف (۳۸: ۲۲) "جس وقت وہ داؤدؑ کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا کہ خوف نہ کیجئے"۔

ان تمام امثال سے معلوم ہو گیا کہ خوف زدہ ہونا پیغمبری میں کوئی نقص نہیں پیدا

Marfat.com

کرتا۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے۔ کہ آپ کے خاندان میں نبوت کا سلسلہ نہ تھا۔ اور نہ انبیاء کرام کی اس قسم کی حالتوں سے عرب کے لوگ واقف تھے' یہی وجہ ہے کہ جب لوگوں نے نزولِ وحی کے وقت آپ کی خاص کیفیت دیکھی۔ تو اس کو جنون و سحر کی طرف منسوب کیا اور آپ کو پاگل کا نام دیا، عرب اَن پڑھ تھے' اس لئے آپ کے اطمینان کی اس کے سوا کوئی اور صورت نہ تھی۔ کہ ان لوگوں کی طرف رجوع کرتے جو سلاسل انبیاء سے واقف تھے۔ چنانچہ ورقہ کی شہادت پر آپ کی پریشانی رفع ہوگئی۔ پھر اس کے بعد اس قسم کا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا۔

ما انا بقاری

جس وقت ناموسِ الٰہی نے آپ سے پڑھنے کو کہا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں قاری نہیں ہوں۔ اور نزولِ وحی کے بعد آپ ڈر گئے۔ اس کی ایک توجیہ تو وہ ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ کہ جس وقت جبرئیلؑ نے آپ سے پڑھنے کو کہا اور آپ کو یہ معلوم ہوگیا۔ کہ میرے اوپر ایک عظیم الشان بوجھ ڈالا جا رہا ہے اور تمام دنیا کی ہدایت و سعادت میرے متعلق کر دی گئی ہے تو آپ اس عظیم ترین ذمہ داری کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ کہ میں عاجز و مسکین بندہ اتنا بڑا بار نہیں برداشت کر سکتا میرے کندھے اس کے اٹھانے سے کمزور ہیں میں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ اس پر خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ابشر فواللہ ما یحزنک اللہ ابداً انک لتصل الرحم، وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق "بشارت ہو۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہمان نوازی آپ کا شیوہ ہے تکالیف و شدائد میں آپ دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ بھلا ایسے آدمی کو بھی خدا

Marfat.com

ذلیل کر دے گا۔ کبھی نہیں "

تو یہ دراصل گراں باری فرض کا خوف تھا۔ اپنی ذمہ داری کا ڈر اور مسئولیت کا خیال تھا۔ اس کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی ؎

ابتدائی الہام

مفسرین اس امر میں اختلاف کرتے ہیں کہ اولین الہام کون سا تھا بعض کہتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے سورۂ اقراء کی یہی آیات نازل ہوئیں جو زیر بحث ہیں ایک گروہ سورۂ فاتحہ کو اور دوسرا سورۂ مدثر کو اولین الہام قرار دیتا ہے۔

ہماری رائے یہ ہے کہ تینوں اقوال اپنے اپنے اعتبار سے بالکل ٹھیک ہیں سورۂ علق کی ان آیات میں صرف اس امر کی آپ کو اطلاع دی گئی ہے۔ کہ آپ کی معرفت تمام دنیا میں نورِ توحید پھیلنے والا ہے اس اعتبار سے یہی اولین الہام ہے۔ اگر جن لوگوں نے سورۂ مدثر کو اولین کہا۔ تو ان کا منشا یہ تھا کہ اب آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ علی الاعلان فرضِ تبلیغ ادا کرنے کو تیار ہو جائیں۔ چنانچہ قم فانذر کے الفاظ اسی توجیہ کی تائید کرتے ہیں۔ گویا اولین تیاری کا حکم سورۂ مدثر ہی میں دیا گیا۔ اور اس لحاظ سے یہی پہلا الہام ہے، لیکن جن حضرات نے سورۂ فاتحہ کو اولیت دی ہے تو ان کی غرض یہ تھی کہ قانون اور دستور العمل کے لحاظ سے ایک مکمل سورۃ سب سے پہلے یہی نازل ہوئی ہے ؎

رجوع الی المقصود

العلق، الدم الجامد، جما ہوا خون۔ جب فرشتہ نے غارِ حرا میں آپ سے کہا۔ "تو پڑھ"۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ میں پڑھا لکھا نہیں، اور یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ

Marfat.com

فرمایا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ کہ اگرچہ تم لکھنے پڑھنے سے واقف نہیں۔ مگر ہم عنقریب تم پر ایک کتاب نازل کرنے والے ہیں۔ اور تم میں پڑھنے کی صفت پیدا کر دیں گے۔ دیکھو ہم نے اس کائنات ارضی و سماوی کو عدم محض سے پیدا کیا ہے پس جو خدا ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ تمہیں پڑھوانے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ پس تم اس کے حکم اور ارادے سے پڑھو۔

تم انسان کی پیدائش پر غور کرو۔ جنین کی ابتدائی حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ محض خون کی ایک پھٹکی ہوتا ہے مگر اللہ کی قدرت ملاحظہ ہو کہ وہ اسی خون بستہ کو ایک حی و قایم اور دانا و بینا انسان بنا دیتا ہے۔ پھر وہی انسان علم و معرفت کی بنا پر اشرف المخلوقات بن جاتا ہے اور ہر چیز کو اپنا مطیع و منقاد بنا لیتا ہے۔ پس جس خدا کی یہ صفات و مختصات ہوں۔ وہ تم جیسا انسان کامل بھی بنا سکتا ہے، اور تمہیں پڑھنے کی قوت بھی نوازش فرما سکتا ہے۔ پس تم اسی اللہ کا نام لے کر پڑھو۔

احسانات خداوندی

اس رب کریم کا نام لے کر شروع کرو۔ جس نے ایک طرف تو گوشت کے لوتھڑے زبان کو ذریعۂ افہام و تفہیم بنایا اور دوسری جانب ایک بے جان لکڑی، قلم کو وجہ بیان و تبئین اور وسیلۂ بقائے علوم و خیالات بنایا۔ یاد رکھو وہ تمہیں بھی قاری اور معلم بنانے پر قادر ہے۔ اس خدا کی طرف نظر کرو جس نے انسان کو ان باتوں کی تعلیم دی۔ جن سے وہ واقف نہ تھا۔ پس وہی معلم حقیقی تمہیں اتنا علم نوازش کرے گا۔ کہ تمام عالم کی امتیں اور قومیں مل کر بھی اس علم کا مقابلہ نہ کر سکیں گی۔

انسان کی سرکشی

Marfat.com

(۶) كَلَّآ إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰٓ (۷) أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰٓ (۸) إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰٓ

مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ جب کہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے کچھ شک نہیں کہ اس کو تمہارے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سابقہ آیات کے نزول کے بعد وحی کا آنا ایک مدت تک رُک گیا۔ جس کا ضروری تذکرہ والضحیٰ کی تفسیر میں آچکا ہے، یہ ٹکڑا آخر تک کئی سال کے بعد نازل ہوا۔ اللہ کی ربوبیت تو وہ کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم اور جود و بخشائش سے انسان کی جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی ارتقا کا بھی سامان کیا، اور رسول اللہ کو کتاب مبین دی۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ حیوان ناطق ظلوم وجہول انسان اس کے آگے جھک جاتا اور سوائے اس کے اور کسی کو نہ پکارتا مگر اس کے طغیان و سرکشی کی یہ کیفیت ہے۔ کہ تھوڑے سے مال و منال پر اتنا اترا جاتا ہے کہ کسی قانون اخلاق و مروت کی پروا تک نہیں کرتا اور اپنے آپ کو پابندی قرآن سے بالاتر خیال کرتا ہے حالانکہ انجام کار اسے اسی رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ جس نے اس پر یہ نعمتیں نازل کیں۔ وہ ایک ایک کا حساب لے گا۔

مخالفت کی انتہا

(۹) أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ (۱۰) عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰٓ (۱۱) أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰٓ (۱۲) أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰٓ (۱۳) أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰٓ (۱۴) أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے یعنی ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے بھلا دیکھو تو اگر یہ راہ راست پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم کرے تو منع کرنا کیسا اور دیکھو تو اگر اس نے دین حق کو

جھٹلایا اور اس سے منہ موڑا، تو کیا ہوا، کیا
اس کو معلوم نہیں کہ خدا دیکھ رہا ہے۔

دنیا میں آپ کو اس قسم کے لوگ بھی ملیں گے۔ جو حق کی تلاش و جستجو میں تو ہیں۔ مگر اپنے احباب و اقرباء کے دباؤ سے اس راہ کو ترک کر دیتے ہیں اور پھر اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ ان لوگوں کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں جو پیکر صدق و اخلاص ہیں۔ اور طہارت و پاکیزگی کی زندگی بسر کرتے ہیں ایک شخص اللہ کی یاد کرتا ہے، اس کی ربوبیت کو تسلیم کر کے اس کے آگے جھکتا ہے۔ لوگوں کو ورع و تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے، مگر ادھر اس بدبخت انسان کو بھی دیکھو۔ جس نے اس کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ صلوٰۃ الٰہی ادا کرنے سے لوگوں کو روکتا ہے۔ جس بات کو خود اس کا دل تسلیم کرتا ہے، اس کے جحود و انکار کا مرتکب ہوتا ہے، اپنے فطرتی جذبات کے مٹانے کی فکر میں ہے، کیا اچھا ہوتا اگر وہ خود راہ صدق و اخلاص اختیار کرتا اور دوسروں کو اسی طرف بلاتا۔ مگر وہ تو اس کے بجائے مستقیم مخالف ہے۔ تو پھر کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے، اگر یہ شقی ازلی لوگوں کے مواخذہ سے بچ گیا تو اللہ کی بازپرس سے کہاں نجات پائیگا اس کی پکڑ تو بڑی ہی سخت ہے۔ ان اخذہ الیم شدید ؕ

تباہی کا اعلان

(۱۵) كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (۱۶) نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (۱۷) فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۙ (۱۸) سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ

دیکھو اگر وہ باز نہ آئے گا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے یعنی اس جھوٹے خطاکار کی پیشانی کے بال، تو وہ اپنے یاران مجلس کو بلا لے ہم بھی

Marfat.com

(۱۹) كَلَّا ۔ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۔ اپنے مُوَکّلانِ دوزخ کو بلائیں گے دیکھو اس کا کہنا نہ ماننا، اور سجدے کرنا، اور قربِ خدا حاصل کرتے رہنا۔

نسفعًا در اصل نسفعن تھا۔ عام کتابت میں تو یوں ہی لکھا جاتا ہے۔ مگر قرآن کے رسم الخط میں اس کو الف سے تحریر کرتے ہیں۔ لغت میں سفع کے معنی کسی چیز کو شدت کے ساتھ کھینچنے کے ہیں، نادی مجلس شوریٰ کو کہتے ہیں، لوگ اس میں باہمی مشورہ کرتے ہیں۔ اسی سے دار الندوہ ہے، اس جگہ نادیہ سے اس کے یاران مجلس اور ہم نشین مراد ہیں۔ زبانیہ جمع ہے زبنیۃ کی، زبن کہتے ہیں دفع کرنے کو، زبانیہ وہ فرشتے جو کفار کو دوزخ میں دھکے دے کر ڈال دیں گے۔

اگر باوجود تذکیر و موعظت اور پند و نصیحت مخالفین اسلام اپنی ضد اور عداوت پر برابر قائم رہے اور تعلیماتِ قرآن و فرزندان اسلام کے برباد کرنے میں سعی و کوشش کرتے رہے تو ہم انہیں ڈنکے کی چوٹ کہہ دیتے ہیں کہ وہ تیار ہو جائیں، اپنے تمام اعوان و انصار کو جمع کر لیں، اور اپنے امکان بھر اسلام کی مخالفت کر لیں۔ ہم نے بھی ان کی تباہی و بربادی کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ان بدبختوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتاریں گے، اور کتے کی موت ماریں گے، ان کی فنا سامانی کے لئے انسانوں ہی کی ایک جماعت کھڑی کر دیں گے۔ اور اسی دنیا میں ان کی ہلاکت کے تمام سامان جمع کر دیں گے۔

دنیا ایک مرتبہ اس کا تجربہ کر چکی ہے۔ ابوجہل نے رسول اللہ اور مسلمانوں کی مخالفت کی چند ہی روز کے اندر غزوۂ بدر میں وہ ذلیل ترین موت مرا۔ اسلام کی مخالفت کرنے والے یہ یقین کر لیں کہ جس طرح یہ قانون ابوجہل و ابولہب کے لئے تھا۔ ویسے ہی آج بھی ہر فرعون کے لئے ہے۔ باقی کفار و معاندین کی

Marfat.com

سعی و کوشش سے فرزندان اسلام کو پریشان خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ وہ ان کی پروا تک نہ کریں۔ توجہ و انابت الی اللہ کو اختیار کریں کہ توکل و اعتماد علی اللہ ہی فوز و کامرانی کی مفتاحِ حقیقی ہے ؂

تاخیر کا سبب

ہم گذشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ اولین الہام صرف پانچ آیات تک ہی ہوا اور باقی سورت کئی سال کے بعد نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانِ خداوندی کے مطابق لوگوں کو راہ حق کی طرف بلانا شروع کر دیا، اور مزید تعلیم و تربیت کے لئے دوسری سورتیں حسب ضرورت نازل ہوتی رہیں۔ مگر آپ کی دعوت کے ساتھ ساتھ معاندین کی سعی و کوشش بھی زور پکڑتی گئی۔ اور قدم قدم پر مخالفت ہونے لگی۔ اس بغض و عداوت اور کفر و جحود کو دیکھ کر آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کی سرزنش ضروری ہے۔ ورنہ کلمۃ اللہ بلند و برتر نہ ہو سکے گا۔ اور رشد و ہدایت کا سلسلہ رک جائے گا۔

اس مخالفت سے قبل آپ کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔ کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ میں انہیں ایسی چیز دے رہا ہوں جو ان کی دنیا اور آخرت کے لئے یکساں طور پر مفید و نافع ہے۔ پھر کس کو ہمت ہوگی۔ کہ ایسے مثمر برکات و نتائج قانون کی مخالفت کرے۔ چنانچہ جب ورقہ بن نوفل نے آپ سے نزولِ الہام کی تفصیل سنی تو کہا۔ ھذا الناموس الذی انزل علی عیسیٰ لیتنی فیہا جذعا، لیتنی اکون حیا حین یخرجک قومک "یہ تو وہی فرشتہ ہے جو عیسےٰ علیہ السلام پر نازل ہوا۔ اے کاش میں اس وقت

طاقت ور ہوتا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب تمہاری قوم والے تمہیں ہجرت پر مجبور کریں گے۔ یہ سن کر آپ حیران رہ گئے، اور پوچھنے لگے:
او مخرجی ہم "کیا وہ مجھے جلاوطن کر دیں گے" ورقہ نے کہا: نعم لم یات رجل قط بما جئت بہ الا عودی، وان یدرکنی یومک انصرک نصرا موزرا۔" ہاں ہاں۔ جو شخص بھی یہ تعلیم لاتا ہے جس کے حامل آپ ہیں۔ تو اس کی ضرور مخالفت ہوتی ہے۔ اور اگر میں اس وقت تک زندہ رہا۔ تو آپ کی پوری پوری امداد و اعانت کروں گا"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجسمۂ رحمت و شفقت تھے، اس لئے آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی لوگوں کی مخالفت اور عداوت کا گمان نہ تھا۔ اسی لئے آپ نے ورقہ کی بات پر اظہارِ تعجب کیا۔ بہر حال کئی سال تک آپ دعوت و ارشاد میں مصروف رہے۔ مگر حالت یہ تھی۔ کہ جس قدر آپ ان کو حق کی طرف بلاتے تھے۔ اسی قدر وہ مخالفت میں بڑھتے چلے جاتے تھے۔ آپ کعبہ میں نماز ادا کر رہے ہیں اور لوگ آپ کے ساتھ تمسخر و استہزا کر رہے ہیں۔ ابولہب بھرے جلسہ میں آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے: تبا لک سائر الیوم الھذا جمعتنا، طائف میں جاتے ہیں۔ تو لہولہان ہو کر واپس آتے ہیں۔

غرض یہ ہے۔ کہ مدتہائے دراز تک اس دشمنی کا سلسلہ جاری رہا۔ تاآنکہ ارباب ایمان کی اس تکلیف و مصیبت اور کلمۂ حق کی عاجزی و درماندگی دیکھ کر آپ میں جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا۔ اور اب آپ کی طبیعت خود اس امر کی متقاضی ہوئی۔ کہ کفار و معاندین اسلام کی تنبیہ و تادیب ضروری ہے۔

جب نوبت یہاں تک آگئی، اور آپ کا پیمانۂ صبر بھی لبریز ہو گیا۔ تو خدائے حق نواز نے کئی سال کے بعد اس سورت کا آخری حصہ نازل کیا۔ اور یہی مصلحت عمومی کا

Marfat.com

اقتضا بھی تھا۔ اگر ابتدا ہی میں یہ ٹکڑا نازل ہو گیا ہوتا۔ تو آپ وہی کہتے۔ جو ورقہ بن نوفل سے کہا تھا۔ مگر تنزیلِ وحی و الہام میں ہمیشہ ضرورت اور وقت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اور اس میں یہی ہوا ؛

Marfat.com

۹۷

القدر

(آیات ۵)

تلخیص مضامین

اس سورۃ میں لیلۃ القدر کے فضائل و برکات بیان کر کے بتایا ہے۔ کہ اسی شب میں قرآن کا نزول ہوا ہے، اور اس نے اس شب کی تمام خصوصیات کو اپنے اندر جذب کر لیا ہے، پس اگر تم اس کتاب عزیز اور حبل اللہ الجلیل سے تمسک و اعتصام کرو گے تو ان تمام صفات و مختصات کو حاصل کر لو گے۔ جو اس شب کی بیان کی گئی ہیں۔

Marfat.com

اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰی

شب قدر کی بزرگی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
(۱) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ
(۲) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ
(۳) لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ
اَلْفِ شَهْرٍ (۴) تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ
وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ
مِنْ كُلِّ اَمْرٍ (۵) سَلٰمٌ هِیَ
حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کرنا شروع کیا۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ اس میں روح الامین اور فرشتے ہر کام کے انتظام کے لئے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں۔ یہ رات طلوع صبح تک امان اور سلامتی ہے۔

دنیا کی بنا مادیات و روحانیات کی آویزش پر ہے۔ مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس تصادم اور کشمکش میں ملکیت پر بہیمیت کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس وقت چاروں طرف فسق و فجور کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ پس یکایک اللہ کی رحمت بھی جوش مارتی ہے، اور پھر روحانیت کو مادیت پر غلبہ نصیب ہو جاتا ہے گویا دوسرے الفاظ میں

Marfat.com

کبھی موسم بہار سے قلوب و افکار میں تر و تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اور کبھی خزاں کے جھونکے ان کو پژمردہ کر دیتے ہیں۔

نبی کی بعثت قوم کے لئے بہار کا حکم رکھتی ہے، اس کی وجہ سے نزولِ روحانیت ہوتا ہے، اور تمام لوگوں میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ مگر جب اس کی تعلیم سے انحراف شروع ہو۔ تو پھر خزاں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اور قوائے عملیہ پر عالمِ ممات طاری ہو جاتا ہے۔ اس موت کے بعد نئی زندگی دینے کے لئے دوسرا نبی بھیج دیا جاتا ہے۔ جس شب کو اس قسم کی روحانیات کا نزول ہوا اس کو لیلۃ القدر کہتے ہیں:

نزولِ قرآن

اسی شب میں اللہ تعالےٰ نے قرآن نازل کیا۔ کہ نوعِ انسانی کی رشد و ہدایت کا باعث ہو۔ لتخرج الناس من الظلمت الی النور، ظاہر ہے کہ قرآن مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا۔ اور اس کی تکمیل میں ۲۳ سال لگ گئے یہاں صرف یہ بیان کرنا ہے کہ یہ کتاب عزیز پہلی مرتبہ رمضان میں شب قدر کو نازل ہوئی۔ گذشتہ سورۃ سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اولیں الہام کونسا ہوا، اور اس سورۃ سے اس کی ابتدا کا پتہ لگ گیا۔ چنانچہ قرآن کی دوسری آیات بھی اسی کی تصدیق کرتی ہیں۔ سورۂ بقر میں ہے: شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینٰت من الھدی والفرقان (۲: ۱۸۵) روزوں کا مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔ جس میں قرآن اول اول نازل ہوا۔ جو لوگوں کا راہ نما ہے اور جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں، اور جو حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے۔" سورۂ دخان میں ہے: انا انزلنٰہ فی لیلۃ

Marfat.com

مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم امراً من عندنا انا کنا مرسلین رحمۃ من ربک انہ ھو السمیع العلیم (۴۴: ۳ تا ۶) "ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل فرمایا، ہم تو رستہ دکھانے والے ہیں، اسی رات میں تمام حکمت کے کام فیصل کئے جاتے ہیں یعنی ہمارے ہاں سے حکم ہو کر، بے شک ہمیں پیغمبر کو بھیجتے ہیں۔ یہ تمہارے پروردگار کی رحمت ہے، وہ تو سننے والا جاننے والا ہے۔"

جمہور امت کا اتفاق ہے۔ کہ لیلۃ القدر رمضان میں، اور اس کے آخری دس روز کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔

خصوصیات شب

جس طرح موسم بہار نباتات میں نئی روح پھونک دیتا ہے اسی طرح یہ شب روحانیات کے نزول کے لئے مخصوص ہے اس ایک شب میں عبادت کا اجر و ثواب ایک ہزار ماہ کی عبادت کے برابر ہے، اس میں ملائکہ زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ جو کثیر خیر و برکت ہوتے ہیں اور اس لئے تمام کائنات ارضی ایک بقعہ رحمت بن جاتی ہے یہ دلفریب و کیف پرور نظارہ طلوع فجر تک رہتا ہے۔

تنبیہ و اعتبار

لسان الٰہی نے اس شب کی اعلیٰ ترین خصوصیت یہ بتائی۔ کہ ہزار ماہ سے بہتر یہ ایک شب ہے، احادیث میں اس کے تلاش کرنے کی خاص طور پر تاکید ہے۔ مگر بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص تمام عمر اس کی جستجو میں رہے اور وہ کامیاب نہ ہو اسلئے خدا نے اس شب میں قرآن نازل کیا۔ جس نے اس کی تمام برکتوں اور رحمتوں کو

Marfat.com

اپنے اندر جذب کر لیا۔ پس جب کبھی دنیا میں روحانیت کا تنزل ہوگا۔ تو اس کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے جس قدر خارجی اعانت کی ضرورت ہوگی۔ اس کو صرف قرآن حکیم ہی پورا کر سکے گا۔ اور شب قدر کے نہ پانے والے جب اس کتاب عزیز سے تمسک واعتصام کر لیں گے۔ تو وہ ان تمام فیوض و برکات سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ جو اس شب کے لئے مخصوص ہیں۔ کیونکہ قرآن اسی رات میں نازل ہوا اور اس نے اس کی تمام خیر و برکت کو اپنے اندر لے لیا۔ فھل من مدکر ہ

Marfat.com

البینہ ۹۸

(آیات ۸)

تلخیص مضامین

اہل کتاب اور مشرکین کی اصلاح ناممکن ہے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث نہ کیا جائے، جو وہی اصول وکلیات اور عقاید ویقینیات ان کے سامنے پیش کریں گے۔ جن پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے۔ آخر سورۃ میں مخالفین اور موافقین کے نتائج ذکر کر دیئے۔ اور اسی پر سورت کو ختم کر دیا۔

Marfat.com

نبی الانبیا کی ضرورت

تقسیم مذاہب

اسلام سے قبل دنیا میں جس قدر مذاہب تھے۔ ان کو دو طرح پر تقسیم کیا جا سکتا ہے
(الف) جن لوگوں نے علی الاعلان بت پرستی شروع کر دی، اور بعض اشیاء کو مظاہر الٰہیہ مان کر بت بنا لئے۔ لسان شرع میں ان سب کو مشرکین کہا جائے گا اگرچہ فی الحقیقت ان کے پاس ابتدا سے کوئی مذہب موجود ہو، اور اس میں صحیح بات بھی پائی جائے۔ جیسے ہندو اور کفار مکہ۔
(ب) جن مذاہب میں بت پرستی حرام ہے۔ ان کو اہل کتاب کہا جائے گا۔ اگرچہ ان کے عام لوگوں میں ایک درجہ شرک کا موجود ہو۔ مگر انہیں بت پرست اور مشرکین نہ کہا جائے گا۔ چنانچہ آریہ اسی صنف میں داخل ہیں۔ کیونکہ ان کے مذہب میں بت پرستی حرام ہے

مشرکین عرب کا دعوےٰ تھا۔ کہ وہ ملت ابراہیمی کے پابند ہیں۔ اگرچہ ان میں حج اور قربانی وغیرہ کے رسوم اب تک موجود تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اس مذہب کو کلیۃً چھوڑ کر بت پرست بن گئے تھے۔ یہاں تک کہ ابراہیم و اسمٰعیل

Marfat.com

سے کئی بت بھی بیت اللہ میں موجود تھے۔ اور وہ گھر جو صرف ایک خدا کی عبادت کے لئے مخصوص تھا۔ اب تین سو ساٹھ بتوں کا مسکن بن گیا تھا۔

اہل کتاب کی بھی یہی حالت تھی۔ عہد عتیق و جدید کے باوجود اعمال کفریہ کا ارتکاب کرتے تھے اور عزیر و عیسیٰ کو خدا کا حقیقی بیٹا کہتے تھے، اسی قسم کی دوسری مشرکانہ رسوم بھی ان میں جڑ پکڑ چکی تھیں، اور یہ کفر و الحاد اس درجہ ان میں جاگزین ہو گیا تھا۔ کہ معمولی قوت تجدید سے ان کی اصلاح غیر ممکن تھی۔ اس لئے ایک مؤسس و مصلح اعظم کی ضرورت تھی۔ جو ان دور از عقل عقاید کو بالکل نیست و نابود کر دے۔

رسول من اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (۲) رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (۳) فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک، وہ کفر سے باز آنے والے نہ تھے۔ جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل نہ آتی۔ یعنی خدا کے پیغمبر جو پاک اوراق پڑھتے ہیں۔ جن میں مستحکم آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔

رسول اللہ کی تشریف آوری سے قبل تمام مذاہب میں تحریف ہو چکی تھی، عقاید بگڑ گئے تھے۔ اعمال صالحہ کا نام و نشان نہ تھا۔ کتب سماویہ پس پشت ڈال دی گئی تھیں، اکثر فرقے جزائے اعمال ہی کا انکار کرتے، اور جو تسلیم کرتے تھے۔ انہوں نے کفارہ کو اپنی آڑ بنا لیا تھا۔ تمام ناشائستہ حرکات کا ارتکاب ہونا اور

Marfat.com

دعوےٰ یہ کیا جاتا کہ مذہب کا یہی حکم ہے۔

جب ایک جماعت کسی غلط سے غلط کام کو مذہب کے نام سے کرتی اور ثواب کی امیدوار ہوتی ہے۔ تو پھر اس کی اصلاح مجددوں کے لئے غیر ممکن ہے اس لئے کہ جس قدر قوت کے ساتھ وہ فسق و فجور پر قائم ہے۔ جب تک اسی درجہ کاری ایکشن اور ردعمل نہ ہوگا۔ اصلاح نہ ہوسکے گی۔ چنانچہ عیسےٰ علیہ السلام کے بعد کئی مجددین ملت عیسوی میں پیدا ہوئے۔ مگر نصاریٰ کی حالت روز بروز خراب ہوتی چلی گئی۔ مشرکین کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔

پس جب کائنات ارضی انسانوں کے فسق و فجور سے ظلمت و تاریکی کا گھر بن گئی تھی۔ اور حق کی روشنی بجھ گئی تھی۔ تو وقت آگیا کہ آخری رسول کا آفتاب فاران کی چوٹیوں پر طلوع کرے۔ دعائے خلیل کو شرف قبول نصیب ہوا۔ اور مسیح نے جس آنے والے کی بشارت دی تھی۔ اس کے آنے کی خوشخبری سن کر بنی آدم عبرت اندوز و بصیرت افروز ہوں۔ اور حق و صداقت کی پیروی کریں۔

آپ ہی کا وجود اقدس وہ روشن دلیل ہے۔ جس نے آتے ہی اوہام و ظنون کے پردے چاک چاک کردئے، سلاسل و اغلال رسوم کو توڑ دیا، اور سب کو ظلمت سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ بینہ کی تفسیر خود آگے رسول من اللہ سے کر دی ہے اس رسول کا یہ فرض ہوگا۔ کہ وہ لوگوں کے سامنے پاک صحیفوں کی تلاوت کرے۔

کتب قیمہ کے متعلق بعض مفسرین کرام یہ کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد صحف انبیائے عظام ہیں۔ یعنی رسول انہیں اصول و کلیات کی تعلیم دیں گے۔ جو تمام صحائف و اسفار آسمانی میں دئے گئے تھے۔ اور جن سے ایک نبی نے کبھی اختلاف نہیں کیا، نوحؑ سے لے کر محمد علیہم السلام تک کی دعوت ایک ہی تھی۔

دوسرے لوگوں کی رائے یہ ہے کہ کتب قیمہ سے مراد قرآن کی مختلف سورتیں ہیں اس لئے کہ ہر ایک سورۃ مستقل کتاب قیّم ہے۔ یہ قتادہ کی رائے ہے۔ ہماری رائے میں دونوں قول ٹھیک ہیں۔ قرآن وہی اصول پیش کرتا ہے۔ جو پہلی کتابوں میں مذکور تھے۔ مگر لوگوں نے ان کو فراموش کر دیا۔ اسی لئے آپ کو مذکر یاد دلانے والا کہا گیا ہے۔ قرآن کی مختلف سورتوں میں وہی کلیات ذکر کئے گئے ہیں۔ جن پر تمام مذاہب متفق ہیں۔ اس لئے آپ اہل کتاب اور مشرکین کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ کہ انہیں وہ باتیں یاد آجائیں، اور اس طرح تمام ادیان ایک عالمگیر برادری میں شامل ہو جائیں:

اختلاف کیوں ہوا

(۴) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ۔	اور اہل کتاب جو متفرق و مختلف ہوئے ہیں۔ تو دلیل واضح آنے کے بعد ہوئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ مشرکین پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ شدید ترین غلطیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ اس رسول کا اتباع نہ کریں۔ یہود و نصاریٰ کو آپ کی صداقت کا ایسا ہی علم تھا جس طرح انہیں اپنی اولاد کا یقین تھا: یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ مگر باوجود اس کے یہ لوگ بھی آپ پر ایمان نہ لائے۔ تو اس کا سبب یہ ہے۔ کہ اہل کتاب کے پاس اللہ کے رسول قبل ازیں آچکے تھے۔ جنہوں نے صحیح تعلیم ان کے سامنے پیش کر دی تھی۔ مگر انہوں نے ان انبیائے کرام کو بھی نہ مانا، بلکہ ان کی تعلیمات سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اختلاف میں پڑ گئے۔ ایک دوسرے کی

Marfat.com

تکفیر کرنے لگے۔ بعض اجزائے کتاب کو لے لیا، اور دوسرے حصص کا انکار کر دیا۔ تلبیس الحق بالباطل کے مرتکب ہوئے اور اس طرح ضروری اور غیر ضروری کو خلط ملط کر کے اصل کتاب ہی کو بے کار کر دیا۔ اب وہ کتاب اس قابل نہیں رہی۔ کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

ان حالات میں یہ ظاہر ہے کہ کوئی پرانی کتاب آسمانی انسانوں کی راہ نمائی کا فرض ادا نہیں کر سکتی۔ بلکہ جدید پیغمبر اور نئی کتاب کی ضرورت ہے۔ جو عالمگیر اصول و کلیات کی طرف انسانوں کو دعوت دے اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ضروری ہے۔

کیا تعلیم تھی

(۵) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۔

اور ان کو حکم تو یہی تھا۔ کہ اخلاص عمل کے ساتھ خدا کی عبادت کریں ایک سُو ہو کر اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں، اور یہی سچا دین ہے۔

حنفاء جمع حنیف کی ہے اس شخص کو کہتے ہیں جو تمام مذاہب سے الگ ہو کر دینِ اسلام کی طرف رجوع کرے۔ لغت میں اس کے معنی میلان کے آتے ہیں، عرف میں یہ میلان الی الخیر کے لئے مخصوص ہے اور اب اس کے یہ معنی ہیں کہ یہودیت، نصرانیت مجوسیت اور شرک سے الگ ہو کر اسلام کا پابند ہونا۔

ان اہل کتاب کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ خدا اور بندوں کے تعلقات درست رکھیں، خدا کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔ سب سے کٹ کر اسی کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ لیں۔ اور لوگوں کو مختلف نہ ہونے دیں۔ بلکہ ان کو ایک لڑی میں پرولیں اور اس کی بہترین

Marfat.com

صورت یہ ہے۔ کہ مل کر نماز پڑھیں تاکہ قوم میں نظم و ترتیب قائم رہے اور اس نظام کو قائم رکھنے کے لئے زکوٰۃ دیں' جو ان کی اصلاح میں صرف ہوگی۔ مگر ان لوگوں نے ان احکام کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اپنے اباطیل و اکاذیب کو مذہب کا نام دے کر ان پر عمل کرنے لگے۔ جب اہل کتاب کی یہ حالت ہو تو مشرکین تو ان سے کہیں زیادہ خراب ہوں گے۔ کہ ان کے پاس نہ کوئی پیغمبر آیا۔ نہ آسمانی کتاب۔

مخالفین کا انجام

(۶) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ؕ

یہ لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک' وہ دوزخ کی آگ میں پڑیں گے۔ اور ہمیشہ اس میں رہیں گے' یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہیں۔

برأ کے معنی خلق، اور بریہ مخلوقات۔ کفّار و مشرکین' اور اہل کتاب کے باہمی اختلاف کے وقت اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور اگر اب بھی یہ لوگ آپ کی تعلیم کو نہ مانیں تو ان سے بڑھ کر اور کون بدبخت ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ جہنّم کی آگ کے سوا اور کچھ نہیں۔

رضی اللہ عنہم

(۷) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؕ
(۸) جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام خلقت سے بہتر ہیں' ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں،

Marfat.com

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۔ ابدالآباد ان میں رہیں گے۔ خدا ان سے خوش اور وہ اس سے خوش، یہ صلہ اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا۔

مگر جن لوگوں نے اپنی قوت نظری اور عملی، دونوں کی تکمیل کی، ان کا شمار اشرف ترین مخلوقات میں ہوگا۔ وہ جنت کے وارث ہوں گے۔ جہاں اعلیٰ ترین نعمتیں موجود ہوں گی۔ ان ارباب قدس و طہارت کی سب سے بڑی فضیلت و بزرگی یہ ہوگی۔ کہ اللہ ان سے راضی ہوگا اور وہ اپنے پروردگار سے راضی کہ اس نے محض اپنے فضل سے ان کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو قبول، اور ان کی دعاؤں کو شرف اجابت بخشا ، اور اللہ کے خوف سے ان لوگوں کی گردنیں اس کے سوا اور کسی کے آگے نہ جھکیں ۔

Marfat.com

۹۹

الزلزال

(۸ آیات)

تلخیص مضامین

اس سورت کی ابتدائی آیات میں قیامت کے ان حوادث کا ذکر کیا گیا ہے، جو شروع میں رونما ہوں گے، پھر اس خوفناک حادثہ کا انجام یہ ہوگا۔ کہ تمام بنی آدم اپنے اپنے اخلاق و اعمال کے اعتبار سے مختلف گروہوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔ اس روز کی کیفیت یہ ہوگی۔ کہ کوئی چیز بھی مخفی نہ رہ سکے گی، بلکہ اگر حقیر ترین نیکی یا بدی کی ہے۔ تو وہ بھی سامنے آجائے گی۔

Marfat.com

واقعاتِ قیامت

زلزلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۔ جب زمین بھونچال سے ہلا دی جائے گی

(۲) وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۔ اور زمین اپنے اندر کے بوجھ نکال ڈالے

(۳) وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ۔ گی اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے

حادثۂ قیامت کی ابتدا جن واقعات سے ہو گی۔ ان کا کچھ تھوڑا سا ذکر اس سورت میں کیا گیا ہے۔ تمام صحیح احادیث اور موجودہ زمانہ کی تحقیقات اس حقیقت پر مُہر لگاتی ہیں۔ کہ قیامت کی ابتدا زلازل سے ہو گی اور ان کی کثرت کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ زمین میں جس قدر خزائن و دفائن اور دوسری چیزیں مخفی ہیں۔ سب کی سب ان جھٹکوں کی وجہ سے باہر آجائیں گی۔ چنانچہ یہ روزمرہ کے مشاہدات ہیں کہ جن مقامات میں زلزلوں کی کثرت ہے۔ وہاں سب مدفون چیزیں باہر آجاتی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے: تلقي الارض افلاذ كبدها امثال الاسطوان من الذهب والفضة فيجيء القاتل فيقول في هذا قتلت، ويجيء القاطع فيقول في هذا قطعت رحمي، ويجيء السارق فيقول في هذا قطعت يدي، ثم يدعونه فلا يأخذون منه شيئاً (مسلم)" زمین اپنے جگر کے ٹکڑے نکال دے گی

چاندی اور سونے کے ستونوں کی طرح ٹکڑے ہوں گے۔ قاتل دیکھ کر کہے گا کہ میں نے اس کے لئے قتل کا ارتکاب کیا۔ قطع رحم والے نے اسی کے لئے عزیزوں کو ترک کیا تھا اور اسی کے لئے چور کا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر ان سے کہا جائے گا۔ کہ لے لو۔ مگر وہ کچھ بھی نہ لیں گے"۔

ان تمام تغیرات و انقلابات کو دیکھ کر انسان حیران و پریشان ہو گا۔ وہ کہے گا کہ میرے آرام کی جگہ تو فنا ہو گئی۔ اب میں کہاں جاؤں اور یہ سب کچھ کیا ہو گیا ؟

حکم خداوندی

(۴) یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (۵) بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا۔

اس روز وہ اپنے حالات بیان کر دے گی کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو حکم بھیجا ہو گا۔

یہ تمام کائنات ارضی و سماوی تو صرف انسان ہی کے لئے ہے جب یہی نہ رہا جس کے لئے ہر چیز کی تخلیق عمل میں آئی تھی تو اب ان تمام چیزوں کا رشتہ بھی اس سے ٹوٹ جائے گا۔ اور ایک روحانی قوت کے اثر سے ان میں سے ہر چیز کے اندر قوت گویائی پیدا کر دی جائیگی زمین کو بھی یہ قوت تو ازش ہو گی اور اس الہام ربانی کی بدولت وہ ان تمام اعمال کو بیان کر دے گی جو اس کی پشت پر ابن آدم نے کئے ہیں ؟

مختلف گروہ

(۶) يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ (۷) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (۸) وَمَنْ يَّعْمَلْ

اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا اور

Marfat.com

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ — جس نے ذرہ بھر برائی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

دنیا میں انسانوں کے باہمی تعلقات شعوب وقبائل اور خاندانوں کے اعتبار سے تھے۔ مگر مرنے کے بعد یہ نظام جاتا رہے گا اور اس کی جگہ تعلقات کی نئی صورت قایم ہو گی۔ اس وقت باہمی ربط وتعلق کا ذریعہ انسان کے اعمال اور اخلاق ہوں گے درمیان میں سے زمانہ کا سوال اٹھا دیا جائے گا۔ اور اغراض ومقاصد کے اعتبار سے لوگوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون انسانی اعمال کا ادنےٰ ترین حصہ بھی ضائع نہیں جاتا۔ اس لئے قیامت کے روز ہر شخص اپنی نیکی اور بدی بلا کم وکاست دیکھ لے گا۔ اس کے بعد فیصلہ ہوگا۔ جس کا تذکرہ سورۂ قارعہ میں ہے ٥

Marfat.com

العادیات

(آیات ۱۱)

تلخیصِ مضامین

ابتدائی پانچ آیات میں گھوڑے کی مختلف حالتوں سے استدلال کر کے بتایا کہ انسان خدا کا شکر ادا نہیں کرتا۔ آیت ۶ میں اس ناشکر گزاری کے اسباب پر بحث کی، اور آخر میں تذکیر بما بعد الموت سے انسان کو توجہ دلائی کہ وہ اپنی اصلاح کر لے۔

Marfat.com

ان الانسان لربہ لکنود

گھوڑوں کی شہادت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
(۱) وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا (۲) فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا (۳) فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا (۴) فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا (۵) فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا۔

ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں۔ پھر پتھروں پر نعل مار کر آگ نکالتے ہیں، پھر صبح کو چھاپہ مارتے ہیں پھر اس میں گرد اٹھاتے ہیں۔ پھر اس وقت دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔

عادیات جمع ہے عادیۃ کی، یہ عدو سے ماخوذ ہے، جس کے معنی دوڑنے کے ہیں ضبح وہ آواز جو دوڑتے وقت گھوڑے کے منہ سے نکلتی ہے، جسے ہانپنا کہتے ہیں۔ موریات جمع ہے موریۃ کی، اور اس کی اصل ایراء ہے، آگ نکالنا، قدح آگ نکالنے کے لئے مارنا۔ مغیرات جمع ہے مغیرۃ کی، دشمن کو قتل کرنے یا اس کا مال لوٹنے کی غرض سے اس پر حملہ کرنا۔ اثرن ماخوذ ہے اثارت سے، غبار کو حرکت دینا اور اڑانا، نقع غبار کو کہتے ہیں۔ فوسطن، دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔

قرآن کے اولین مخاطب عرب ہی تھے۔ ان ہی کی زبان میں یہ نازل ہوا۔ اور

Marfat.com

انہیں کی رسوم و عوائد پر اس نے عمیق ترین نظر ڈالی۔ اگرچہ دنیا میں ہر جگہ گھوڑے کو عزیز رکھتے ہیں۔ مگر ایک عرب کے نزدیک یہ جانور عزیز ترین ہے۔ یہی اس کی جائداد اور یہی اس کی اولاد ہے۔ اس لئے کہ عرب فطرۃً آزاد اور شاہسوار پیدا ہوا ہے زندگی کے ہر لمحہ میں وہ اس کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے۔ وہ جب اس پر سوار ہوتا ہے۔ تو گھوڑے کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اپنے مالک کی اطاعت و فرمانبرداری میں اس قدر تیز بھاگتا ہے۔ کہ دوڑتے دوڑتے ہانپنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ پتھروں میں سے آگ نکلنا شروع ہو جاتی ہے۔

تمام دنیا آرام میں ہوتی ہے۔ پرندے اپنے آشیانوں ہی میں ہوتے ہیں۔ مگر صرف یہ ایک وفادار و اطاعت شعار حیوان ہے۔ جو اپنے مالک کی خوشنودی مزاج اور حق خدمت گذاری ادا کرنے کے لئے اپنے آرام و راحت کو ترک کرتا اور عین صبح کے وقت دشمن پر حملہ آور ہوتا ہے۔ سوار کے اشاروں پر کبھی ایک طرف دشمن کی صف کو الٹ دیتا ہے۔ اور کبھی دوسری جانب۔ کثرتِ غبار کی وجہ سے زمین و آسمان کو ایک کر دیتا ہے۔

وہ جانتا ہے۔ کہ موت سامنے کھڑی ہے۔ مگر اسے یہ بھی معلوم ہے کہ میرے مالک نے عین شدّتِ بھوک و پیاس میں دانہ اور پانی دیا ہے۔ اس لئے میری سب سے بڑی سعادت و نیک بختی یہی ہے کہ اپنے مالک کا ہر حکم مانوں۔ اس لئے عین اس وقت دشمن کی فوج میں گھس جاتا ہے۔ جب تلواریں ایک دوسرے کے خون سے رنگین ہوں کہ اگر دم نکلے تو مالک کی وفاداری ہی میں نکلے۔

انسان کی ناشکری

(۶) اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ کہ انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس

(۷) وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۔ اور ناشکرا ہے اور وہ اس سے آگاہ بھی ہے

تم گھوڑے کی ایک ایک وفاشعاری پر غور کرو۔ اس کے مالک نے جسم و جان عطا نہیں کی۔ اس نے چند سکّوں کے عوض میں اسے خریدا ہے۔ اس کا احسان یہ ہے کہ اس نے دانہ اور پانی دیا ہے۔ مگر اس گھوڑے سے احسان کے عوض میں تم دیکھو۔ کہ وہ حیوان لایعقل اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔

یہ تو ایک حیوان کا حال تھا۔ اب تم انسان کو دیکھو جو اشرف مخلوقات ہے۔ جس کے پاس جو کچھ ہے خدائے قدّوس کی بخشش ہے۔ تم گھوڑے کی قربانی اور انسان کے اعمال کا مقابلہ کرو تو خود بخود پکار اٹھو گے کہ فرزند آدم خدا کا بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔ یہ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ صرف گھاس اور پانی دے کر تم تو گھوڑے سے اتنا کام لو کہ اس کی جان تک نکل جائے اور تم خالق ارض و سما کا ذرہ برابر بھی شکر ادا نہ کر سکو جس نے تمہیں ہر چیز نوازش فرمائی ہے۔

ایک شخص دوسرے کے سامنے اپنے جرائم کی عذر خواہی کر سکتا ہے اور اپنے معاصی کو چھپا سکتا ہے۔ مگر جب وہ سب سے الگ ہو کر اپنے گریبان میں منہ ڈالتا ہے خدا کی نعمتوں اور اپنی سرکشی کو دیکھتا ہے تو پکار اٹھتا ہے۔ کہ واقعی میں خدا کا سخت ناشکر گزار ہوں: بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ (۷۵: ۱۴ و ۱۵) بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے۔ اگرچہ عذر و معذرت کرتا رہے۔

ایک جگہ فرمایا: قل ھو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون (۶۷: ۲۳) "وہ خدا ہی تو ہے۔ جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ مگر تم کم احسان مانتے ہو۔"

انسان اس گھوڑے سے سبق اندوز ہو، اور کم از کم اتنی قربانی تو کر دے

Marfat.com

جتنی بیہ جانور کرتا ہے، گھوڑے کی سواری سیکھے۔ تلوار و بندوق کے استعمال سے واقف ہو۔ جدید ترین آلاتِ حرب میں دو خود درانی حاصل ہو، اور اسلام و امتِ مسلمہ کی حفظ و صیانت کے لئے ہر وقت پا در رکاب رہے۔

مرض کا سبب

(۸) وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ؕ وہ تو مال کی سخت محبت کرنے والا ہے

اس آیت میں گذشتہ مرض ناشکر گذاری کا سبب بتایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ اس نے جمع مال و دولت ہی کو اپنی زندگی کا مقصد اصلی بنا لیا ہے، اس کے کسب وحصول میں نہ تو وہ کسی قانون کی پروا کرتا ہے اور نہ اخلاق و مروّت کی۔ وہ ہر جائز و ناجائز طریق سے روپیہ سمیٹتا اور اپنے صندوقوں میں بند رکھنا چاہتا ہے۔ کہ لوگ اسے دولت مند کہیں۔ اس کی دولت سے نہ اس کے خاندان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ نہ ملک و ملت کو۔ پھر یہ مال کس کام کا۔

خیر سے مال مراد ہے، جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے۔ قرآن میں کئی جگہ خیر کا اطلاق دولت ہی پر آیا ہے: كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا الوصية (۲: ۱۸۰) "تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے۔ تو اگر وہ مال چھوڑ جانے والا ہو تو وہ وصیت کر جائے"۔ دوسری جگہ آیا: وما تنفقوا من خير فلانفسكم، وما تنفقون الا ابتغاء وجه الله، وما تنفقوا من خير يوف اليكم وانتم لا تظلمون (۲: ۲۷۲) "تم جو مال خرچ کرو گے۔ تو اس کا فائدہ تمہیں کو ہے، اور تم تو جو خرچ کرو گے خدا کی خوشنودی کے لئے کرو گے اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہ کیا جائے گا"۔

Marfat.com

غلط فہمی کا ازالہ

اس آیت میں انسان کی ناشکر گزاری کا سبب اس کا مال و دولت کو جمع کرنا بیان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ شبہ نہ ہو کہ قرآن حصولِ دولت کو گناہ قرار دیتا ہے۔ اور اسلام کے نزدیک روپیہ کمانا حرام ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ قرآن نے آتے ہی سب سے اول رہبانیت کو مٹایا جو صدہا معاصی و جرائم کا ذریعہ بن گئی تھی اور لیس للانسان الا ماسعیٰ کا اصول قایم کر کے بتا دیا کہ ہر شخص کو اپنی دنیوی اور اُخروی زندگی کے بقاء و قیام کے لئے خود کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ کسی کے لئے بارِ دوش ثابت نہ ہو۔ سورۂ نساء میں فرمایا: ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیما (۴: ۲۵) "دنیا میں قوموں کی زندگی کا اعظم ترین راز اسی دولت میں پنہاں ہے، اس لئے بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے، مت دو" آیاتِ ماسبق میں مال و دولت پر لفظِ خیر کا اطلاق خود اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ شریعت کی نظر میں روپیہ ایک عمدہ اور خیر و برکت کی چیز ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ روپیہ خوب کمائے۔

البتہ قرآن اس دولت کو غضب الٰہی اور دخول جہنم کا سبب بھی قرار دیتا ہے جب یہ قوم و ملک اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے صرف نہ کی جائے۔ سورۂ توبہ میں آتا ہے: والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم، یوم یحمیٰ علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم، ہذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (۹: ۳۴ و ۳۵) "اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع

کرتے ہیں، اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو اس دن کے عذاب الیم کی خوشخبری سنا دو۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان بخیلوں کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ اور کہا جائے گا۔ کہ یہ وہی ہے۔ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو جو تم جمع کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔"

تذکیر بما بعد الموت

(۹) اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ (۱۰) وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ (۱۱) اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ۔

کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا۔ کہ جو مردے قبروں میں ہیں۔ وہ باہر نکال لئے جائیں گے اور جو بھید دلوں میں ہیں وہ ظاہر کر دیئے جائیں گے بیشک ان کا پروردگار اس روز بھی ان سے خوب واقف ہے۔

ان آیات میں اس مرض کا علاج بتایا گیا ہے۔ جب انسان کی سرکشی اور تمرد کی یہ کیفیت ہے کہ مال و دولت کے غرور باطل میں اپنے فرائض انسانیت کو بھی فراموش کر چکا ہے، اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو تعلق باللہ کا خیال نہیں آتا۔ وہ اپنے انجام اور عاقبت کار پر بھی غور کر لے۔ وہ آج اپنے اعمال و اخلاق کی توجیہ لوگوں کے سامنے کر سکتا ہے مگر اسے وہ وقت بھی یاد کر لینا چاہیئے۔ جس روز اس کے تمام سرائر و محجوبات عالم آشکارا ہو جائیں گے۔ اور باوجود کمال سعی و کوشش کے وہ ان کو چھپا نہ سکے گا: یومئذٍ تعرضون لا تخفی منکم خافیۃ (۶۹: ۱۸) "اس روز تم سب لوگوں کے سامنے پیش کئے جاؤ گے۔ اور تمہاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی"۔

Marfat.com

تم دنیا ہی سے اپنی ناشائستہ حرکات چھپاتے تھے۔ اسی لئے اسی کے سامنے تمہارے تمام عیوب ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ اللہ تو اس وقت بھی تمہارے ہر ایک کام سے واقف ہے۔ مگر وہ فوراً مواخذہ نہیں کرتا۔ بلکہ تمہیں مہلت دیتا ہے کہ شاید تم اپنی اصلاح کر لو۔ پس جو شخص مال کی محبت میں اس درجہ منہمک ہے۔ وہ اپنے نتائج پر بھی غور کرے اور اپنی ذمہ داری اور مسئولیت کو فراموش نہ کرے ۔

Marfat.com

القارعة

(آیات ۱۱)

تلخیص مضامین

قیامت کی تصویر کھینچ کر بتایا گیا کہ انسانوں کو اس روز دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ فمنہم شقی وسعید، ایک وہ جو اپنے اعمالِ صالحہ کی وجہ سے جنت کے وارث ہوں گے، اور دوسرے وہ جو اپنے فسق و فجور کی پاداش میں جہنم واصل ہوں گے۔

Marfat.com

یوم التغابن

تباہی عالم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) اَلۡقَارِعَةُ (۲) مَا الۡقَارِعَةُ
(۳) وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡقَارِعَةُ
(۴) يَوۡمَ يَكُوۡنُ النَّاسُ كَالۡفَرَاشِ
الۡمَبۡثُوۡثِ (۵) وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ
كَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ۔

کھڑکھڑانے والی، کھڑکھڑانے والی کیا ہے، اور تم کیا جانو کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے وہ قیامت ہے۔ جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون۔

قیامت کے ناموں میں سے ایک نام قارعہ ہے جس کے معنی کھڑکھڑانے والی ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا دل اس کی دہشت کی وجہ سے دھڑکتا ہوگا۔ فراش پتنگے کو کہتے ہیں۔ جو شب کے وقت چراغ کی روشنی پر گرتا اور جل جاتا ہے۔ وہ اس نور کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ اور انجام کو معلوم کئے بغیر جہالت کی وجہ سے اس پر گر کر جل جاتا ہے۔ قیامت کے روز یہی حال انسانوں کا ہوگا۔ جو اس روز کی ہولناکی

Marfat.com

اور خوف سے اِدھر اُدھر مارے پھرتے ہوں گے۔ اور حیران ہوں گے۔ کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ عہن اُون کو کہتے ہیں۔ یہی مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن اور قتادہ کی رائے ہے۔ نفش دُھننے کو کہتے ہیں۔ جب نداف اون کو دُھنتا ہے تو اس کے تمام بال ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اگر معمولی ہوا بھی چلے تو وہ فوراً ہوا میں اُڑتے ہوئے دکھائی دیں گے، قیامت کے روز پہاڑوں کا یہی حال ہوگا۔ کثرتِ زلازل کی وجہ سے ان کے اجزا اس قدر الگ الگ ہو جائیں گے۔ جس طرح اُون کے بال۔

ان آیات میں حادثۂ قیامت کی کیفیت بیان کی گئی ہے، اس وقت ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہر ایک چیز اپنی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ مگر قیامت کے روز یہ کشش اتصال جاتی رہے گی۔ اس لئے اس دن ہر چیز اپنی جگہ سے ہٹ کر اڑتی پھرتی نظر آئے گی۔

نتائجِ اعمال

(۶) فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ	تو جس کے اعمال کے وزن بھاری
(۷) فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ	نکلیں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔
(۸) وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (۹)	اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے اس کا
فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (۱۰) وَمَا اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ	مرجع ہاویہ ہے اور تم کیا سمجھتے ہو۔ کہ
(۱۱) نَارٌ حَامِيَةٌ	ہاویہ کیا چیز ہے۔ وہ دہکتی ہوئی آگ ہے

اس روز نتائج کی صورت یہ ہوگی۔ کہ تمام اعمال کو وزن کیا جائے گا۔ دنیا میں انسان نے ہر چیز کے وزن کرنے کے لئے مختلف قسم کے ترازو بنائے ہیں سردی اور گرمی معلوم کرنے کے آلات اس ترازو سے بالکل مختلف ہیں۔ جو اناج

Marfat.com

تولنے کے کام آتی ہے۔ اس روز جو ترازو ہوگی، وہ اخلاق کی ہوگی۔ اعمال کی غرض اخلاق فاضلہ کا پیدا کرنا، اور خبیث جذبات کا دُور کرنا ہے۔ پس اس روز اخلاق کی بات ہیں انسانی اعمال کی جانچ ہوگی۔ جس شخص کے اخلاق اچھے ہوں گے وہ جنت میں جائے گا۔ ورنہ اس کے رہنے کی جگہ دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ ہوگی۔

Marfat.com

۱۰۲

التکاثر

(آیات ۸)

تلخیص مضامین

لوگ ہر چیز کی کثرت کے طالب اور حقیقت سے بالکل بے خبر رہتے ہیں تاآنکہ موت آجاتی ہے، کاش! وہ جانتے کہ اللہ کے نزدیک کثرت مطلوب نہیں۔ بلکہ وہ جذبات حقہ جو ان سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اس حقیقت سے انسان خبردار ہوتا۔ تو اپنی آنکھوں سے اسی دنیا میں جنت اور دوزخ دیکھ لیتا۔ مگر وہ غفلت سے کام لے رہا ہے اور ان چیزوں کی پروا نہیں کرتا۔ جو اس حقیقت کی طرف اسے متوجہ کرتی ہیں لیکن قیامت کے روز اس سے انہی چیزوں کی بازپرس ہوگی ؛

Marfat.com

حقیقتِ اعمال

کثرت طلبی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (۲) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (۳) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۴) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

لوگو! تم کو بہت سی طلب نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں، دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ پھر دیکھو، تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

الہاء کہتے ہیں لہو کی طرف پھرنا۔ اور ایک چیز سے غافل ہو جانا۔ تکاثر کے معنی ہیں کسی چیز کی کثرت پر فخر و مباہات کرنا، عام طور پر لوگ مال، اولاد اور عزت کی وجہ سے اپنے بھائیوں پر فخر کرتے ہیں۔ اس لئے تکاثر ان ہی چیزوں کی کثرت طلبی پر بولا جاتا ہے۔

مفسرین نے تکاثر سے مال و اولاد ہی مراد لی ہے۔ مسلم میں ہے: یقول العبد مالی مالی، وانما له من ماله ثلاث، ما اکل فافنی، اولبس فابلی، اوتصدق فامضی، وما سوی ذلك فذاهب وتارکه للناس،
"بندہ تو مال مال پکارتا ہے حالانکہ اس کا صرف تو حصہ ہے۔ جو اس نے کھا کر فنا

کر دیا۔ یا کپڑے پہن کر ردی کر دئے۔ یا اللہ کی راہ میں صدقہ دے دیا، اس کے بعد جس قدر بچ گیا۔ وہ دوسرے لوگوں کا حق ہے۔" حسن بصری نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ مال و اولاد کی کثرت طلبی نے تم کو بالکل غافل کر دیا۔

حقیقتِ اعمال

ہمارا خیال یہ ہے کہ تکاثر کا لفظ عام ہے' اور اس میں نہ صرف مال اولاد ہی شامل ہیں۔ بلکہ اعمال تک داخل ہیں' رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کے بعض اطلاقات بیان کئے ہیں، مال و اولاد میں بند نہیں کر دیا۔ قرآن کریم کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی نظر اعمال پر نہیں۔ بلکہ ان حقائق و جذبات پر ہوتی ہے۔ جو ان اعمال سے پیدا ہوتے ہیں' قربانی کے متعلق فرمایا:

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم (۲۲:۲۷)

"خدا تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے' اور نہ خون، بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔" نماز کے متعلق آتا ہے: ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر روزے کی نسبت فرمایا: یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (۲:۱۸۳) "تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بنو۔"

غرض ان تصریحات سے یہ ہے۔ کہ شریعت کے پیش نظر اخلاق ہیں نہ اعمال' مگر یہ اخلاق نہیں پیدا ہو سکتے جب تک اعمال نہ ہوں۔ اس لئے شریعت ہر شخص کے لئے چند اعمال کی پابندی لازم کر دیتی ہے' اور اس پابندی میں اعلیٰ ترین و ادنیٰ ترین انسان برابر ہوتے ہیں۔ قانون ان دونوں میں کوئی تفریق نہیں کرتا۔

Marfat.com

البتہ نتائج کے اعتبار سے دونوں میں عظیم الشان فرق ہوگا۔

مگر دوسری طرف یہ بھی خیال تھا۔ کہ بعض لوگ جہالت کی وجہ سے یہ دعوے نہ کر بیٹھیں کہ ان اعمال کی بناپر شریعت جن جذبات و حقایق کی طالب ہے۔ وہ ہم میں پہلے ہی سے موجود ہیں۔ اس لئے ہمیں ان اعمال کی پابندی کی ضرورت نہیں۔ تو اس کا سدِّباب کرنے کے لئے قرآن نے کہا: انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم، ان اللہ علیم خبیر (۴۹: ۱۳) "خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک خدا سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبردار ہے۔ پس جب ان حقایق سے اللہ کے سوا اور کوئی خبردار نہیں۔ تو اب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ انسان ان اعمال کی پابندی کرتا رہے مگر اس کی اصل نظر جذبات و اخلاق پر ہو۔ حدیث میں آتا ہے: خیر العمل مادام علیہ صاحبہ وان قل، "بہترین عمل وہ ہے۔ جو اگرچہ تھوڑا ہو۔ مگر بلاناغہ ہوتا رہے۔ کہ اس کا اثر یقیناً اخلاق پر پڑتا ہے "

رجوع الی المقصود

اس قدر تمہید کے بعد اب آپ ان آیات میں غور کریں، ان کا مطلب بالکل صاف ہے۔ تم لوگوں پر ہر چیز کی کثرت طلب اس درجہ غالب آگئی ہے کہ اب تم ان حقایق و جذبات سے بالکل غافل ہو گئے ہو۔ جو شریعت کے پیش نظر ہیں۔ اور یہ مرض تم میں اس قدر جاگیر ہو گیا ہے کہ مرتے دم تک اس میں مبتلا رہو گے۔ تم اس گمان باطل میں ہو کہ محض کثرت ہی تمہیں دنیا و آخرت میں کامیاب کر دے گی۔ اگرچہ تم میں اخلاق نہ ہوں۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائیگا، کہ یہ ایک شدید ترین غلطی تھی۔

Marfat.com

اس کی ایک نظیر تمہارے سامنے ہے۔ مہاجرین و انصار ظاہری اشکال و صور پر زور دینے کے ساتھ ساتھ ان کی روح و حقیقت کا بھی خیال رکھتے تھے۔ اس لئے جلد تر کامیاب و بامراد ہو گئے۔ مگر ایک جماعت منافقین کی بھی تھی۔ جو ان تمام اعمال صالحہ کی پابند تھی۔ جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے۔ مگر حقیقت سے بالکل دور تھی۔ اس لئے جلد برباد ہو گئی۔ اور اِنَّ المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کی مستحق قرار پائی۔

اگر ان مثالوں سے تمہاری چشم بصیرت وا نہیں ہوتی۔ تو مرنے کے بعد تم خود دیکھ لو گے۔ کہ اللہ کو کثرت مطلوب نہ تھی۔

اگر حقیقت پیش نظر رہتی

(۵) کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ (۶) لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ (۷) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ۔

دیکھو اگر تم جانتے یعنی علم الیقین رکھتے تو غفلت نہ کرتے تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے پھر اس کو ایسا دیکھو گے کہ عین الیقین آجائے گا۔

اگر تمہیں قرآن پر یقین و اذعان ہوتا۔ اور رسول اللہ کی تعلیمات کو صحیح سمجھتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ شریعت میں اعمال کی صرف ظاہری صورتوں ہی کا لحاظ نہیں لیا گیا۔ بلکہ اس کی نظر ہمیشہ حقیقت و اصلیت پر رہی ہے۔ اگر تم اپنے اعمال میں اس کا خیال رکھتے تو تمہاری یہ حالت ہوتی۔ کہ دوزخ ان آنکھوں سے دیکھ لیتے اور تمہیں معلوم ہو جاتا کہ عالم آخرت میں حقایق و ارواح کی قدر و قیمت ہے: ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و نیاتکم۔ "اللہ تمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس کی نظر قلوب و نیات پر ہوتی ہے"۔ اور اگر رسول اللہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی نتائج اعمال کا تمہیں یقین نہ ہو۔ تو یاد رکھو

Marfat.com

مرنے کے بعد اپنی آنکھوں سے عذاب الٰہی کا مشاہدہ کرلو گے ٭

نعمت کا مطلب

(۸) ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ۔ — پھر اس روز تم سے نعمت کے بارے میں پرسش ہو گی۔

روایات میں آتا ہے کہ ابن مسعود نعمت سے مراد امن و صحت لیتے ہیں، ابن عباس کے نزدیک تندرستی اور کھانے پینے کی ہر چیز ہے، بعض لوگ آنکھ اور کان مراد لیتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ، ابوبکرؓ اور عمرؓ ایک انصاری کے باغ میں گئے۔ انہوں نے گوشت کھجوریں اور ٹھنڈا پانی پیش کیا تو آپ نے فرمایا۔ تم سے ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

یہ نعمت کے مختلف اطلاقات ہیں، حصر مقصود نہیں، نعمت سے مراد قرآن بھی ہے کہ اس سے بڑھ کر نوع انسانی کے لئے خدا کی اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے، اس نے ہم پر واضح کر دیا کہ آخرت میں صرف اخلاق کام آئیں گے: الا من اتی اللہ بقلب سلیم، ہم نے قرآن جیسی نعمت کو پس پشت ڈال دیا۔ اور کثرت کی طلب میں حقیقت سے دور جا پڑے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس بھی اس کا مصداق ہو سکتی ہے آپ ہی کی معرفت فرزندان آدم کو قرآن ملا۔ غرض یہ ہے۔ کہ نعمت کا لفظ عام ہے کسی ایک معنی میں حصر کرنے کی ضرورت نہیں ٭

Marfat.com

العصر ۱۰۳

(آیات ۳)

تلخیصِ مضامین

تاریخ کی شہادت پیش کر کے انسان کے خسران و خذلان کو ثابت کیا۔ اور آخری آیت میں فوز و کامرانیِ امم کے اہم اصول و کلیات بیان کیے۔

Marfat.com

کلیدِ کامرانی

زمانہ کی شہادت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وَالْعَصْرِ (۲) اِنَّ الْاِنْسَانَ — عصر کی قسم کہ انسان نقصان میں ہے

لَفِیْ خُسْرٍ۔

ہر انسان اپنی کوشش میں ناکام ہے۔ اور یہ نامرادی دنیا و آخرت، افراد اور امم سب پر حاوی ہے۔ یہ دعوےٰ ہے جو اس سورت میں کیا گیا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ زمانہ کو دیکھو، جب سے زمین و آسمان قائم ہے، اور اس ارض الٰہی کی پشت پر فرزند آدم آباد ہے، اس وقت سے لے کر آج تک کے حالات کا درس و مطالعہ کرو، ان قوموں کے عروج و زوال کے سوانح و حالات کو گہری نظر سے دیکھو، ان کی داستان علو و تسفل اوراق تاریخ میں محفوظ و ثبت ہے۔ اس کو پڑھو، پس عصر کے معنی تاریخ کے ہوئے اور دونوں آیتوں کا ترجمہ یہ ہوا۔ کہ تاریخ اس کی شاہد ہے کہ انسان اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوا۔

Marfat.com

طرقِ تذکیر

قرآن کریم کے پندو موعظت کے تین طریقے ہیں :-

(الف) تذکیر باٰلاء اللہ، اپنی نعمتیں یاد دلا کر فرائض انسانیت ادا کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے : فاذکروا آلاء اللہ

(ب) تذکیر بایام اللہ، قوموں کے عروج و زوال کو پیش کرنا : وذکرھم بایام اللہ۔

(ج) تذکیر بالعبد الموت، قیامت اور برزخ کے حالات و واقعات سے عبرت پذیر کرنا۔

سورۂ عصر میں تذکیر بایام اللہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور اسی سے استدلال کر کے قوموں کے عروج و زوال میں غور کرنے کی دعوت دی ہے۔

کامیاب لوگ

(۳) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔	مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، اور آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو دنیا و آخرت، دونوں جگہ کامیاب ہیں :

(۱) ایمان، یہ امن سے ہے، جس کے معنی طمانیت کے ہیں : وامنھم من خوف، اللہ کا نام مومن ہے، اس لئے کہ جب عاجز بندہ پریشان و مضطرب ہو کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے، تو وہ اسے امن و اطمینان قلب نوازش فرماتا ہے۔

Marfat.com

پس کامیابی کی اولین شرط ایمان باللہ ہے، اور اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ وہ اس کے احکام کو تسلیم کرتا ہے۔ اسی کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے اور اس کے در کو چھوڑکر دوسروں کی جبہ سائی نہیں کرتا۔

(۲) عمل صالح۔ ایمان کا تعلق محض دل سے ہے بسا اوقات نہ صرف دوسروں کو بلکہ خود اپنے آپ کو اس کے متعلق دھوکا ہو جاتا ہے۔ اس لئے شریعت نے اگر ایک طرف زبان سے اقرار پر زور دیا۔ تو دوسری جانب عمل کی طرف توجہ دلائی۔ تاکہ عمل سے اس کے اقرار کی تصدیق ہو۔ اس لئے ایمان اور عمل صالح دونوں ملا کر مومن کی تعریف بنتی ہے۔ اس آیت میں صرف عمل صالح کہا گیا۔ کسی خاص نیک کام کی تشریح نہ کی۔ اس لئے کہ انسانی فطرت ہی نیکی اور فرشتگی پر پیدا کی گئی ہے، اور اللہ نے اس کو نیکی اور بدی کا رستہ بتا دیا ہے۔ پس وہ وہی کام کرے گا جو نظام عالم کے لئے مفید ہو،

(۳) تواصی بالحق، یہ چیزیں انفرادی زندگی کے لئے ضروری ہیں۔ مگر فرد کچھ نہیں۔ جب تک تمام قوم کو فلاح و کامرانی نصیب نہ ہو۔ اس لئے محض ایمان باللہ و عمل صالح پر قانع ہو جانا اللہ کی نظر میں کامل شرعی زندگی نہیں۔ بلکہ ضرورت ہے۔ کہ اس کی زندگی اور موت قوم کے ساتھ وابستہ ہو۔ زاویہ نشینی اور راہبانہ زندگی شریعت کے نزدیک ناجائز ہے، ہر مسلم کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کو حق و صداقت پر قائم رہنے کی وصیت کرے، اس لئے کہ استقامت ہی کامیابی کی اصلی کنجی ہے، مگر یہاں پر آکر اس کا قدم رک نہ جائے، بلکہ ضروری ہے کہ جس حق پر وہ خود قائم ہے۔ اس کی روشنی تمام عالم میں پھیلا دے اور دنیا کا کوئی گوشہ اسلام کی آواز سے خالی نہ رہے، اس لئے کہ دنیا میں چاروں طرف عقاید میں فساد آچکا ہے، اخلاق برباد ہو گئے ہیں، اور لوگوں نے راہ صدق و اخلاص چھوڑ دی ہے،

دنیا میں قوموں کی زندگی اپنے مقاصد و اغراض کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ وابستہ

Marfat.com

ہے۔ تمہاری کتاب اعلیٰ ترین، تمہارے عقاید فضل ترین اور تمہارے اصول و کلیات تعلیم عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں۔ پس قرآن کریم کی نشر و اشاعت کو اپنی زندگی کی غایۃ الغایات بنالو، اور اس کی دعوت و تبلیغ میں سرگرم کوشش کرو۔

(۴) تواصی بالصبر، گویا درہے، دعوت و ارشاد کی راہ میں تکالیف و شدائد ہیں، عوائق و موانع ہیں، آلام و مصائب ہیں، قید خانے کی کوٹھڑی اور آہنی زنجیریں ہیں۔ اور سب سے آخر میں جلاوطنی کی سختیاں اور موت کی گھڑیاں ہیں۔ پس تم ایک دوسرے کو وصیت کرو کہ وہ ان تمام المناک حوادث میں صبر و استقامت سے کام لے، راہِ حق سے منہ نہ موڑے اور پہاڑوں کی طرح ثباتِ قدم و عزمِ راسخ کا اظہار کرے۔ اللہ کی رحمتیں بھی انہی لوگوں پر نازل ہوتی ہیں۔ جو اس کی راہ میں صبر کے دامن کو نہیں چھوڑتے: ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ، ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون، نزلا من غفور الرحیم (۴۱: ۳۰ تا ۳۲)۔ "جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے، پھر وہ اس پر قایم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو، اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوشی مناؤ۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرۃ میں بھی تمہارے رفیق ہیں۔ اور وہاں جس نعمت کو تمہارا جی چاہے گا، تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کروگے تمہارے لئے موجود ہوگی۔ یہ بخشنے والے رحمان کی طرف سے مہمانی ہے۔"

گویا اس سورۃ نے کامیابی و کامرانی کے حسب ذیل اصول بتائے ہیں:۔

(الف) ایمان باللہ،

Marfat.com

(ب) عملِ صالح،

(ج) تواصی بالحق،

(د) تواصی بالصبر،

اب اگر تم تاریخ کی ورق گردانی کرو گے اور فلسفۂ عروج و زوال اقوام و ملل کا بغور مطالعہ کرو گے تو تمہیں معلوم ہو گا۔ کہ جن قوموں نے ان اصولوں سے اعتصام کیا تھا وہی کامیاب ہوئیں اور دوسری جماعتوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ؛

Marfat.com

۱۰۴ الھمزۃ

(آیات ۹)

تلخیصِ مضامین

جو لوگ اخلاق و اعمال اور قانونِ شریعت کی پروا نہ کر کے ہر جائز و ناجائز طریق سے دولت کماتے ہیں، انہیں یہ فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ کہ یہ مال ہمیشہ ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ بلکہ وہ جہنم کا ایندھن ہوگا۔ اور اپنے ہمراہ انہیں بھی دوزخ میں لے جائے گا ؎

Marfat.com

اخلاق اور دولت

باہمی تصادم

دنیا میں عموماً دو قسم کے آدمی نظر آتے ہیں، ایک تو وہ ہے جو دولت کماتا ہے اور اس کے کسب و حصول میں فضائلِ اخلاق و محاسنِ اعمال کو ترک کر دیتا ہے، خدع و فریب اور مکر و زور کی راہ اختیار کرتا ہے، اگر وہ دجل و شیطنت سے کام لیتا ہے، تو مال تو اس کے قبضہ میں آجاتا ہے، مگر مذہب اور اخلاق سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے مگر اسی کے بالمقابل وہ شریف انسان بھی ہے۔ جو ان حالات میں غربت اور افلاس کو ترجیح دیتا ہے، مگر اخلاق اور مذہب کو قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

پہلی طرز کے لوگ کسی طرح بھی جنگلی بھیڑیوں اور درندوں سے کم نہیں، اگرچہ ان کی صورتیں انسانوں کی ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ بہائم اور مجسمۂ شیطنت و دجالیت ہیں۔ تم یورپ کی عیسائی اقوام کو دیکھو۔ وہ دنیا بھر کی فریب کاریاں اور دغا بازیاں کرتے ہیں۔ کہ زمین کا ایک ٹکڑا مل جائے۔ اور تیل کے چشموں پر کسی دوسرے حقدار کا قبضہ نہ ہو۔

Marfat.com

اس سورۃ میں اسی جماعت کے بعض خصائص و امتیازات بتلائے جاتے ہیں اور ان کے انجام پر روشنی ڈالی جاتی ہے ۔

گمانِ باطل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ﴿ۙ۱﴾ (۲) الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ﴿ۙ۲﴾ (۳) یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ ﴿ۚ۳﴾

ہر طعن آمیز اشارتیں کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے ' جو مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہو گا ۔

ہمزہ لیا گیا ہے ہمز سے ، لغت میں توڑنا کہتے ہیں ، اس جگہ عیب چینی مراد ہے کیونکہ اس کا مرتکب لوگوں کی عزت برباد کرتا ہے ' لمزہ ماخوذ ہے لمز سے طعن کرنے کو کہتے ہیں ' عدد کے معنی شمار کرنے اور گننے کے ہیں ۔ اخلدہ اور خلدہ کے ایک ہی معنی ہیں ۔ یعنی وہ اس کو ہمیشہ رکھے گا ۔

جو لوگ حصولِ دولت کو اپنی زندگی کی انتہائی غرض بنا لیتے ہیں ۔ ان کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ وہ تمام اخلاقِ کریمانہ سے بُعد و ہجر اختیار کر لیتے ہیں ' اور ان ارباب صدق و اخلاص کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ جو دولت کی خاطر اپنے ایمان کو فروخت نہیں کرتے ' ان پر آوازے کستے ہیں ، ان پر نکتہ چینی کرتے ہیں ۔ اور ہمیشہ ان کے عیوب کی تلاش میں رہتے ہیں ۔ ان کی نظروں میں عزت تو صرف اس شخص کی ہے جو مالدار ہو ، یہ بدبخت دولت کی محبت میں سرشار ہیں ' اس کو گن گن کر رکھتے ہیں ۔ اور اس گمان باطل میں ہیں کہ دولت کی فراوانی اور مال کی کثرت

Marfat.com

ان سے فرشتۂ اجل کو دُور کر دے گی۔

مگر ان سے کوئی جا کر کہہ دے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو۔ یہ ہمیشگی کے سامان نہیں بلکہ تباہی اور بربادی کی تیاریاں ہیں۔ اس خدع و فریب کا نتیجہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے آج یورپ کی سفید رنگ عیسائی اقوام کی یہی کیفیت ہے۔ وہ مسلمانوں کو فنا کرنے کی تجویز میں ہیں۔ اور آئے دن ان کے نقائص و ذمائم اخبارات و تصانیف کے ذریعے دنیا کے اس کنارے سے اُس کنارے تک پہنچا دیتے ہیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ اپنی چشم بصیرت وا کریں، قرآن کے درس و مطالعہ سے بہرہ اندوز ہوں اور کوئی حکیم اجتماعی انہیں قوموں کے عروج و زوال کا فلسفہ بتا دے۔

نتیجہ

(۴) كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ،
(۵) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ
(۶) نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (۷) الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ (۸) اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ (۹) فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ،

ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائیگا اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ جو دلوں پر جا لپٹے گی۔ اور وہ اس میں بند کر دئے جائیں گے۔ یعنی آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں۔

نبذ کے معنی پھینکنے اور ڈال دینے کے ہیں۔ حطمہ دوزخ کا نام ہے اور اس کے لغوی معنی کسی چیز کے ٹکڑا ٹکڑا کر دینے کے ہیں۔ دوزخ بھی ہر اس چیز کو چُورا چُورا کر دے گی۔ جو اس میں ڈالی جائے گی۔ اس لئے دوزخ کو بھی حطمہ کہتے ہیں۔ تطلع ماخوذ ہے طلوع سے اس کے معنی بلند ہونے کے ہیں۔ موصدہ یعنی مطبقہ، بند کرنا عمد جمع ہے عمود کی، اس کے معنی ستون ہیں۔

Marfat.com

گذشتہ آیات میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ کہ یہ سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اور قلب چونکہ تمام اخلاق و کمالات فضائل و رذائل، نیات و مقاصد اور عقاید و یقینیات کا مرکز ہے۔ یہی وجدان کا اصلی موطن ہے اور یہی شعور کی جگہ، اس لئے جہنم کی شعلہ مارنے والی آگ کا اولین حملہ اسی قلب پر ہوگا۔ اور اس کی شدت التہاب و حرارت کی یہ حالت ہے کہ وہ لمبے لمبے ستونوں میں بند ہے، جو ہر طرف سے مسدود ہونے کی وجہ سے اور زیادہ تیز ہو گئی ہے۔

Marfat.com

الفیل ۱۰۵

(آیات ۵)

تلخیص مضامین

اس سورۃ میں کمال ایجاز و اختصار کے ساتھ ابرہہ والی یمن کے اس حملہ اور نتیجہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو اس نے بیت اللہ کے گرانے کی خاطر اس اوّل بیت وضع للناس پر کیا تھا اور جس حملہ کی وجہ سے اس سال کا نام عام الفیل ہو گیا تھا۔

Marfat.com

شعائر الٰہیہ

واقعہ کی تفصیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) الم تر کیف فعل ربک بأصحٰب الفیل (۲) الم یجعل کیدھم فی تضلیل (۳) و ارسل علیھم طیرا ابابیل (۴) ترمیھم بحجارۃ من سجیل (۵) فجعلھم کعصف مأکول۔	کیا تم نے نہیں دیکھا۔ کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا، کیا ان کا داؤں غلط نہیں کیا (کیا) اور ان پر جھلڑ کے جھلڑ جانور بھیجے، جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ تو ان کو ایسا کر دیا۔ جیسا کھایا ہوا بھس۔

ابرہہ بن الاشرم حبشی سردار مذہب کے اعتبار سے عیسائی تھا یمن کے عیسائیوں نے اس کی سرکردگی میں بیت اللہ الجلیل کے توڑنے کی خاطر مکہ پر فوج کشی کی۔ خانہ کعبہ کے توڑ دینے سے اس کی غرض یہ تھی۔ کہ اس کے ٹوٹ جانے سے اس کا کنیسہ عرب کا مرجع بن جائے گا۔ اور اہل عرب میں عیسوی مذہب کی ہاآسانی

Marfat.com

نشر و اشاعت ہو سکے گی۔

قریش میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اس کے لشکر کا مقابلہ کرتے، اس لیے شہر خالی کر کے باہر چلے گئے۔ جانے سے قبل سردار قریش عبدالمطلب بیت اللہ میں گئے اور زنجیر کعبہ کو پکڑ کر یوں گویا ہوئے:۔

لاھم ان المرء یمنع حلہ فامنع حلالک!

ہم اگرچہ عاجز ہونے کی وجہ سے شہر خالی کر کے جا رہے ہیں۔ مگر کوئی غم کی بات نہیں۔ ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔ خداوندا! تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر اور اس کو دشمنوں کی دست برد سے بچا لے۔

وانصر علی آل الصلیب وعابدیہ الیوم آلک

صلیب کے پوجنے والے عیسائیوں کے مقابلے میں تو اپنی آل قریش کی نصرت و اعانت فرما۔

لا یغلبن صلیبھم۔ ومحالھم عدوا محالک

اے خدائے کعبہ! دیکھ، آج کے دن صلیب پرست تیرے گھر پر قابض نہ ہو جائیں۔

ان کنت تارکھم وکعبتنا فامر مابدالک

اگر تیرا یہی منشا ہے۔ کہ یہ عیسائی ہمارے کعبہ پر قبضہ کر لیں۔ تو پھر جو تیرا جی چاہے۔ ارشاد فرما۔

جب تمام قریش شہر چھوڑ کر باہر خیمہ زن ہوئے تو عبدالمطلب کو معلوم ہوا کہ ان کے کچھ اونٹ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے ہیں۔ وہ اس حبشی سردار کے پاس گئے اور اس سے اونٹوں کا مطالبہ کیا، ابرہہ نے ان کی آمد پر بہت زیادہ ادب و احترام کا لحاظ کیا تھا۔ مگر اس سوال پر کہنے لگا کہ میں تو آپ کو صاحب دانش و بینش خیال

Marfat.com

کرتا تھا۔ اگر آپ مجھ سے یہ کہتے۔ کہ میں خانہ کعبہ توڑے بغیر چلا جاؤں تو کیا اچھا ہوتا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں صرف ان اونٹوں کا مالک ہوں۔ اس لئے مجھے ان کی فکر ہے۔ خانہ کعبہ کا جو مالک ہے۔ اس کی فکر وہ آپ کرلے گا۔ بہرحال مکۂ مبارکہ پر ابرہہ نے حملہ بول دیا۔

قانون تعذیبِ اُمم

قرآن کریم میں درس و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب ایک قوم بغی و عدوان کے انتہائی منازل طے کرلیتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس امت کو برباد کردیتا ہے مگر اس قانون تعذیبِ امم کو دو تاریخی دَوروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(الف) ایک دَور ابتدا سے شروع ہوکر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آکر ختم ہوجاتا ہے اس وقت تک انبیاء کرام کے اصحاب وحواریین کی تعداد بہت کم ہوتی ہے اس لئے مخالفین کے مقابلہ میں انہیں جانے کا حکم نہیں دیا جاتا۔ بلکہ کائنات ارضی وسماوی کو ان کی ہلاکت و بربادی پر متعین کیا جاتا ہے۔ کبھی طوفان آتا ہے، کسی وقت آندھی آتی ہے اور کبھی زلزلوں سے ایک مجرم جماعت کو ہلاک کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی آخری کڑی فرعون اور اس کی قوم ہے۔

(ب) اب رسولوں کے اتباع و مقلدین کی تعداد کافی ہونے لگی۔ اس لئے قانون یہ ہوا کہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں ان کے دشمنوں کو ذلیل کیا جائے۔ لیکن اس تقسیم کا یہ مطلب نہیں کہ اب خدا ہماری اس تقسیم کا پابند رہے گا۔ بلکہ وہ ذوالعرش المجید اور فعال لما یرید ہے۔ جس طریق پر چاہے ایک قوم کو برباد کرسکتا ہے۔

لارڈ کچنر اپنے آپ کو فرعونِ مصر کہا کرتا تھا۔ اس لئے وہ ٹھیک اپنے پیش رو کی طرح غرق بھی ہوا

یمن کے عیسائی آگے بڑھے کہ بیت اللہ کو توڑیں، قریش عاجز و درماندہ تھے، دنیا میں اور کوئی طاقت نہ تھی۔ جو اس اوّل بیت وضع للناس کی حفظ و نگہداشت میں اپنا خون بہا دیتی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے قانون تعذیب امم کی شق اوّل کے مطابق چڑیوں کو بھیجا، ابرہہ کو اپنے عظیم الجثہ ہاتھیوں پر فخر و ناز تھا۔ اس لئے خدا نے بھی ایک حقیر ترین پرندے کو اس متکبر لشکر کے برباد کرنے کے واسطے چُن لیا۔ وہ چڑیاں اصحاب فیل پر کنکریاں گراتی تھیں۔ اور جس پر کنکری گرتی تھی۔ وہ چیچک کے مرض میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ عرب میں سب سے پہلے چیچک کا ظہور اسی واقعہ سے ہُوا۔ ٹھیک اسی زمانہ میں علاقہ سویز اور طور سینا میں چیچک کا مرض پھیلا ہُوا تھا۔ ممکن ہے کوئی بہت بڑی آندھی چڑیوں کو اس علاقہ سے اڑا لے گئی ہو۔ جو اپنے ساتھ چیچک کے جراثیم ان کنکریوں میں لے گئی ہوں۔ تاکہ اللہ کے حکم سے انہیں تباہ و برباد کر دیں، یہ ایک عذاب تھا۔ جو ان بدبختوں پر مسلّط کر دیا گیا تھا۔ انہیں یہ بتانا تھا کہ ہم کائنات ارضی و سماوی کی حقیر ترین چیز کو بھی ہلاکت و بربادی کا سبب بنا سکتے ہیں، یہی پانی ہے۔ جو انسانوں کی زندگی کا باعث ہوتا ہے: وجعلنا من الماء کل شئ حیّ، مگر اسی سے ہم نے دشمنانِ نوح کو برباد کر دیا، یہی ہوا ہے جس نے قوم عاد کو نیست و نابود کر دیا۔ پس خدا کی قدرت میں یہ بات داخل ہے۔ کہ وہ جس سے چاہے تباہی کا کام لے لے، وما یعلم جنود ربک الا ھو۔

غرض اس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ تمام حملہ آور عیسائی برباد ہو گئے، انہیں اپنے مقاصد میں ناکامی اور خسران نصیب ہُوا اور ان کا خود گرجا بھی جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔

تشریحِ الفاظ

Marfat.com

کید کی پوری تفصیل سورۂ آل عمران میں گزر چکی ہے، اس کی طرف رجوع کیجئے یہاں بُری تدبیر مراد ہے، تضلیل کے معنی ضائع کرنے اور تدبیر میں ناکام رہنے کے ہیں، ابابیل کے معنی گروہ، جماعتیں اور فرقے ہیں، اس کا اطلاق جانوروں اور پرندوں پر ہوتا ہے، سجیل، یہ لفظ فارسی سے لیا گیا ہے، جیسے سنگ گِل یعنی کھنگر کہتے ہیں۔ عصف، برگ کشت، ماکول، جس کو جانوروں نے کھا لیا ہو۔ اور باقی کو ردّی سمجھ کر زمین پر پھینک دیا، یا پاؤں تلے روند ڈالا۔

ضروری تشریح

اس قدر تشریح کے بعد اب زیادہ تفسیر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اصحاب فیل کا حملہ مشہور ترین قصہ ہے۔ جس کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ عرب کے نزدیک تو یہ واقعہ اس درجہ اہمیت رکھتا تھا کہ انہوں نے اپنا سال ہی اسی سے شروع کیا اور اس کا نام عام الفیل رکھا۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہوئی۔ کہ اس حادثہ کے دو ایک ماہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ جیسا کہ تمام معتبر روایات سے ثابت ہے۔

نتائج وعبر

یہ ایک واقعہ تھا جو ہو گیا۔ مگر قرآن کوئی تاریخی کتاب نہیں۔ جو اس قصہ کی حکایت کرتی۔ بلکہ اس کے بیان سے غرض عبرت و بصیرت ہے اور اس سے حسب ذیل نتائج وعبر کا استخراج و استنباط ہوتا ہے :-

(۱) دنیا میں بعض چیزیں ایسی ہیں۔ جن کو اللہ تعالے اپنی طرف منسوب کرتا۔ ان کو اپنی یادگار قرار دیتا، اور ان کی حفظ و نگہداشت اپنے اوپر لیتا ہے۔ وہ

Marfat.com

شعائر الٰہیہ یہ ہیں:

(الف) قرآن، اس کی نسبت فرمایا: انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحٰفظون (۱۵: ۹) "بے شک یہ کتاب نصیحت ہمیں نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔"

(ب) محمدؐ، آپ اللہ کے رسول ہیں، قرآن میں آتا ہے: واللہ یعصمك من الناس (۵: ۶۷) "اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔"

(ج) نماز، اس کو کفر و اسلام میں مابہ الامتیاز چیز قرار دیا گیا، قرآن نے اکثر مقامات میں اس کو ایمان کے ساتھ ذکر کر کے بتا دیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اس کا پڑھنا ہر مسلمان پر لازم کر دیا۔ اور آج بلاشبہ جس طریق پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ادا کیا کرتے تھے۔ یہی اس کی حفظ و نگہداشت ہے۔

(د) بیت اللہ، اس کا نام ہی اپنی نسبت کو ظاہر کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے آج تک اس کا حج ہوتا ہے۔ اس کی حفاظت کی یہ صورت کر دی: ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم (۲۲: ۲۵) "اور جو اس میں شرارت سے کجروی و کفر کرنا چاہے۔ اس کو ہم درد دینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔"

سورۃ الفیل نے اس حقیقت پر مہر لگا دی کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔ اور وہی اس کا نگران کار ہے، قریش اگر ناقابل تھے تو خدا نے اس کی حفاظت کے دوسرے سامان پیدا کر دئے اور وہ اب بھی ایسا کر سکتا ہے مگر فرزندانِ اسلام کو چاہیئے۔ کہ وہ اس سعادتِ کبرے کو خود حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اس وقت تک دم نہ لیں جب تک ارضِ حجاز کو تمام غیر مسلم اقوام کے اثر و نفوذ اور بالا دستی سے پاک و صاف

نہ کریں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو وہ اس زعم باطل میں نہ رہیں کہ ہمارے انحراف واجتناب سے کعبہ کی نگرانی بھی نہ ہو گی۔ یاد رکھو، وہ خدائے قہار تمہاری اعانت سے بالکل بے نیاز ہے، بلکہ تم ہی اس کے محتاج ہو۔ وہ اس کی حفظ وصیانت کے لئے دوسری قوتوں سے بھی کام لے سکتا ہے: ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ (۲۲: ۳۰) "اور جو شخص ادب کی چیزوں کی، جو خدا نے مقرر کی ہیں، عظمت رکھے، تو یہ پروردگار کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے" اس کے بعد فرمایا: ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (۲۲: ۳۲) "اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو خدا نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ فعل ان کی پرہیزگاری میں سے ہے۔"

عیسائی اور مسلمان

(۲) ابرہہ نے ۵۷۱ء میں مکہ پر فوج کشی کی۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، واقعہ فیل دراصل آپ کے لئے پیش خیمہ تھا۔ باوجودیکہ قریش مشرک تھے اور حملہ آور عیسائی۔ مگر پھر بھی خدا نے ان صلیب پرستوں کو ذلیل کیا۔ یہ ایک ایسی فتح مبین تھی۔ جس میں انسانی ہاتھ کو مطلق دخل نہ تھا۔ غرض یہ تھی کہ خانہ کعبہ اور مکہ کی بزرگی مسلّم ہو جائے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بابرکت ولادت کا مقصد یہ تھا۔ کہ آپ ایک جدید امت مسلمہ کی بنیاد ڈالیں۔ جو عالمگیر برادری قایم کرے۔ تمام مذاہب کو ایک مرکز پر لے آئے اور بیت اللہ اس کی تمام سعی وکوشش کا مرکز ہو۔ لیکن عین آپ کے ظہور قدسی سے چند ماہ قبل ایک عیسائی بادشاہ اس بیت اللہ الجلیل کو توڑنے کی فکر کرتا ہے۔ اس توافق حالات سے لطیف طور پر یہ نتیجہ اخذ

Marfat.com

کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس میں مسلمانوں کو یہ بتانا تھا کہ دنیا میں اس اول بیت وضع للناس کے شدید ترین دشمن یہی عیسائی ہوں گے۔ وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہیں گے کہ بیت اللہ کو تباہ و برباد کر دیں، ارضِ حجاز پر قبضہ کر لیں، اس مرکز کو ہاتھ میں لے کر مسلمانوں کو عیسائی بنا لیں۔ ورنہ ان کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیں۔

تاریخ اپنے پورے تسلسل کے ساتھ ہمارے اس نتیجہ کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہے۔ اور آج کل کے واقعات تو کسی تشریح و توضیح کے محتاج نہیں ۔ حسین رضؓ کا جو انجام ہوا، وہ سب پر ظاہر ہے ؂

Marfat.com

۱۰۶
القریش

(چار آیات)

تمہید

قریش کو تجارت کا شوق تھا۔ اور وہ سردی اور گرمی میں یمن اور شام کی طرف تجارت کے قافلے لے کر جاتے اور مالا مال ہو کر واپس لوٹتے، انہیں دشمن کا خوف نہ تھا۔ اور ان کی ضروریاتِ زندگی بھی سب کی سب پوری ہو جاتیں۔ اس لئے انہیں چاہیئے۔ کہ اسی ایک خدا کی عبادت کریں۔ جس نے ان پر یہ نعمتیں نازل کیں، اور اصنام و طواغیت کے آگے سربسجود نہ ہوں۔

Marfat.com

صوفیائے کرام و علمائے عظام

شوقِ تجارت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ (۲) اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ (۳) فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ (۴) الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۔

قریش کے مانوس کرنے کے سبب یعنی ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب، لوگوں کو چاہیئے۔ کہ اس نعمت کے شکر میں اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔

الف، الاف، اور ایلاف، تینوں کے معنی ہیں الفت دلانا، دوسرا ایلاف پہلے سے بدل واقع ہوا ہے۔ رحلۃ کے معنی کوچ کرنے کے ہیں۔ اور یہ ارتحال کا اسم ہے،

قریش اس قبیلہ کا نام ہے۔ جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے یہ لوگ بیت اللہ کے مجاور اور خادم تھے۔ اس جاروب کشی کا یہ اثر تھا۔ کہ تمام

Marfat.com

قبائل عرب اور دور دراز کے لوگ ان کی عزت وتکریم کرتے ۔ ملک میں سب طرف لوٹ مار رہتی، مگر بیت اللہ کے ادب و احترام کی وجہ سے مکہ مبارکہ میں برابر امن و امان رہتا ۔ یہ لوگ سردی میں یمن کی طرف، اور گرمی میں شام کی جانب تجارت کی غرض سے سفر کرتے ۔ اللہ کے پاک گھر کی ہمسائگی کا یہ نتیجہ تھا ۔ کہ کوئی ان کا مزاحم نہ ہوتا ۔ بلکہ سب ان کا اکرام و احترام کرتے ، ان کی خدمت میں نذر و ہدایا پیش کرتے ۔ اور انجام کار اپنی تجارت میں شادکام و بامراد ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹتے ۔

اس سورت میں ان نعمتوں کو یاد دلا کر قریش سے یہ کہا گیا کہ تمہاری عزت لوگوں کے دلوں میں صرف اس لئے ہے کہ تم بیت اللہ کے مجاور اور خادم ہو ۔ ورنہ سرزمین عرب میں اور بھی قبائل ہیں ۔ مگر انہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں ۔ پس جب تمہاری یہ عزت وتکریم محض بیت اللہ کے خدمت گزار ہونے کی وجہ سے ہے اور اس کی ہمسائگی کی بدولت کسی کو تم پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی ۔ تو شرط انصاف یہی ہے ۔ کہ جس گھر کی بدولت تمہیں یہ سب کچھ حاصل ہے ۔ اسی کے مالک کی غلامی کرو اور اسی ایک اللہ کے آگے خمیدہ گردن ہو جاؤ ۔

بصائر و حکم

اس سورۂ مبارکہ میں عبرتوں اور بصیرتوں کے مخفی خزانے ہیں ۔ اگر دیدۂ عبرت سے اس کا درس و مطالعہ کیا جائے ۔ تو اس سے حسب ذیل حکمتوں کا استنباط و استخراج ہوتا ہے :

(۱) دنیائے اسلام آج بھی اہل عرب کی وہی عزت وتکریم کرتی ہے ۔ جو اہل عرب قریش کی کیا کرتے تھے ۔ عربوں کے اکرام و احترام کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کے گھر کے مجاور، رسول اللہ کی مسجد کے جاروب کش، اور اس سرزمین کے رہنے والے ہیں

Marfat.com

جہاں سرورِ عالم فداہ امی وابی جلوہ افروز ہوئے۔ پس جب ان کے ادب و احترام کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ تو ان کا یہ اولین فرض ہے۔ کہ وہ سرزمین عرب کو غیر مسلم اقوام کے ناپاک اثرات سے بالکل صاف کر دیں، اس بقعۂ مبارکہ کو صرف فرزندانِ اسلام ہی کے لئے مخصوص کر دیں۔ بیت اللہ کو اصلی معنی میں حرماً امناً بنا دیں۔ کسی غیر مسلم طاقت سے نہ سراً و علناً کوئی وظیفہ طلب کریں، نہ کسی یورپین حکومت کی بالا دستی قبول کریں، اور نہ غیر اللہ سے خوف زدہ ہوں۔ اس لئے کہ جس خدا نے قریش کو اطعمھم من جوع و امنھم من خوف سے سرفراز کیا تھا۔ وہ اللہ آج بھی زندہ ہے غیر مسلم اقوام کے خوف سے بھی ان کو محفوظ و مصئون کر دے گا۔ اور اسی گھر میں بیٹھے بیٹھے تمام دنیا کی دولت ان کے پاؤں پر نثار کر دے گا: وکان وعدا مفعولا

اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو دونوں چیزوں کی بشارت دیتا ہے۔ یعنی دشمنوں سے محفوظ رکھے گا اور ان کو معیشت کی فکر سے بے نیاز کر دے گا۔ جو اپنی زندگی خدائے قدوس کے گھر کی حفظ و صیانت میں لگا دیں گے۔ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ اس پر اعتماد کر کے دیکھو: ومن اصدق من اللہ قیلا؟ اللہ سے بڑھ کر سچ بولنے والا اور اپنی بات کا پکا کون ہے۔

(۲) دنیائے اسلام میں ہر جگہ علمائے کرام و صوفیائے عظام کو بہت زیادہ احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور تمام مسلمان بلا استثنا ان کی عزت و تکریم کرتے ہیں، ان کے ادب و اکرام کا اگر کوئی سبب ہے۔ تو وہ صرف یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کے کلام کو لوگوں کے پاس پہنچاتے ہیں۔ اس کی نشر و اشاعت میں مصروف ہیں اور اسی کی طرف سب کو بلاتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت ان میں سے اکثر اپنے فرائض کو فراموش کر چکے ہیں۔ اور راحت و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں مگر کتاب و سنت کے ساتھ انہیں جو نسبت ظاہری حاصل ہے، تمام دنیا ان کے ادب و احترام کو اب بھی

Marfat.com

برابر ملحوظ رکھتی ہے ۔

پس جب ان دونوں گروہوں کی عزت صرف اسی وجہ سے ہو رہی ہے ۔ تو انہیں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ اللہ کی غلامی اور عبودیت کا جؤا اپنی گردن سے اتار کر غیروں کا طوقِ لعنت اس میں ڈال لیں، اپنی ابلیسانہ کارروائیوں سے غیر مسلم اقوام کو بلاد و امصارِ اسلامی پر قبضہ کرنے میں مدد کریں، اور جب ہلال کی جگہ صلیب لہرانے لگے تو درباروں میں حاضر ہو کر اپنے عیسائی حکمرانوں کی خدمت میں تبریک و تہنیت پیش کریں، جیسا کہ وہ بدبختانہ و ۱۰ اب تک کرتے رہے ہیں ۔ الا ما شاء اللہ وقلیل ما ھم ؛

Marfat.com

۱۰۷

الماعون

(سات آیات)

تمہید

اس سورت میں قوموں کی تباہی و بربادی کے مختلف اسباب میں سے ایک سبب پر بحث کی گئی ہے اور وہ بخل و امساک ہے۔ قول اور عمل میں باہمی تطابق ضروری ہے اور آخر میں ان لوگوں کو دھمکی دی ہے جو باوجود نماز کے پابند ہونے کے ذرا ذرا سی بات میں بخل سے کام لیتے ہیں۔

Marfat.com

مالی قربانی

زبانی دعوے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ — بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے یہ وہی بدبخت ہے۔ جو یتیم کو

(۲) فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ — دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھلانے

(۳) وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ — کے لئے لوگوں کو ترغیب نہیں دیتا۔

قوموں کی تباہی و بربادی کے اصول و کلیات تو بہت ہیں۔ مگر دو چیزیں ایسی ہیں۔ جو ان سب کی اصل و اساس ہیں۔ جب کسی قوم کے افراد اپنی ضرورتوں کو مقدّم کر دیں۔ اپنے ذاتی نفع و ضرر کو ترجیح دیں، اور قوم کی پروا نہ کریں، تو اس جماعت کا زندہ رہنا غیر ممکن ہو جاتا ہے، کوئی جماعت ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کے پاس روپیہ نہ ہو۔ اور جب ارکان ملّت ہی بخل و امساک پر کمر باندھ لیں۔ تو دوسرا کون ان کی امداد کرے گا۔

اقوام و ملل کی تباہی اسی مال کی محبت سے شروع ہوتی ہے ایک شخص یہ اقرار

Marfat.com

کرتا ہے۔ کہ جزائے اعمال یقینی ہے۔ میری ہر سعی و کوشش کا نتیجہ قومی نشو و ارتقا ہے اور اس کا دائمی ثمرہ مرنے کے بعد ملے گا۔ مگر اس کے اعمال اس دعوے کے بخط مستقیم مخالف ہیں، وہ جانتا ہے کہ قوموں کی حیات مساکین و یتامیٰ کی تربیت کے ساتھ وابستہ ہے اگر ان افراد کی تعلیم و تربیت کا انتظام نہ کیا جائے گا۔ تو یہ قوم کے لئے بارِ دوش ثابت ہوں گے۔ اور غیر مذاہب کے لوگ انہیں اپنی طرف لے جائیں گے مگر باوجود اس کے اس کی حالت یہ ہے کہ نہ صرف ان کی حفظ و نگہداشت سے انکار کرتا ہے۔ بلکہ اس کے مصالحِ خصوصی اور ذاتی اغراض اس درجہ غالب آگئے ہیں کہ دوسروں کو بھی ان کی امداد و اعانت پر نہیں ابھار سکتا۔

جس شخص کے یہ اعمال ہوں تو کیا کوئی عقلمند انسان بھی اس کی نسبت یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ جزائے اعمال کا اقرار کرتا ہے۔ اور اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہے، ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ بدبخت اپنے عملِ سوء سے اپنے دعوے کی آپ تکذیب کر رہا ہے پھر جس قوم میں اس قسم کے افراد کی کثرت ہو، اس کے زندہ رہنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟

حقیقتِ نماز سے غفلت

(۴) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (۵) الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (۶) الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (۷) وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ۔

تو ایسے نمازیوں کی خرابی ہے۔ جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں۔ اور برتنے کی چیزیں عاریت نہیں دیتے۔

بھلا ان لوگوں کی نمازیں کس کام کی۔ نماز کی غرض تو یہ تھی۔ کہ انسان ہر قسم کی بداخلاقی اور خلافِ مروّت و دیانت باتوں سے پرہیز کرے۔ اس سے بڑھ کر اور

اور کیا بد اخلاقی ہو سکتی ہے کہ ہمارا ایک بھائی بھوک کے مارے تڑپ رہا ہے، مگر ہم ہیں۔ کہ ٹس سے مس بھی نہیں ہوتے، اس کو بھوکا مرنے دیتے ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کسی سے اس کو کچھ دلوا دیں۔ نماز میں سربسجود ہونے کا مقصد یہ تھا۔ کہ میں رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے اپنی ہستی تک مٹانے کو تیار ہوں اگر یہ جذبۂ صادقہ ہو۔ تو بندگانِ خدا کی خدمت کو اپنا فخر خیال کرے۔ لیکن جب مخلوقِ خدا کی دلآزاری کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ نماز ریاکاری کی پڑھ رہا ہے ؞

ماعون

ایک یتیم اور مسکین کی امداد تو بڑی بات ہے اس میں تو بخل کا مرض اتنا ترقی کر گیا ہے کہ معمولی روزمرہ کے استعمال کی چیزیں بھی دوسرے کو عاریۃً نہیں دے سکتا۔

ماعون کے متعلق احادیث میں مختلف چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان روایات کی بنا پر مفسرین کرام کے اقوال میں بھی بظاہر اختلاف نظر آتا ہے لیکن درحقیقت ان میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ یہ لفظ عام ہے اور تمام چیزیں اس کے دائرے میں آجاتی ہیں، غرض ان سب کی یہ ہے کہ جو شخص ان حقیر و ادنےٰ چیزوں میں بھی ایثار و فدویت سے کام نہیں لے سکتا۔ اور اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس سے کسی بڑی قربانی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

قوموں کی تباہی اس مرض بخل ہی سے شروع ہوتی ہے پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس خبیث مرض سے بچنے کی کوشش کریں اور ملک و ملت اسلام کے نام پر اپنی دولت لٹانے کو تیار ہو جائیں کہ اس کے بغیر نہ تو کلمۃ اللہ بلند و برتر ہو سکتا ہے اور نہ بلادِ اسلام کو مکمل آزادی مل سکتی ہے ؞

Marfat.com

الکوثر ۱۰۸

تین آیات

تمہید

ان تین آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت قرآن ہے (اس کی نشر و اشاعت کرو اور جانی قربانی کے لئے تیار رہو) اس کے بعد تمہارے دشمنوں کا تباہ و برباد ہو جانا قطعی اور یقینی ہے ۔

Marfat.com

حیاتِ ملّی

کوثر کا مطلب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ   ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔

لفظ کوثر دراصل کثرت سے فوعل کے وزن پر صیغہ مبالغہ ہے۔ اس کے معنی میں مفسرین نے شدید اختلاف کیا ہے۔ اس کی تفسیر میں سولہ اقوال بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے اصلی معنی تو خیر کثیر ہی کے ہیں۔ مگر اختلاف اس میں ہے کہ اس کا صحیح اطلاق کس پر ہوتا ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ تو ہر قول اپنے مقصود کے اعتبار سے ٹھیک ہے۔ ہم ان میں سے صرف ایک کو منتخب کرتے ہیں۔ اور وہ قرآن کریم ہے۔

سورۂ بقرہ میں آتا ہے: یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (۲: ۲۶۹) "وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جس کو دانائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی"۔ اس آیت میں خیر کثیر کا اطلاق حکمت اور دانائی کی باتوں پر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن سے بڑھ کر دنیا کے لئے

Marfat.com

اور کون سی دانائی ہو سکتی ہے۔ وانہ لکتب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (۴۱: ۴۱ و ۴۲)
"اور یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔ اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے، نہ پیچھے سے، اور دانا اور خوبیوں والے خدا کی اتاری ہوئی ہے"۔ اس آیت کی بنا پر ہمارے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ ترجیح قول یہی ہے۔ جس کو ہم نے اختیار کیا ہے۔

مگر ساتھ ہی اس کے ہم اس حدیث کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حوض کوثر دیا گیا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے۔ کہ دونوں اقوال کا مصداق ایک ہی ہے اور وہ قرآن ہے۔

کتاب و سنت کے درس و مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم کے علاوہ ایک دوسرا موطن بھی ہے۔ جہاں معانی بھی کوئی نہ کوئی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسے حکماء کی اصطلاح میں عالمِ مثال کہتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ، البدور البازغہ، اور خیر کثیر میں اس کی تفصیل کی ہے۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہم نے بھی اس کا مختصر سا تذکرہ کیا ہے ومن شاء التفصیل فلیرجع ثمہ

عالمِ مثال کو تسلیم کر لینے کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن ایک کتاب ہے۔ جو دنیا کو علم بخشتی ہے، اسی کتاب عزیز کی مثالی صورت وہ حوض کوثر ہے جس کی صفات و مختصات حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔

شکرِ نعمت

(۲) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ — تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو

Marfat.com

اور قربانی کیا کرو۔

اس عظیم وجلیل نعمت، اس خیر کثیر، اور اس بصائر للناس قرآن کریم کا شکریہ ہے۔ کہ تم اللہ کے لئے نماز پڑھو۔ اس نماز میں قرآن پر غور کرو، اس کتاب عزیز کی نشر واشاعت کی تدابیر سوچو، اور تمہاری سعی وکوشش یہ ہو کہ اس کی آواز دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ جائے: بلغ ما انزل الیك جو قرآن تمہاری طرف اتارا گیا ہے۔ اس کا شکر یہی ہے۔ کہ اسے دوسروں کے پاس پہنچا دو۔

دوسرے اللہ ہی کے لئے قربانی کرو۔ تاآنکہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کی حقیقت تم پر طاری ہو جائے۔ تم ابراہیم کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھو۔ خدائے قدوس کے قانون کو بلند کرنے کی خاطر وہ اپنی جان، اپنا وطن، اپنی قوم اور اپنے بیٹے کو قربان کر چکے تو انہیں دنیا و آخرت کی امامت وسرفرازی نوازش کی گئی: واذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلك للناس اماما، اسی ایثار وفدویت کی بدولت انہیں دین و دنیا کی برگزیدگی بخشی گئی: ولقد اصطفینہ فی الدنیا وانہ فی الاخرۃ لمن الصلحین

قربانی کا مقصد محض جانور ذبح کرنا نہیں، بلکہ غرض یہ ہے کہ ذبح کرتے کرتے ہم خود اللہ کے نام پر قربان ہونے کو تیار ہو جائیں اور کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی اس راہ میں حائل نہ ہو سکے۔ انسان کی سب سے بڑی سعادت و نیک بختی یہ ہے کہ وہ کلمۃ اللہ کی بلندی و برتری کے لئے سب کچھ قربان کر دے۔ اسلام میں قومیت اور وطنیت کوئی چیز نہیں۔ بلکہ جو کچھ کریں اللہ کے قانون کی نشر واشاعت اور عالمگیر برادری کے قیام کے لئے کریں۔

اس کا نتیجہ

Marfat.com

(۳) إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۔ جو تمہارا برا چاہے اسی کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا

شانی کے معنی مبغوض کے ہیں، اور شنان بغض کو کہتے ہیں، ابتر اس جانور کو کہتے ہیں۔ جس کی دُم کٹی ہوئی ہو، اس شخص کو بھی ابتر کہا جاتا ہے جس کے اولاد نہ ہو، اور اس کا نام لینے والا نہ ہو، عموماً اولاد ہی سے باپ دادا کا نام باقی رہتا ہے پس ابتر وہ شخص ہے جس کا ذکر خیر باقی نہ رہے۔ اس آیت میں یہی مراد ہے ؛

روایات میں آتا ہے کہ جب کبھی عاص بن وائل کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتا کہ اس کا تو نام ہی نہ لو۔ اس کے اولاد تک نہیں جو اس کا نام زندہ رکھ سکے۔ اس کے مرتے ہی یہ تمام جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

اس سورت میں رسول اللہ کو یہ بشارت دی گئی۔ کہ آپ کفار کی یہ باتیں سن کر پریشان خاطر نہ ہوں، آپ کے دشمن مرٹ جائیں گے اور ان کا نام ونشان باقی نہ رہے گا اللہ نے آپ کو ایسی عظیم الشان خیر و برکت دی ہے، جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ بڑھتا ہی جائے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک دنیا کے ہر گوشہ اور کونہ میں پہنچا ہوا ہے۔ مگر کفار و معاندین اس طرح بے نام ونشان ہیں کہ تاریخ کے اوراق بھی ان کے حالات و واقعات سے خالی ہیں۔

یہ نہ خیال کیا جائے کہ اس سورت میں جو وعدہ دیا گیا ہے وہ صرف رسول اللہ ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ بلکہ تمام امتِ مسلمہ بھی اس میں شریک ہے۔ اور خداوند قدوس آج بھی پکار پکار کر فرزندانِ اسلام کو یہ مسرت اندوز بشارت دے رہا ہے کہ اگرچہ دنیائے عیسائیت تمہارا نام ونشان مٹانے پر متحد ہو چکی ہے اور ہر طرف سے تکلیفوں اور مصیبتوں کی تاریکی نے تمہیں گھیر لیا ہے۔ مگر یاد رکھو۔ اگر تم فصلّ

Marfat.com

لربک وانحر کی حقیقت اپنے اوپر طاری کر لو۔ قرآن کریم کی نشر و اشاعت کے لئے تمام دنیا کو چھان مارو اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ایک ایک مسلمان مجسمۂ ایثار و فدویت ہو۔ اور جب کبھی اسلام کو ضرورت ہو تو وہ اپنا آخری قطرۂ خون تک اس کے حفظ و صیانت میں بہانے کو تیار ہو۔ تو پھر دنیا تمہاری ہے تمہارا ہی بول بالا ہو گا۔ تمہارا ہی ذکر خیر ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا اور تمہارے تمام دشمن نیست و نابود ہو جائیں گے وما ذلک علی اللہ بعزیز ؎

Marfat.com

۱۰۹

الکافرون

(چھ آیات)

تمہید

اس سورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا ہے کہ وہ کفار سے انقطاعِ تعلقات و روابط کا اعلان ان الفاظ میں کر دیں۔ کہ نہ تو میں اس وقت کفار کے معبودانِ باطل کی پرستش کر سکتا ہوں اور نہ آئندہ وہ مجھ سے اس قسم کی توقع رکھیں۔ بلکہ اب ان سے ہر قسم کا رشتہ توڑ لیا گیا ہے ؛

Marfat.com

انقطاعِ تعلقات

ناممکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (۲) لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (۳) وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ۔

اے پیغمبر منکرانِ اسلام سے کہہ دو کہ اے کافرو جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا۔ اور جس خدا کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اس کی تم عبادت نہیں کرتے

سورۂ کوثر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو بشارت دی گئی تھی۔ کہ اگر انہوں نے اشاعت قرآن اور قربانی کو اپنا نصب العین بنا لیا۔ تو ہر جگہ وہی کامیاب رہیں گے اور ان کے مخالفین کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اب اس سورہ میں تمام معاندینِ اسلام پر یہ واضح کر دیا جاتا ہے کہ کفر و اسلام میں اتحاد ناممکن ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک سال میں تمہارے معبودانِ باطل کی پرستش کروں اور دوسرے سال تم میرے خدا کو پوجو۔

جو لوگ عرب کے حالات سے واقف ہیں۔ وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ

Marfat.com

ہر قبیلہ اپنا جداگانہ بت رکھتا تھا۔ جب کبھی دو قبیلوں میں اتحاد ہوتا تو وہ اس اتحاد کے حفظ و بقا کے لئے دوسرے قبیلے کے بُت کی بھی پرستش شروع کر دیتا، یہی وجہ تھی کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت جمع ہو گئے تھے۔ یعنی باہمی اتحاد و یگانگت کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ ایک دوسرے کے خدا کی تعظیم کریں۔ چنانچہ یہی درخواست کفار قریش نے رسول اللہؐ سے کی، ابن عباس کہتے ہیں کہ قریش نے کہا:

(الف) ہم آپ کو اتنا مال دے دیتے ہیں کہ مکہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی دولت مند نہ ہو گا۔

(ب) ہماری لڑکیاں موجود ہیں۔ ان میں سے جو آپ کو پسند ہو اس سے نکاح کر لیجیے۔

اور اس کے عوض میں آپ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کیجیے اور اگر یہ شرائط بھی منظور نہ ہوں تو پھر ہم یہ عرض کریں گے، نعبد آلھتنا سنۃ، و نعبد الٰھک سنۃ "ایک سال تم ہمارے خداؤں کو پوجو اور ایک سال ہم تمہارے معبود کی پرستش کریں گے" اس گفتگو کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے سورۂ کافرون نازل فرمائی۔

جس قدر بت پرست اقوام ہیں۔ ان میں جو بتوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔ تو اس کا یہی سبب ہے۔ جو اوپر بیان کیا گیا۔ چنانچہ ایک جگہ قرآن میں آتا ہے: وقال انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا مودۃ بینکم فی الحیٰوۃ الدنیا ثم یوم القیٰمۃ یکفر بعضکم ببعض و یلعن بعضکم بعضا و ماوٰکم النار وما لکم من النصرین (۲۹: ۲۵) "اور ابراہیم نے کہا۔ کہ تم جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو۔ تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لئے۔ مگر پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کی دوستی سے انکار کر دو گے، اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہو گا۔"

Marfat.com

پس جب کفار قریش کے مطالبہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں تو نہایت ہی صاف اور غیر مشتبہ الفاظ میں کہہ دیا گیا کہ اس وقت کفر و اسلام کا اتحاد ناممکن ہے۔

دائمی فیصلہ

(۴) وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ
(۵) وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ

اور میں پھر کہتا ہوں کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو، ان کی میں پرستش نہیں کروں گا اور نہ تم اس کی بندگی کرو گے۔ جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔

ان آیات میں اس علیحدگی اور انقطاعِ تعلقات کو اور زیادہ واضح اور روشن الفاظ میں بیان کر دیا۔ کہ جس طرح اس وقت اتحاد باہمی ناممکن ہے، اسی طرح تم آیندہ کے لئے بھی یقین کر لو کہ ہم میں اور تم میں ائتلاف و یگانگت کی کوئی صورت نہیں، اور ہم سے تم اپنی تمام توقعات کو منقطع کر لو۔

ان الفاظ میں نہ صرف برأت اور علیحدگی کا اعلان ہے۔ بلکہ لطیف طریق پر ان کے معبودانِ باطل کی برائی بھی ہے، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس طرح مخاطب کر کے فرمایا تھا : ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون، قالوا وجدنا آباءنا لھا عابدین، قال لقد کنتم انتم وآباءکم فی ضلل مبین (۲۱ : ۲۵ تا ۵۴) "یہ کیا مورتیں ہیں جن کی پرستش پر تم معتکف و قائم ہو۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پرستش کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا۔ تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے رہے۔" اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ سورۂ شعرا میں آیا ہے:

Marfat.com

فانهم عدو لی الا رب العالمین : "وہ میرے دشمن ہیں۔ لیکن رب العالمین میرا دوست ہے"۔

آخری اعلان

(۶) لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ   تم اپنے دین پر اور میں اپنے دین پر

ان الفاظ نے اس فیصلہ پر مُہر لگا دی، اور یہ طے ہو گیا کہ کسی وقت اور کسی حالت میں بھی کفار اور ارباب ایمان کا اتحاد نہیں ہو سکتا۔

ادوار ثلثہ

ہر نبی اور داعی حق کو ان تین منازل میں سے گذرنا پڑتا ہے :

(الف) انذار و تبلیغ ، یہ اولیں منزل ہے، جب نبی اپنے مقاصد کا اعلان کرتا ہے اس وقت متلاشیان حق تو اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور مخالفین اس سے بغض و عداوت کا اظہار کرتے ہیں : وانذر عشیرتک الاقربین ، واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین ، فان عصوک فقل انی بری مما تعملون (۲۶ : ۲۱۴ تا ۲۱۶) "اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو ، اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان سے بتواضع پیش آؤ۔ پھر اگر لوگ تمہاری نافرمانی کریں۔ تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بے تعلق ہوں"۔

(ب) ہجرت الی اللہ ، جب مخالفت بڑھ جاتی ہے تو اب اسے ترک وطن اور ذہاب الی اللہ کی مقدس منزل طے کرنی پڑتی ہے یہ ہجرت اگر ایک طرف ارباب قدس و طہارت کی فتح و کامرانی کی تمہید ہوتی ہے تو دوسری جانب کفار و معاندین کی تباہی و بربادی کا بھی پیش خیمہ ہوتی ہے اور درمیان کا زمانہ ان کے لئے ایک

Marfat.com

طرح کی مہلت کا وقت ہوتا ہے اگر اصلاح کر لیں تو بہتر ورنہ بہت جلد ہلاک ہو جائیں گے، چنانچہ جب لوط علیہ السلام نے اپنے وطن کو ترک کر دیا اور ان کی قوم کے لوگ فسق و فجور ہی میں مبتلا رہے تو فوراً ہلاک بھی کر دئے گئے۔ جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی راہ لی اور کفار اپنی ہٹ پر قائم رہے تو ابتداً غزوۂ بدر میں اور انجام کار فتح مکہ کے روز ان کا نام و نشان بھی مٹا دیا گیا

(ج) فتح و کامرانی، ذہاب الی اللہ کے بعد رسول کی کامیابی ہی کامیابی ہے، فتح و ظفر اس کے ہم رکاب ہوتی ہے اور نصرت بالرعب مبسرہ شہر کا ظہور ہونے لگتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب سورۂ کفرون میں معاندین اسلام سے انقطاع تعلقات کر لیا گیا۔ تو فوراً بعد سورۂ نصر نازل کر کے اہلِ ایمان کو فوز و فلاح کی بشارت دی اور سورۂ تبت میں کفار کی شکست کا اعلان کر دیا گیا۔

یہ اعلانِ جنگ ہے

اس سورۃ کو بعض لوگوں نے صلح و آشتی پر محمول کیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں، اوّل تو اس کا نام ہی ظاہر کر رہا ہے۔ کہ اب رسول کو ان لوگوں کی ہدایت کی امید رکھنا فضول ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے کفر و بت پرستی پر قایم رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جیسا کہ ہم شانِ نزول میں بیان کر چکے ہیں۔ اور متکبرین ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ یہی جواب فرعون نے موسے کو دیا تھا: قالوا سحران تظاھرا وقالوا انا بکل کافرون (۲۸: ۴۸) "کہنے لگے کہ دونوں جادوگر ہیں، ایک دوسرے کے موافق اور بولے کہ ہم سب سے منکر ہیں" سورۂ زخرف میں آتا ہے: ولما جاءھم الحق قالوا ھذا سحر وانا بہ کافرون (۴۳: ۳۰) "اور جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے" سورۂ سبا

میں فرمایا : وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا بما ارسلتم
بہ کافرون ، وقالوا نحن اکثر اموالا واولادا وما نحن بمعذبین ،
(۳۴:۳۴ و ۳۵) "اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔ مگر وہاں کے
خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو۔ ہم اس کے قائل نہیں،
اور یہ بھی کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں۔ اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا"

علاوہ ازیں مفسرین کرام نے اس سورۃ کے تین نام ذکر کئے ہیں۔ اور تینوں
انقطاع تعلقات اور اعلان جنگ کو ظاہر کرتے ہیں:

(۱) المنابذۃ، سورۃ توبہ میں کفار کے عہود مواثیق کے متعلق آتا ہے: واما تخافن
من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء، لفظ نبذ کے معنی پھینکنے کے ہیں۔
گویا اس سورۃ میں بھی کفار کے عہود و مواثیق کو انہی پر پھینک دیا گیا ہے اور ان
سے کہہ دیا گیا ہے کہ اب ہمیں تم سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) الاخلاص، اس نام کا بھی اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں کہ مسلمانوں اور
کافروں کی جماعتوں کو ایک دوسرے سے الگ اور ممتاز کر دیا جائے۔ یعنی اسی تفریق
و امتیاز کے لئے آتا ہے کہ کسی قسم کا شک و اشتباہ باقی نہ رہے: ولیمحص اللہ
الذین امنوا ویمحق الکافرین

(۳) المقشقشۃ، اس کا مطلب یہ ہے کہ ناپاکی سے قطع تعلق اور طہارت و
پاکیزگی کا وقت قریب آگیا ہے۔

پس یہ تینوں نام اس حقیقت پر مہر لگا دیتے ہیں کہ موضوع سورت کافروں
سے انقطاع تعلقات ہے۔

لکم دینکم ولی دین

Marfat.com

جس طرح کہ گذشتہ اسمائے سورت اپنا مطلب آپ واضح کر رہے ہیں اسی طرح سورت کی آخری آیت بھی ہر قسم کے غبار شک و اشتباہ کو دور کر دیتی ہے اور یہ الفاظ بالکل ایسے ہی واقع ہوئے ہیں۔ جیسے سورۂ یونس میں فرمایا گیا ہے:

وان کذبوک فقل لی عملی ولکم عملکم، انتم بریٔون مما اعمل وانا بری مما تعملون (۱۰: ۴۱) "اور اگر یہ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو کہ مجھ کو میرے اعمال کا بدلہ ملے گا' اور تم کو تمہارے اعمال کا، تم میرے اعمال کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمہارے عملوں کا جواب دہ نہیں ہوں"۔ ایسے ہی حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو مخاطب کیا تھا: اننی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانہ سیہدین، وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلہم یرجعون (۴۳: ۲۶تا۲۸)

"جن چیزوں کو تم پوجتے ہو، میں ان سے بیزار ہوں، ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا۔ اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے تاکہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔"

پس اس سورۃ کا موضوع اور مضمون انقطاع تعلقات کے سوا اور کچھ نہیں ہے:

Marfat.com

النّصر

(تین آیات)

تمہید

اس میں فتح مکہ، مسلمانوں کی نصرت و کامرانی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان کیا گیا ہے ؎

Marfat.com

فوز وظفر کا اعلان

نصرتِ الٰہیہ کا اظہار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ
(۲) وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ
دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا (۳) فَسَبِّحْ
بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ
تَوَّابًا۔

جب خدا کی مدد آ پہنچی اور فتح حاصل ہو گئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اسی سے مغفرت مانگو بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔

جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبائلِ عرب میں اسلام پھیلانے کی سعی و کوشش شروع کی تو عام طور پر لوگوں نے آپ کی طرف توجہ نہ کی۔ بلکہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ اس وقت ان لوگوں سے برسرپیکار ہیں جو اشرف ترین عرب ہیں۔ ہم اس جنگ کے نتائج کو خاموشی سے دیکھتے ہیں۔ جو غالب ہوگا اسی کا ہم ساتھ دیں گے۔ کیونکہ وہی حق و صداقت پر ہوگا۔ گویا انہوں نے مکہ مبارکہ کے فتح و سقوط

Marfat.com

کو معیار حقانیت قرار دیا۔

اللہ تعالےٰ نے بھی اسی فتح مکہ کو صداقت کا نشان تسلیم کر کے فرمایا کہ جب فتح و نصرت الٰہیہ کا ظہور ہو، مکہ پر مسلمانوں کا غلبہ ہو جائے اور لوگ جوق جوق اسلام میں داخل ہونے لگیں تو سمجھ لو کہ تم نے اپنا فرضِ رسالت ادا کر دیا۔ اس فتح سے قبل تو لوگ انفرادی طور پر دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے تھے مگر اس کے بعد یہ حالت ہو گئی تھی کہ ایک ایک دن میں کئی کئی قبائل مدینہ میں حاضر ہو کر اسلام کا اظہار کرتے اور واپس جا کر دوسروں کے اسلام کا ذریعہ بنتے۔

اعلانِ وفات

اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے اور قیامت تک کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ بشر ہیں اور آپ کی ذاتِ اقدس میں بشریت کے تمام صفات و مخصصات بھی موجود ہیں، وقتِ معین پر آپ اس دنیا سے ملاءِ اعلےٰ کی طرف بھی تشریف لے جانے والے ہیں، اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کے فرائضِ نبوت کی تحدید کر دی جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کی حیاتِ مقدس میں عرب کا دار الحکومت مکہ فتح ہو گیا جو تمام ملک کا مرکز اور اُم القریٰ ہے اور جہاں سے اطراف و جوانب ملک میں نہایت ہی سہولت اور آسانی کے ساتھ اسلام کی آواز پہنچ سکتی ہے تو گویا آپ نے تبلیغ رسالت کا فرض ادا کر دیا۔ بقیہ حصص دنیا میں آپ کے اصحاب و حوارین اس آواز کو پہنچا دیں گے، جنہیں آپ نے اس فرض جلیل کے لئے تیار کر دیا ہے۔

پس جب مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور تمام قبائل عرب نے یکے بعد دیگرے دائرۂ اسلام میں داخل ہونا شروع کر دیا۔ تو گویا آپ اپنے مقصدِ رسالت سے فارغ ہو گئے

Marfat.com

اس لئے حکم ہوا کہ آپ اپنا تمام وقت اب اللہ کی تمجید و تقدیس اور توبہ اور انابت الی اللہ میں صرف کیجئے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ اس سورۃ کے نازل ہونے پر آپ رکوع و سجود میں سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی بہت پڑھا کرتے تھے۔ اسی سورت کے سننے پر ابوبکر رضؓ رو پڑے۔ تو لوگ حیران رہ گئے۔ مگر جب تھوڑی سی مدت کے بعد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اس وقت صحابہ کو معلوم ہوا۔ کہ اس میں آپ کی وفات کا اعلان تھا۔ اور ابوبکر رضؓ اس حقیقت سے خوب واقف تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ بعض صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ آپ ابن عباس کو ہمارے برابر کئے دیتے ہیں حالانکہ اس کی عمر کے درجہ کے ہمارے لڑکے ہیں، اس پر حضرت عمر رضؓ نے ان لوگوں کو ابن عباس رضؓ کے ساتھ بلایا اور کہا: ما تقولون فی قول اللہ عز وجل اذا جاء نصر اللہ والفتح، فقال بعضھم امرنا ان نحمد اللہ ونستغفرہ اذا نصرنا وفتح علینا، وسکت بعضھم فلم یقل شیئاً، فقال لی اکذٰلک تقول یا ابن عباس فقلت لا، فقال ما تقول، فقلت ھو اجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلمہ لہ، قال اذا جاء نصر اللہ والفتح فذلک علامۃ اجلک، فسبح بحمد ربک واستغفرہ، انہ کان توابا، فقال عمر بن الخطاب لا اعلم منھا الا ما تقول (بخاری) "سورۂ نصر کی کیا تفسیر کرتے ہو۔ بعض تو بالکل خاموش رہے مگر دوسروں نے کہا کہ فتح و نصرت کے وقت ہمیں حمد و استغفار کا حکم دیا گیا ہے پھر انہوں نے یہی سوال مجھ سے کیا۔ تو میں نے کہا۔ فتح مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی علامت قرار دیا گیا ہے حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔"

دوسری توجیہ

Marfat.com

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارباب قدس و طہارت کو فتح و کامرانی کی بشارت دیتا ہے مگر اس مسرت انگیز خبر کی تکمیل میں بہت دیر لگ جاتی ہے اس درمیان میں تکالیف و مصائب کے بادل چھا جاتے ہیں، ناکامیاں و مایوسیاں سامنے آتی ہیں اور کبھی کبھی یہ خیال بھی دل میں آنے لگتا ہے کہ شاید یہ وعدہ ہی غلط نہ ہو، اس لئے اس سورۃ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت تمام مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ فتح و نصرت میں تاخیر ہونے کی وجہ سے جو رنج و غم تم لوگوں کو لاحق ہوا ہے، اس کے لئے اللہ سے استغفار کرو، توبہ و انابت الی اللہ کی راہ اختیار کرو اور دعا کرو کہ باطل کو فنا کرنے کے واسطے اللہ حق کو قائم و دائم رکھے، وہ اگر عارضی طور پر مسلمانوں کو امتحان میں ڈال رہا ہے، تو یہ خیال ہرگز دل میں نہ لاؤ کہ وہ تمہاری سعی و کوشش کو ضائع کر دے گا؛ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین، وہ توّاب ہے تکلیفوں اور محنتوں کی صورت میں اپنے بندوں کی تعلیم و تربیت کرتا ہے اور یہ سلسلہ برابر قائم رہتا ہے تا آنکہ وہ درجۂ کمال کو حاصل کر لیتے ہیں۔ پس اب فتح مکہ کی وجہ سے خوف دُور ہو گیا۔ اور تمہارا کام تسبیح و تقدیس کے سوا اور کچھ نہیں رہا۔

اللّھب

(پانچ آیات)

تمہید

اس سورۃ میں ابولہب اور اس کی بیوی کی ہلاکت و بربادی بیان کر کے یہ واضح کیا ہے، کہ جو لوگ اسلام کی مخالفت کریں گے۔ تو نہ صرف وہی تباہ ہوں گے بلکہ وہ لوگ بھی دوزخ میں داخل ہوں گے جو اُن کے شرکائے کار تھے، پس جس طرح سورۃ نصر میں مسلمانوں کی کامیابی کا اعلان کیا گیا ہے۔ ویسے ہی اس سورۃ میں کفار و معاندین اسلام کی ذلت و رسوائی ذکر کی گئی ہے۔

Marfat.com

کفّار کی ہزیمت

ابولہب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	
(۱) تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۲)	ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو، نہ تو
مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ	اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ وہ جو
(۳) سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ	اس نے کمایا، وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل
(۴) وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۵)	ہوگا اور اس کی جورو بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے
فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ	پھرتی ہے اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی

تب دراصل تباب سے لیا گیا ہے، جس کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں: وما کید فرعون الا فی تباب، ید کے معنی دونوں ہاتھ کے ہیں، مگر مراد اس سے خود اس شخص کا خسران و خذلان ہے۔ ہاتھ ہی پکڑنے اور کام کرنے کا ذریعہ ہے جب وہ ٹوٹ گئے تو گویا وہ خود ہی معدوم ہو گیا چنانچہ اس کے بعد لفظ تب بول کر بتلا دیا کہ اس سے مراد ابولہب کی تباہی ہے۔ لہب جب آگ خوب روشن ہو جائے اور شدت حرارت کی وجہ سے اس میں سے شعلے نکلنے لگیں تو ان شعلوں کو لہب کہتے ہیں، اس سے مراد شدید الحرارت آگ ہے

Marfat.com

حمالۃ الحطب، حطب ایندھن کو کہتے ہیں، ابولہب کی بیوی کا نام ام جمیل تھا، وہ لوگوں کے پاس رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی چغلیاں کھایا کرتی تھی۔ تاکہ قبائل عرب آپ کے خلاف ہوجائیں اور اس طرح آپ کے خلاف فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھے، جید گردن، حبل رسّی اور مسد مونج کو کہتے ہیں۔

ابولہب کا اصلی نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے۔ یہ رسول اللہ کا چچا اور آپ کا شدید ترین دشمن تھا جب قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی: وانذر عشیرتک الاقربین، تو آپ پہاڑی پر تشریف لے گئے اور تمام قبائل قریش کو جمع کرکے فرمایا: ارایتم ان حدثتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم، اکنتم تصدقونی" اگر میں تم سے یہ کہوں کہ دشمن تم پر صبح یا شام حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کروگے؟" سب نے کہا "ضرور"۔ اس پر آپ نے فرمایا: فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید، "تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں اس عذاب سے تم کو ڈراتا ہوں، جو میری آنکھوں کے سامنے ہے"۔ ابولہب نے یہ سن کر کہا: "الھذا جمعتنا تبا لک" "تم ہلاک ہو۔ کیا تم نے اسی لئے ہم سب کو جمع کیا تھا" (بخاری)

مسند امام احمد میں ربیعہ بن عباد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی قبیلہ عرب کو توحید کی دعوت دیتے اور انہیں بت پرستی چھوڑنے کو کہتے۔ تو جب آپ اپنی تقریر ختم کرچکتے تو ایک شخص یہ کہتا کہ بدعت وضلالت کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں، یہ تمہیں لات وعزیٰ چھوڑنے کو کہتا ہے اس کی بات پر کان نہ دھرو۔ ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا "یہ کون شخص ہے" انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کا چچا ابولہب ہے"

اس سورت میں ابولہب کا نام خاص طور سے لیا گیا ہے حالانکہ مخالفین اور بھی تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی تکذیب میں سب سے زیادہ اسی بدبخت کا حصہ تھا یہی برابر آپ کے تعاقب میں رہتا جس قبیلہ میں آپ تبلیغ کے لئے جاتے یہ بھی آپ کے ساتھ ہوتا، لوگوں کو راہ حق سے روکتا اور ایسے اسباب پیدا کرتا کہ کسی کو قرآن میں

Marfat.com

درس و مطالعہ کا شوق بھی نہ ہو۔

ابولہب پر اس سورت میں یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ مال و دولت کے غرور باطل میں وہ کلمۂ حق کی مخالفت نہ کرے ورنہ جب ہمارا عذاب اس کی طرف متوجہ ہو گا تو اس میں سے کوئی چیز بھی اس کی نجات کا باعث نہ بن سکے گی پھر اس وقت نہ صرف وہ دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ بلکہ اس کی بیوی بھی اس کے ہمراہ ہو گی کیونکہ باطل کو فروغ دینے اور حق کو مٹانے میں وہ اس کا دستِ راست تھی اور ہر طرح اس کی معاون و مددگار تھی۔

درسِ عبرت

آج جو لوگ اسلام کی مخالفت کرتے ہیں، اسلامی حکومتوں کے فنا کرنے کے منصوبے باندھتے ہیں، اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا ان کا نصب العین ہے وہ اس سورت سے سبق اندوز ہوں، وہ یاد رکھیں کہ جس طرح ابولہب اور اس کے رفقائے کار کا نام و نشان مٹ گیا اور ان کی دولت و ثروت ان کے کچھ کام نہ آئی۔ اسی طرح آج بھی وہ منتقم و جبار زندہ ہے، اس کے قانونِ تعذیبِ امم میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی، وہ عنقریب تم میں سے ایک ایک کو فنا کر دے گا اور اس وقت تمہارے جنود مجندہ کچھ کام نہ آئیں گے۔

نہ صرف ائمہ کفر و ضلالت ہی برباد ہوں گے بلکہ وہ لوگ بھی جو سرًا یا علانًا ان دجاجلہ شیاطینِ عصر کی امداد و اعانت کرتے ہیں اور انہوں نے بھی مسلمانوں کی تباہی کو اپنا مقصد بنا لیا ہے ایسے بدبختان نوعِ انسانی ابولہب کی بیوی کے انجام سے عبرت اندوز ہوں

ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار۔

الاخلاص ۱۱۲

(چار آیات)

تمہید

اس سورت میں توحید خالص اور اسلام کا مقصدِ وحید ظاہر کر کے تمام ان مذاہب کا رد کیا ہے جو کسی نہ کسی شکل میں خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں ؛

Marfat.com

توحیدِ خالص

اللہ کی وحدانیت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (۲) اَللّٰہُ الصَّمَدُ	کہو کہ وہ ذات پاک جس کا نام اللہ ہے ایک ہے'
(۳) لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (۴) وَلَمْ یَکُنْ	اور وہ معبود برحق بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے
لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ	اور نہ کسی کا بیٹا، اور کوئی اس کا ہمسر نہیں'

مسلمانوں کی نصرت و کامرانی' اور کفار کی ذلت و رسوائی کے بعد اب آخر میں پھر ایک مرتبہ اصل و اساس اسلام و عصارۂ ایمان کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ توحید خالص ہے جس پر تمام انبیائے کرام متفق ہیں' دنیا میں مختلف چیزیں اپنے اپنے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ ہر ایک کا تعلق اپنے مرکز سے ہے اور پھر یہ تمام مراکز مختلفہ ایک بالاتر ہستی میں جا کر جذب ہو جاتے ہیں' وہی اعظم ترین مرکز اللہ ہے زمین و آسمان میں جس قدر انوار و برکات مصروف عمل ہیں سب اسی ایک چشمۂ فیض سے مستعار لئے گئے ہیں' وہاں محض خیر ہی خیر ہے۔ اس جگہ شر و فساد کا نام و نشان تک نہیں' وہی اللہ ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ملکوت السمٰوٰت والارض ہے جس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

احد اور واحد

Marfat.com

اگرچہ خلیل کی یہ رائے ہے کہ احد اور واحد میں کوئی فرق نہیں مگر جمہور علماء کے نزدیک دونوں کے معانی الگ الگ ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ لا یقاومہ احد تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ کوئی شخص بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر احد کی جگہ واحد کا لفظ استعمال کریں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک شخص تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا البتہ اس سے زائد کر سکتے ہیں۔ ازہری کی رائے یہ ہے کہ احدیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے دوسرا اس سے متصف نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام مقام احدیت اور واحدیت میں فرق کرتے ہیں۔

اللہ الصمد

مفسرین کرام نے صمد کے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے اس کے متعلق اٹھارہ اقوال نقل کئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ صمد کا لفظ اتنا وسیع ہے کہ وہ ان تمام معانی پر حاوی ہے۔ یہ مختلف صفات ہیں۔ جو ان حضرات نے بیان کئے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صمد کے معنی دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا، السید الذی یصمد الیہ فی الحوائج۔ "وہ سردار جس کی طرف حاجتوں و ضرورتوں کے وقت قصد کیا جائے۔"

اس تفسیر کے بعد ہر مسلمان کے لئے راہ عمل معین ہو جاتی ہے اس کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی ہر ضرورت کے وقت صرف اللہ ہی کے آگے دست سوال دراز کرے اپنے اوپر ایاک نعبد وایاک نستعین کی حقیقت طاری کرلے۔ اس لئے کہ غیر اللہ سے اعانت کا طالب ہونا اور انسانوں کے آگے اپنی حاجات پیش کرنا بالکل ممنوع اور ناجائز ہے۔ بعض لوگ علماء و مشائخ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کچھ لوگ پیغمبروں اور فرشتوں سے طالب اعانت ہوتے ہیں۔ مگر اللہ الصمد کے ہوتے کسی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

بعض حضرات نے صمد کے معنی ٹھوس کے کئے ہیں یعنی اس پر کوئی تغیر نہیں آتا اور

Marfat.com

وہ اپنی ذات میں قوی اور مستقل ہے وہ واجب الوجود ہے شروع سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہی سردار آقا اور شہنشاہ ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، اور وہی تمام فضائل و کمالات کا جامع ہے۔

برابری کا دعوےٰ

عام طور پر اللہ کے متعلق لوگوں کے خیالات یہ ہیں:۔

(۱) عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور جنات کو اس کا رشتہ دار کہتے تھے۔ نجوم و کواکب کی پوجا کرتے اور ان کے ناموں پر معبد بنا رکھے تھے۔

(۲) ہندوؤں کی اس وقت تک یہی حالت ہے۔ ہزاروں معبودان باطل ہیں جن کے نام پر انہوں نے اپنے مندر بنا رکھے ہیں، اور جن میں اگر ایک طرف رام اور ہنومان کی پوجا ہوتی ہے تو دوسری جانب مہادیو اور اس کے لنگ کے آگے بھی سربسجود ہوتے ہیں۔ وہ اسی گمانِ باطل میں ہیں کہ بت پرستی کے بغیر انسانی ارتقا غیر ممکن ہے،

(۳) یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، اب، ابن اور روح القدس کو خدا مانتے ہیں اور ہر ایک کو برابر کا خدا تسلیم کرتے ہیں۔

سورۂ اخلاص ان تمام عقاید باطلہ کا صاف صاف رد کرتی ہے اور ببانگ دہل پکارتی ہے:

لم یلد، وہ کسی کا باپ نہیں، اور کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کی جانشینی کا حق ادا نہیں کر سکتی۔

ولم یولد، اس کا باپ بھی کوئی نہیں، جو اس سے بالاتر ہو۔

ولم یکن لہٗ کفواً احد۔ نہ اس کے کوئی برابر ہے جو اس کا نعم البدل قرار دیا جا سکے۔

نتیجہ

جب خداوند قدوس سے اعلےٰ، اس کے برابر اور اس کے قایم مقام کوئی قوت

نہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہُوا کہ لا الٰہ الا اللہ، دنیا میں جس قدر بادشاہ اور حکمران ہیں ان سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ گویا ایک ادنےٰ ترین انسان اور شہنشاہ اعظم دونوں برابر ہیں۔ اس اسلامی توحید کو مان لینے کے بعد ہر شخص کی ہمت بڑھ جائے گی اور اس کے دل میں امنگ پیدا ہو گی کہ میں ترقی کر کے بادشاہ کے درجہ تک پہنچ جاؤں پس دنیا میں اگر کوئی عقیدہ اعلےٰ ترین ہمت و استقلال اور ولولۂ عمل پیدا کر سکتا ہے۔ تو وہ صرف عقیدۂ توحید ہے اور اس کو اصلی صورت میں صرف اسلام ہی نے پیش کیا ہے ؁

Marfat.com

الفلق ۱۱۳

(پانچ آیات)

تمہید

مقصد اسلام گذشتہ سورت میں بیان کیا گیا ہے اب سورۂ فلق اور سورۂ ناس میں اس کے حفظ و بقا اور ثبات و استقامت کی دعا مانگی گئی ہے۔ سورۂ فلق میں تمام اُن مضرات سے بچنے کی دعا تعلیم دی گئی ہے جو جسم کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ سورۂ ناس میں ان اشیاء سے پناہ مانگی جائے گی۔ جو روح کے لئے نقصان کا باعث ہوتی ہیں ⁂

Marfat.com

جسمانی مضرات سے تعوذ

توطیہ وتمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ (۲) مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ (۳) وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (۴) وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ (۵) وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ

کہو کہ میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں، ہر چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی اور شب تاریک کی برائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے ۔ اور گنڈوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کی برائی سے اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب حسد کرنے لگے

فلق کے لغوی معنی جدا ہونے کے ہیں، چونکہ صبح بھی رات سے جدا ہوتی ہے اس لئے اب اس کے معنی صبح ہی کے آتے ہیں، چنانچہ جابر، ابن عباس، مجاہد اور سعید بن جبیر کی یہی رائے ہے غاسق، یہ لفظ غسق سے لیا گیا ہے اور اس سے مراد رات ہے۔ وقوب کے معنی داخل ہونے کے ہیں، نفاثات لیا گیا ہے نفث سے یہ مبالغہ کا صیغہ ہے مذکر اور مونث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے اس کے معنی آہستہ سے پھونک مارنے کے ہیں۔

جب ایک پودا زمین سے سر نکالتا ہے تو ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ ان آفات و بلیات سے اس کو بچانے کی کوشش کی جائے جو اس کو بالکل نیست و نابود کر دیتے ہیں، ان آفتوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :-

Marfat.com

(۱) بعض جانور اسی تلاش میں ہر وقت پھرتے رہتے ہیں کہ سبزہ زار ملے تو اپنا پیٹ بھریں چنانچہ وہ ہر پودے کو کھا جاتے ہیں، اس لئے پودے کے گرداگرد کانٹوں کی باڑھ لگانی پڑتی ہے کہ ان جانوروں کی دست برد سے محفوظ رہے۔

(۲) اس امر کی ضرورت ہے کہ اس کو پانی اور کھاد وقت پر ملے۔ اگر تھوڑی سی بھی تاخیر ہوگئی تو وہ مرجھا جائے گا۔

(۳) ناگہانی طور پر کوئی مصیبت آجاتی ہے، مثلاً شب کے وقت مالک تو آرام سے سو رہا تھا اور یہاں طوفان باد و باراں نے اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔

(۴) ایک شخص مالک کا دشمن ہے مگر مالک اتنا طاقتور ہے کہ وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اس لئے وہ اپنا تمام غصہ اس پودے پر نکالتا ہے اور اسے کاٹ ڈالتا ہے۔

پودا جب تک ان آفات و مصائب سے محفوظ نہ رہے گا۔ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوئی صورت نہیں

رجوع الی المقصود

اس قدر تمہید کے بعد اب آپ اصل سورت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمیں چار چیزوں سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

خلافِ فطرت سے پناہ

(۱) ہر چیز کا وجود فی نفسہٖ اس کائناتِ ارضی و سماوی کے لئے نہایت ہی مفید اور نافع ہے، اس میں ضرر اور نقصان کا پہلو اس وقت آتا ہے جب اس کی نسبت دوسری چیز کی طرف ہو تلوار کی بہترین صفت یہی ہے کہ وہ تیز ہو، مگر جب اس سے کسی کی گردن کٹ جائے تو کہیں گے کہ یہ تلوار بری ہے کیونکہ اس سے ایک انسان کی زندگی ختم ہوگئی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزیں پیدا کر رکھی ہیں جو فی نفسہٖ مفید ہیں، مگر وہ فرزندِ آدم کی فطرت کے بخطِ مستقیم مخالف ہیں، وہ جب اس پر حملہ آور ہوتی ہیں تو اسے جادۂ اعتدال سے منحرف کر دیتی ہیں اور اس کے مقاصدِ حیات کے کسب و حصول میں رکاوٹ بن جاتی ہیں،

Marfat.com

ان کے مضر اثرات و نتائج سے بچنے کے لئے تعلیم دی گئی کہ تم یوں اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ اے خداوند! تو تاریکی سے روشن صبح نکالتا ہے پس تو ہی ہمیں ان خلافِ فطرت اشیار کی ظلمت سے محفوظ رکھ۔

ضروریاتِ زندگی فراہم ہوں

(۲) چاند کی روشنی اور ٹھنڈک پودوں کی نشوو بالیدگی میں ایسے ہی معاون ومددگار ہوتی ہیں جس طرح سورج کا نور اور اس کی حرارت، اگر چاند طلوع نہ کرے اور تمام شب تاریک ہی رہے۔ تو پودے پوری قوت کے ساتھ نشوونما حاصل نہ کر سکیں گے۔

اسی طرح اگر ایک شخص اپنے فرائضِ حیات تو ادا کرنا چاہتا ہے۔ مگر افلاس و ناداری کی وجہ سے مجبور ہے کہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کی بھی فکر کرے لیکن اگر وہ اپنی ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے میں مصروف ہو گیا تو مقصد اصلی سے ہٹ جائے گا اور روپیہ کمانے ہی میں اپنا تمام وقت صرف کر دے گا۔

آیت وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ میں اسی سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے ایسا نہ ہو کہ ہم تو اپنی ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے میں لگ جائیں اور اس کی وجہ سے ہماری قوم اور ملک کو سخت نقصان پہنچے پس اے مالک الملک! تو ہی ہماری ضروریات کو پورا کر، اور انکے فراہم کرنے کی وجہ سے جو ضرر ملک و ملت کو پہنچ سکتا ہے اس سے محفوظ رکھ' ایسا نہ ہو کہ ان چیزوں میں پھنس کر ہم اپنا مقصدِ حیات ہی فراموش کر دیں؛ اور اس طرح پھر کہیں کے بھی نہ رہیں۔

ناگہانی آفات

(۳) ہم ایک عزم صمیم کر لیتے ہیں، کہ ملت کی خدمت کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیتے ہیں اور کلمۃ الحق کی برتری اور فضیلت کو اپنی غایۃ الغایات قرار دے لیتے ہیں، اتنے میں ناگہانی طور پر ہمارے عزیز و قریب، دوست احباب اور بیوی بچے آجاتے ہیں، اس راہ کی مشکلات و موانع کا ذکر کرتے ہیں، تکالیف و شدائد کی ہولناک تصویر کھینچ دیتے ہیں اور ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنے

Marfat.com

ارادے سے باز آجائیں، اسے کمزور کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں، تا آنکہ بسا اوقات ان کے غیر محسوس اثر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اس مقصد کو بالکل ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

پس اے صبح کے روشن کرنے والے خدا! اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ کے شر و فساد سے بچا، ان کے اثر بد سے محفوظ رکھ، اور مجھے ایسا عزم راسخ، قلب صمیم اور پختہ ارادہ نوازش فرما کہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں، دریا اپنا رستہ تبدیل کر لیں، اور آبادیاں بن ہو جائیں، مگر میں اپنے مقصد سے ایک انچ بھی نہ ہٹوں، اور اسی پر جان دے دوں، یہی مطلب ہے وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ کا

حاسد سے بچا

(۴) بعض لوگ ہماری کامیابیوں اور کامرانیوں سے ناخوش ہوتے ہیں، غصہ میں آکر اپنا ہاتھ کاٹ لیتے ہیں، ہمیں ذلیل و رسوا کرنے کے لئے منصوبے باندھتے ہیں، سازشیں گھڑی کرتے ہیں، ہمارے ہی آدمیوں کو خفیہ امداد دے کر ہماری مخالفت پر کھڑا کر دیتے ہیں کہ ہماری حکومتیں برباد ہوں اور ہلال کی جگہ صلیب کی فرماں روائی ہو۔

پس اے رب الارباب! اور اے خداوندوں کے خداوند! تو ان کے شر و فساد سے پناہ میں رکھ ان کی سازشوں کو طشت ازبام کر، ان کے منصوبوں کو کامیاب نہ ہونے دے، ان کے ارادوں میں کمزوری پیدا کر، تیری تائید ہمارے شامل حال ہو، ہم دن دونی رات چوگنی ترقی کریں اور ہمیں ہر جگہ فتح و کامرانی نوازش فرما۔

Marfat.com

النَّاس ۱۱۴

(چھ آیات)

تمہید

گذشتہ سورت میں جسمانی مضرتوں سے پناہ مانگنے کے لئے تعلیم دی گئی تھی، اس میں روحانی نقصانات سے بچنے کی دعا بتائی گئی ہے، یہ ضرر پہنچانے والے انسان ہوں یا جن، سب سے تعوذ کیا گیا ہے اور اللہ کی تین صفات سے اعانت طلب کی گئی ہے۔

Marfat.com

روحانی مضرات سے تعوذ

شدید ترین دشمن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع خدا کا نام لے کر جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے
(۱) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ	کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ
(۲) مَلِكِ النَّاسِ (۳) اِلٰهِ النَّاسِ	مانگتا ہوں، یعنی لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی
(۴) مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ	لوگوں کے معبود برحق کی، شیطان وسوسہ انداز
(۵) الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ	کی برائی سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ
النَّاسِ (۶) مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ -	ڈالتا ہے خواہ وہ جنات میں سے ہوں۔ یا
	انسانوں میں سے،

اس سورت میں اس دشمن سے پناہ مانگی گئی ہے جو خود ہمارے اندر رہتا ہے جسے ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں، یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سواتھما انہ یرٰکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم، انا جعلنا الشیٰطین اولیاء للذین لا یومنون (۷: ۲۷)۔ اے بنی آدم! دیکھنا کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے، جس طرح تمہارے ماں باپ کو بہکا کر بہشت سے نکلوا دیا۔ اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دیے تاکہ ان کے ستر ان کو کھول کر دکھا دے وہ اور اس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں

جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے ۔ ہم نے شیطانوں کو انہیں لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے ۔"

انسان ہیں اصل اور حقیقۃ الحقائق کے اعتبار سے علوم اور اخلاق ہیں ۔ ان کا شدید ترین دشمن یہی شیطان ہے جس کا ذکر اوپر آیا ہے جس کا اثر خاموش مگر دیرپا ہے جو گھن کے کیڑے کی طرح اندر ہی اندر روحِ انسانی کو کھا جاتا ہے ؛

صفاتِ الٰہیہ

جب فرزندِ آدم کرۂ ارضی پر قدم رکھتا ہے تو ماں باپ اس کی نشو و تربیت میں لگ جاتے ہیں، یہ اس کا اولین تعلق ہے ۔ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کی تمام آرزوؤں اور توقعات کا مرکز یہی ماں باپ ہیں مگر جب عمیق غور و فکر سے کام لیتا ہے تو اس پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ محض ذرائع و وسائل ہیں، ان کی معرفت مجھے رزق ملتا ہے اور میری پرورش ہوتی ہے ورنہ اصل میں رب الناس ہے جو میری تمام ضروریات کا ذمہ دار و کفیل ہے جس نے میری خاطر چاند، سورج، پہاڑ، سردی گرمی، دن اور رات کو بنایا ہے اس لئے جب ابن آدم پر اس کا دشمن حملہ کرتا ہے تو طبعی طور پر وہ اسی رب کی طرف رجوع کرتا ہے جس نے اس کی جسمانی تربیت کا سامان کیا ہے کہ وہی اس کی روحانی نشو و ارتقا کے اسباب بھی فراہم کرے ۔

مگر جب ہی انسان بڑا ہوتا ہے عہدِ شباب میں قدم رکھتا ہے اور حاکم وقت سے اس کا رشتہ قایم ہو جاتا ہے تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ میرا بادشاہ مجھے ہر دشمن سے بچانے کے لئے کافی ہے لیکن بہت جلد اس کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ روئے زمین کے تمام فرمانروا بھی عاجز محض ہیں، ان لوگوں کی حکومت صرف اجسام تک ہے ۔ پس وہ ان سب سے کٹ کر زمین و آسمان کے شہنشاہ کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے تمام انسانوں کے بادشاہ اب مجھے دشمن سے بچا لے"

Marfat.com

پہلی دو صورتوں میں تو ممکن ہے کہ انسان اپنی کوتاہبینی سے نظر کو زیادہ بلند نہ کرے اور ارباب دنیا ہی کو اپنا آخری چارہ کار خیال کر لے مگر اس کا دشمن اپنے خدع و فریب میں برابر مصروف ہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے چین نہیں لینے دیتا اس لئے اب وہ اپنے معبود حقیقی کی طرف رجوع کرتا ہے کہ اس کے سوا کوئی ذریعہ نجات نہیں ۔

پناہ کی طلب

پس ایک عاجز و درماندہ انسان اپنے رب، اپنے بادشاہ، اور اپنے معبود کو پکارتا ہے کہ اے ہم سب کے پروردگار! اے ہم سب کے شہنشاہ!! اور اے ہم سب کے معبود!!! تیری توفیق کے ہم طلب گار ہیں، ملک و ملت کی خدمت اور کلمۃ الحق کے بلند و برتر کرنے کا جذبۂ صادقہ نوازش فرما، اس راہ میں جو رکاوٹیں پیدا ہوں، جس قدر خیالاتِ فاسدہ اور بری حرکتیں سدِّ راہ ہوں، ان سب سے ہمیں محفوظ رکھنا، ان لوگوں سے بچا جو ہمارے ارادوں میں تزلزل پیدا کرنے کی کوشش کریں، جنات اور انسانوں سے ظاہری اور باطنی دشمنوں سے ہماری نگہداشت کر، ان میں سے کوئی چیز بھی ہم پر اثر انداز نہ ڈال سکے، ہم اپنے مقصدِ حیات میں پورے کامیاب ہوں اور قلب سلیم لے کر تیرے دربار میں حاضر ہوں ۔

ابتدا اور انتہا

قرآن پاک کی ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے ہوئی اور اس کا خاتمہ رب الناس، ملک الناس، الٰہ الناس پر ہوا۔ اور اس طرح لطیف طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب عزیز کسی ایک ملک، آب و ہوا اور رنگت و نسل کے لئے

Marfat.com

مخصوص نہیں، بلکہ یہ تمام مذاہب و ادیان، اور اقوام و ملل کے لئے ہے، اور اس کا مقصد وحید یہ ہے۔ کہ دنیا کے تمام لوگوں کو شعوب و قبائل، وطنی اور قومی تعصبات اور جنسی جذبات و عواطف سے پاک وصاف کرکے ایک عالمگیر برادری میں منسلک کردے جس میں اسود و احمر اور زنگی و رومی کی کوئی تمیز نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

الیٰ یوم الدین

آمین یا رب العالمین

Marfat.com

(98)

ذکرے

مؤلفہ

DATA ENTERED

خواجہ محمد عبدالحیٔ فاروقی

سابق استاذ تفسیر جامعہ ملیہ دہلی

ناشر

احسن برادرز

چوک انارکلی لاہور

(پاکستان)

Marfat.com